مرغوب الفقہ

٩

کتاب الحظر والإباحة

از

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر

جامعة القراءات، کفلیتہ

مرغوب الفقہ......ج:۹

کتاب الحظر والاباحۃ

مفید اور کار آمد: ۷؍درج ذیل فقہی رسائل کا عمدہ مجموعہ:

تعویذ و عملیات کی شرعی حیثیت	میراث کی اہمیت		ووٹ کے احکام و مسائل	
ٹیلیفون کے آداب و مسائل	انسانی اعضاء کی پیوند کاری	اخبار الزلزلہ	مسلک پر شدت	

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

اجمالی فہرست رسائل

۱	تعویذ وعملیات کی شرعی حیثیت............	۲۱
۲	میراث کی اہمیت اوراس کی ادائیگی میں غفلت	۱۷
۳	ووٹ کے احکام ومسائل.................	۱۰۹
۴	ٹیلیفون کے آداب ومسائل..............	۱۴۵
۵	انسانی اعضاء کی پیوندکاری................	۲۰۰
۶	اخبار الزلزلہ........................	۲۵۱
۷	مسلک پرشدت.......................	۳۰۰

فہرست رسالہ ”تعویذ وعملیات کی شرعی حیثیت“

عرض مرتب..	۲۲
مقدمہ......تعویذ، تمیمہ، ودعۃ اور نشرۃ کے معنی......تمیمہ اور رقیہ میں فرق.....	۲۶
تفل ، نفث، نفخ کے معنی..	۲۷
”رقیہ“ اور ”نظرۃ“ کے معنی اور اجازت وممانعت کی روایات میں تطبیق.......	۲۸
نقصان‘ نظر‘ اور موت کے سوا ہر تکلیف سے حفاظت کا ذریعہ: ما شاء الله......	۲۹
ما شاء الله‘ کہنے کا حکم..	۳۰
تعویذ کی اجازت کی روایات..	۳۱
آپ ﷺ نے نظر بد کا اثر دور کرنے کے لئے جھاڑ پھونک کا حکم دیا.........	۳۱
آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے..	۳۱
نظر لگنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے منتر کیوں نہیں کرتے؟........	۳۲
آپ ﷺ کا حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو منتر سکھانے کا حکم فرمانا...............	۳۳
منتر میں شرک نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں..	۳۳
منتر کا اثر تو بس نظر یا زہریلے جانور کے ڈنگ ہی پر ہوتا ہے................	۳۵
آپ ﷺ کے بال مبارک سے نظر بد کا علاج..	۳۵
نظر لگنا حق ہے اور آپ ﷺ کا نظر لگنے پر علاج..	۳۷
تعویذ اور دواء وعلاج اللہ تعالی کی تقدیر میں شامل ہیں..	۳۹
گلے میں تعویذ لٹکانا..	۴۰
ممانعت کی روایات......تعویذ‘ گنڈے‘ منتر وغیرہ سب شرک ہیں..........	۴۲

سفلی عمل ''نُشْرَۃ'' شیطانی کام ہے....................................	۴۳
آپ ﷺ کا ارشاد کہ: میں گلے میں تعویذ ڈالنے سے لاپرواہ ہوں..........	۴۴
جس شخص نے داغ دلوایا، یا منتر پڑھوایا تو وہ توکل سے بری ہوا............	۴۵
جو شخص کوئی چیز لٹکاتا ہے تو وہ اسی چیز کے سپرد کردیا جاتا ہے..............	۴۵
تعویذ لٹکانے والے پر بددعا......................................	۴۶
بازو پر پیتل کا چھلہ باندھنے پر ناکامی اور غیر فطرت پر مرنے کی وعید..........	۴۶
آپ ﷺ کا تعویذ لٹکانے والے کو بیعت نہ فرمانا..........................	۴۷
منتر اور ساحرانہ ٹوٹکے سحر ہیں......................................	۴۸
جنت میں بلا حساب داخل ہونے والوں کی صفت تعویذ گنڈے نہ کرنا ہے.....	۴۸
تعویذ پر اجرت لینا..	۵۰
تعویذ و جھاڑ پھونک کے متعلق چند مسائل................................	۵۴
ہر مرض کا علاج تعویذ سمجھنا بدعت ہے................................	۵۴
تعویذ کے جواز کی تین شرطیں......................................	۵۵
تعویذ میں قرآنی آیت یا اس کے اعداد لکھنا دونوں جائز ہیں..................	۵۵
تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہو تو باوضو لکھنا چاہیئے..........................	۵۶
خون سے تعویذ لکھنا، ناجائز اور حرام ہے.....تعویذ گلے میں لٹکانا...............	۵۶
نظر بد سے بچانے کے لئے بچوں کو کالا ٹیکہ لگانا............................	۵۸
سونے چاندی کا تعویذ..	۵۹
تعویذ لٹکانے کے لئے اسٹیل کی چین استعمال کرنے کا حکم..................	۶۰

تعویذات کے ذریعہ شوہر کو مسخر کرنے کا حکم	۶۱
سانپ، بچھو وغیرہ کے کاٹ لینے پر تعویذ یا جھاڑ پھونک جائز ہے..............	۶۲
جانوروں کے بدن پر تعویذ لٹکانا....................	۶۲
عمل کے ذریعہ کسی پر نظر لگانے کا حکم لگانا جائز نہیں....................	۶۲
فون کے ذریعہ مریض پر دم کرنا بے اصل، بلکہ ایک طرح کا مذاق ہے.........	۶۳
تعویذ گنڈے کے ذریعہ کسی کو چور ثابت کرنا....................	۶۳
غیر مسلم سے دم کرانا، اور مسلمان کا غیر مسلم کو دم کرنا....................	۶۵
تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا....................	۶۵
جنبی اور حائضہ کے لئے تعویذ پہننے کا حکم....................	۶۶
تعویذ کو امساک یا قدرت علی الجماع کے لئے ران پر باندھنا بے ادبی ہے...	۶۶
پانی پر دم کر کے در و دیوار پر چھڑکنا....................	۶۷
تعویذ کے لئے بے پردہ عورتوں کا مسجد کے حجرہ میں آنا جانا جائز نہیں ہے.....	۶۷
تعویذ پر اجرت....................	۶۷
ٹیلیفون کے ذریعہ جھاڑ پھونک....................	۶۸
سحر، نظر وغیرہ بیماریوں سے حفاظت کے لئے چند مفید دعائیں اور وظائف...	۶۹
بیماری سے صحت کے لئے جبرئیل علیہ السلام کی دعا....................	۶۹
نظر کی دعا......سحر وغیرہ سے حفاظت کی مجرب دعا....................	۶۹
جن وغیرہ کے اثر سے بیہوش کے کان میں پڑھنے کی دعا....................	۷۰
سورۂ فاتحہ سے علاج....................	۷۰

فہرست رسالہ ''میراث کی اہمیت اوراس کی ادائیگی میں غفلت''

مقدمہ......تقسیم میراث کی اہمیت اور چند مسائل	۷۲
خواتین میں میراث کے حق دار	۷۵
چند مسائل سے میراث کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے	۷۶
میراث میں کسی وارث کومحروم کرنے کا کسی کواختیار نہیں	۷۶
پیٹ میں بچہ ہوتو تقسیم میں انتظار کیا جائے گا	۷۷
غلط تقسیم کا کوئی اعتبار نہیں، وہ فسخ ہے	۷۸
میراث کے متعلق قرآن کریم کی چند آیات	۸۰
میراث کے بارے میں احادیث رسول ﷺ	۸۴
وارث کومحروم کرنے پر جنت سے محرومی کی وعید	۸۵
وارث کے لئے وصیت نہیں	۸۷
زمین میں وراثت تقسیم نہ کرنے پر وعید	۸۹
وصیت کے ذریعہ وارثوں کومحروم کرنے پر جہنم کی وعید	۹۳
زندگی میں تقسیم میں برابری کرنی چاہئے	۹۴
زندگی میں ہبہ ہوتو لڑکا اورلڑکی دونوں میں برابری کرے	۹۸
خاتمہ......ورثاء اپنے چھوٹے بھائی کومہلت دیں......اورمہلت دینے کی فضیلت.	۱۰۰
جوان عورت سے شادی کرنے والے بوڑھوں کے لئے مفید مشورہ	۱۰۲
وراثت میں احتیاط پر اکابر کے چند واقعات	۱۰۳
شرعی تقسیم وراثت کونہ ماننے والے کا حکم	۱۰۷

فہرست رسالہ ’’ووٹ کے احکام ومسائل‘‘

ووٹ کی شرعی حیثیت..	۱۱۰
ووٹ کا حق استعمال نہ کرنا..	۱۱۲
قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے...........	۱۱۳
ووٹ نہ دینا حرام ہے..	۱۱۶
ووٹ کے لئے اہلیت کا کیا مطلب ہے....................................	۱۱۷
دین کے لئے ووٹ کے استعمال میں والدین کی نافرمانی گناہ نہیں...........	۱۱۸
ووٹ دیتے وقت شخصیت یا پارٹی کو ترجیح دینا..............................	۱۱۹
ووٹ کس کو دیں..	۱۲۰
مونسپلٹی کا ووٹ کس کو دیا جائے..	۱۲۱
رشتہ داری کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حکم..................................	۱۲۱
دیندار امیدوار کے حق میں ووٹ دینے کی قسم توڑنا............................	۱۲۲
فاسق اور فاجر کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا.............................	۱۲۲
نااہل کو ووٹ دینا شدید تر گناہ ہے..	۱۲۳
ووٹ لینے کی غرض سے لوگوں میں رقم تقسیم کرنا.............................	۱۲۵
بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرنا...	۱۲۶
عورت کے لئے ووٹ کا حق استعمال کرنا..................................	۱۲۷
مروجہ مغربی طرز پر ہونے والے انتخابات میں علماء کا حصہ لینا...............	۱۲۹
انتخابی مہم میں مخالف امیدوار پر نازیبا الفاظ استعمال کرنا....................	۱۳۰

کبھی امیدوار کے حقائق کے اظہار کی ضرورت ہوتو؟........................	۱۳۱
انتخابات میں خود امیدوار بننا..	۱۳۲
انتخابی وعدوں کا شرعی حکم..	۱۳۴
کیا عورت رکن پارلمنٹ بن سکتی ہے؟..	۱۳۶
چند مزید مفید باتیں..	۱۴۰
ادائیگیٔ ووٹ کے وقت کی روشنائی سے غسل ووضو کا حکم........................	۱۴۳
اعتکاف کی حالت میں ووٹ کے لئے نکلنا..	۱۴۳
عدت میں ووٹ ڈالنے کے لئے جانا..	۱۴۴

فہرست رسالہ ''ٹیلیفون کے آداب ومسائل''

پیش لفظ..	۱۴۶
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی عباس بسم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۱۴۸
تقریظ از: مولانا مفتی رشید احمد صاحب لاجپوری مدظلہ....................	۱۴۹
ٹیلیفون کے آداب ومسائل..	۱۵۰
فون پر سلام کریں ''ہلو'' وغیرہ الفاظ سے اجتناب کریں....................	۱۵۰
فون پر سلام کے چند مسائل..	۱۵۰
فون پر اپنا نام ظاہر کرے، چپ رہنے یا ''میں'' کہنے سے احتراز کرے.......	۱۵۱
بار بار فون کرنا مناسب نہیں..	۱۵۳
اس بات کی وضاحت کردیں کہ میں فلاں شخص سے بات کرنا چاہتا ہوں.....	۱۵۴
زیادہ دیر تک گھنٹی بجانا مناسب نہیں..	۱۵۵
مخاطب کے اوقات کی رعایت کرنا چاہئے..	۱۵۵
طویل گفتگو کرنی ہو تو اجازت حاصل کرلیں..	۱۵۷
پبلک مقامات پر فون کرنے کے لئے پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں........	۱۵۷
گھر میں ہوتے ہوئے عدم موجودگی کی اطلاع دینا گناہ ہے....................	۱۵۸
فون اٹھانا واجب نہیں، مگر بداخلاقی ہے..	۱۵۸
قرض خواہ کے تقاضے سے بچنے کے لئے فون بند رکھنا........................	۱۶۰
فون پر موسیقی لگانا اور اس کا سننا، ناجائز ہے..	۱۶۱
فون میں بلا اجازت کسی کی گفتگو ٹیپ کرنا..	۱۶۱
چپکے چپکے دوسرے کا فون سننا، گناہ ہے..	۱۶۲

فون پر ستانا، دھمکیاں دینا، فحش بات کرنا وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں..................	۱۶۳
فون پر بلاضرورت لمبی بات کرنا، وقت اور مال کا اسراف ہے..................	۱۶۳
فون پر بھی خوش اخلاقی سے بات کریں..................	۱۶۳
عورتیں، غیر محرم سے بلاضرورت بات نہ کریں..................	۱۶۳
فون کے اختتام پر بھی سلام کریں، ''خدا حافظ'' مناسب نہیں..................	۱۶۴
ٹیلی فون بل کی چوری کا مسئلہ..................	۱۶۴
رشتہ دار کے گھر فون کرنے کا بل کس کے ذمہ ہے؟..................	۱۶۶
فون کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان..................	۱۶۶
ٹیلیفون کے ذریعہ جھاڑ پھونک..................	۱۶۸
فون سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت ضروری ہے..................	۱۶۸
فون کی آواز پر نماز توڑنے کا حکم..................	۱۶۹
ٹیلی فون کے نکاح کا حکم..................	۱۶۹
ٹیلی فون سے طلاق..................	۱۷۲
فون پر شہادت وگواہی..................	۱۷۲
رویت ہلال کی خبر ٹیلی فون سے معتبر ہے یا نہیں؟..................	۱۷۳
اگر لاپتہ شخص دارالقضاء کو فون سے اطلاع کرے؟..................	۱۷۵
فون اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بیع میں ایجاب وقبول معتبر ہوگا..................	۱۷۶
فون پر ہولڈ کے وقت تلاوت، اذان، حمد ونعت یا میوزک لگانے کا حکم..................	۱۷۷
موبائیل فون کے مسائل..................	۱۸۰
موبائیل میں قرآن کریم اور احادیث شریفہ وغیرہ کو محفوظ کرنا..................	۱۸۰

موبائیل آن ہو اور اس میں قرآن ہو تو اسے بلا وضو چھونا جائز نہیں	۱۸۰
کیمروں اور ویڈیو والے موبائیل فون خریدنے کا حکم	۱۸۱
موبائیل کی اسکرین پر اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھنا	۱۸۱
موبائیل کی اسکرین پر اپنی اولاد یا بیوی یا کسی عزیز کی تصویر رکھنا	۱۸۲
امام کو نماز شروع کرنے سے پہلے موبائیل بند کرنے کا اعلان کرنا چاہئے	۱۸۲
موبائیل کھلا رکھ کر نماز پڑھنا بہت ہی نامناسب حرکت ہے	۱۸۳
حرمین شریفین میں فون کھلا رکھنا سخت بری حرکت ہے	۱۸۴
نماز میں موبائیل بند کرنے کے مسائل	۱۸۴
موبائیل میں رنگ کی جگہ اذان یا قرآن کریم کی آیت فٹ کرنا جائز نہیں	۱۸۶
موبائیل میں رنگ کی جگہ ''السلام علیکم'' کی آواز فٹ کرنا جائز نہیں	۱۸۸
موبائیل میں رنگ کی جگہ عورت کی آواز فٹ کرنا جائز نہیں	۱۸۸
موبائیل میں رنگ کی آواز میں میوزک لگانا حرام ہے	۱۸۸
مدرس یا ٹیچر کا مدرسہ یا اسکول کے اوقات میں موبائیل استعمال کرنا	۱۸۹
مدرسہ کے طلبہ کا موبائیل استعمال کرنا	۱۸۹
قبرستان میں موبائیل استعمال کرنا	۱۹۰
گاڑی چلاتے ہوئے موبائیل استعمال کرنا	۱۹۰
اعتکاف میں موبائل فون کا استعمال کرنا	۱۹۴
معتکف کا موبائیل سے تجارتی معاملہ کرنا	۱۹۴
مسجد کی بجلی سے موبائیل چارج کرنا	۱۹۴
غلطی سے موبائل میں کسی کے پیسے آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟	۱۹۴

موبائیل پر مس کال کرنا...	۱۹۵
موبائل کمپنی کو جگہ کرایہ پر دینا کیسا ہے؟..	۱۹۵
موبائل کمپنیوں کا اشتہار کرنے والی s,m,s کمپنی کے کاروبار میں شرکت کا شرعی حکم..	۱۹۶
آج کا موبائیل کیا ہے؟...	۱۹۸
ٹیلیفون، ملاقات کا ذریعہ ہے، اور ملاقات میں سلام کا حکم ہے..................	۱۹۹

فہرست رسالہ ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری''

عدم جواز کے قائلین کا مسلک اور ان کے دلائل	۲۰۱
پہلی دلیل: انسان اپنے بدن کا مالک نہیں	۲۰۱
دوسری دلیل: انسان محترم ہے اور یہ عمل احترام کے منافی ہے	۲۰۵
تیسری دلیل: اپنے نفس کو قتل اور ہلاک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے	۲۰۹
چوتھی دلیل: مسلمان کو ایذاء پہنچانا منع ہے	۲۰۹
پانچویں دلیل: مجبوری میں بھی انسان کے کسی عضو کو کھانا جائز نہیں	۲۰۹
چھٹی دلیل: انسانی اعضاء مال نہیں ہیں کہ ان کا ہبہ جائز ہو	۲۱۱
ساتویں دلیل: مردہ سے بھی انتفاع جائز نہیں	۲۱۲
آٹھویں دلیل: جنازہ کی تعظیم کا حکم ہے تو صاحب جنازہ کی توہین کیسے؟.......	۲۱۵
نویں دلیل: قبر کی تعظیم کا حکم ہے تو صاحب قبر کی تعظیم کا کیا مقام ہوگا؟.......	۲۱۷
دلیل عقلی	۲۲۰
قائلین جواز کے دلائل	۲۲۲
پہلی دلیل: ......اضطرار میں حکم بدل جاتا ہے	۲۲۲
دوسری دلیل: ......دین میں آسانی ہے تنگی نہیں	۲۲۵
تیسری دلیل: ......اس دور میں اعضاء کی پیوند کاری، اہانت نہیں سمجھی جاتی.....	۲۲۸
چوتھی دلیل: انسان کے تحفظ کے لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت بھی گوارہ کی گئی ہے	۲۲۹
پانچویں دلیل: جب خون کی منتقل کرنا جائز ہے تو اور اعضاء منتقل کرنے بھی جائز ہے	۲۳۱

چھٹی دلیل: انسان کے اعضاء علیحدگی کے بعد پاک رہتے ہیں...............	۲۳۳
ساتویں دلیل: نجس اشیاء بھی نفع کی وجہ سے خرید وفرخت کے قابل ہیں.......	۲۳۷
آٹھویں دلیل: زندہ انسان کے نفع اٹھانے کیلئے میت کی اہانت کو گوارہ کیا گیا	۲۳۹
خلاصۂ بحث..	۲۴۰
پوری بحث کا خلاصہ..	۲۴۱
چند مسائل...... جانور کے عضو سے پیوند کاری کا حکم..........................	۲۴۲
اعضاء دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں...	۲۴۲
خون دینے کا مسئلہ..	۲۴۳
فقہ اکیڈمیوں کے فیصلے..	۲۴۴
مکہ مکرمہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے..	۲۴۴
اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے فیصلے..	۲۴۵
شرعی احکام..	۲۴۷
اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے..	۲۴۹

فہرست رسالہ ’’اخبار الزلزلہ‘‘

عرض محشی	۲۵۲
استرجاع امت محمدیہ کی خصوصیت ہے	۲۵۲
۲۶؍جنوری کی صبح	۲۵۲
چند لمحوں میں کیا ہوگیا	۲۵۳
﴿وما انتم بمعجزين فى الارض﴾	۲۵۳
دین اسلام کی وسعت	۲۵۳
رسالہ کی اشاعت کا سبب	۲۵۴
پیش لفظ از: حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ	۲۵۵
پہلی فصل	۲۵۶
زلزلہ کی علت متقدمہ یعنی سبب اور اس کی حکمت متاخرہ یعنی مصلحت کیا ہے...	۲۵۶
ارشاد نبوی ﷺ	۲۵۶
ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم	۲۵۶
ارشادات تابعین رحمہم اللہ	۲۵۸
رفع اشتباہ	۲۵۹
غلط عقیدہ کہ گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ آتا ہے	۲۶۳
دوسری فصل: اگلی امتوں کو زلزلہ سے سزائے معصیت	۲۶۳
تیسری فصل: کثرت زلازل علامت قیامت ہے	۲۶۵
چوتھی فصل: زلزلہ کے وقت کیا کرنا چاہئے؟	۲۶۷

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی	۲۶۷
نوافل و دعا کا اہتمام کریں	۲۶۸
زلزلہ کے وقت اذان کا ثبوت نہیں	۲۶۹
پانچویں فصل : زلزلہ سے حفاظت کرنا	۲۷۰
آپ ﷺ کا جھکی ہوئی دیوار کے پاس سے ہٹ جانا	۲۷۱
فتوی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ : ''زلزلہ کی حقیقت کیا ہے''؟	۲۷۲
اضافہ از : محشی	۲۷۳
زلزلہ کے متعلق چند احادیث	۲۷۴
وہ گناہ جن سے زلزلہ آتا ہے	۲۷۴
بے حیائی سے زلزلہ آتا ہے	۲۷۴
زلزلہ کا ایک سبب سودی لین دین	۲۷۴
میری امت کے تین عذاب	۲۷۴
زلزلہ سے آزمائش اور توبہ سے نجات	۲۷۵
بندوں کو ڈرانے کے لئے زمین کو ہلانا	۲۷۵
زلزلہ مسلمانوں کے لئے باعث رحمت	۲۷۵
نجد میں زلزلے آئیں گے	۲۷۵
قیامت کے قریب کثرت زلزلہ	۲۷۷
اس امت کا عذاب دنیا میں زلزلے ہیں	۲۷۷
فتوی از : حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ	۲۷۸

زلزلہ کے اسباب، حدیث اور قول فلاسفہ میں تعارض............	۲۷۸
زمین بیل کے سینگ پر ہے؟ جس کے کانپنے سے زلزلہ آتا ہے............	۲۸۰
فتوی از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ.........	۲۸۱
زلزلہ کے وجوہات شرعی نقطۂ نظر سے............	۲۸۱
فتوی از: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ............	۲۸۲
زلزلہ کے اسباب کیا ہیں؟ اور مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟............	۲۸۲
سالانہ و یومیہ زلزلوں کا اوسط اور سبب کثرت......زلزلوں کی کثرت کی وجہ....	۲۸۲
از: حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ............	۲۸۲
تاریخ مصائب دنیا بشکل زلزلہ............	۲۸۳
زلزلے............	۲۸۳
زلزلہ کے متعلق مزید تاریخی معلومات............	۲۸۵
۱۹۱۷ء سے ۱۹۹۹ء تک کے زلزلوں کی تاریخ............	۲۸۷
خاتمہ از: حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمہ اللہ............	۲۸۹
آفات قدرت کے اسباب............	۲۸۹
بچاؤ کی تدبیریں............	۲۹۴
۲۰۰۴ء کا بحری زلزلہ اور سنامی کے متعلق کچھ معلومات............	۲۹۶
لفظ ''سنامی'' کا معنی............	۲۹۹

فہرست رسالہ ''مسلک پر شدت''

عرض مرتب	۳۰۱
اپنے مسلک پر شدت اور مخالف مسلک پر تنقید کا ثبوت	۳۰۱
حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نماز میں جہرا بسم اللہ کو بدعت فرمایا	۳۰۲
حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نماز میں جہرا بسم اللہ کو گانا فرمایا	۳۰۳
بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا گنواروں کا فعل ہے	۳۰۳
''بسم اللہ'' اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے	۳۰۴
جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں	۳۰۴
علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت کو کھودیا	۳۰۵
جس نے امام کے ساتھ قراءت کی، وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پر نہیں	۳۰۵
جلتے کوئلوں کو منہ میں لینا، امام کے پیچھے قراءت سے زیادہ پسندیدہ ہے	۳۰۶
کاش کہ امام کے پیچھے قرائت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے	۳۰۶
تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو، تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے	۳۰۶
جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی	۳۰۷
اللہ تعالی ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب و برباد کردے	۳۰۷
جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو	۳۰۸
امام کے پیچھے قراءت کرنے والوں کی زبانیں کھینچ لوں	۳۰۹
سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں، جس نے اس سنت کی مخالفت کی اس نے کفر کیا	۳۰۹
قصر کی جگہ اتمام کرنے والے گمراہ ہو جائیں گے	۳۱۰
اتمام کرنے والے، اللہ ان کا برا کرے، اللہ کی قسم یہ سنت کو نہ پہنچے	۳۱۱

نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کو بدعت فرمایا.............	۳۱۲
تثویب کرنے والے مؤذن کو بدعتی کہا.............	۳۱۲
بیٹھ کر خطبہ دینے والے کو خبیث کہا.............	۳۱۴
دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو بدعت کہا.............	۳۱۵
حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گدھے بن ہو گئے؟.............	۳۱۵
جس نے کہا: آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، تو اس نے جھوٹ کہا........	۳۱۵
کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟.............	۳۱۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے مونڈھے کو پکڑ کر زور سے ہلانا..........	۳۱۸
ایک جملہ پر آپ ﷺ کا ارشاد: تو برا خطیب ہے.............	۳۱۹
خطبہ کی دعا میں ہاتھ اٹھانے والے امام پر بددعا کہ: اللہ اس کے ہاتھوں کو کاٹ دیں.............	۳۲۲
امام شعبی رحمہ اللہ کا عید سے پہلے نفل پڑھنے والے کو کھینچ کر روکنا.............	۳۲۳
جمعہ کا خطبہ نہ پڑھنے والے امام پر حضرت مکحول رحمہ اللہ کی بددعا.............	۳۲۳
دوران خطبہ بات کرنے والا تو گدھا ہے.............	۳۲۴
دوران خطبہ بات کرنے والا ایسا گدھا ہے جس نے کتاب کا بوجھ اٹھایا ہو.....	۳۲۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے.............	۳۲۵
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس بدعتی کو میرا اسلام نہ پہنچاؤ...........	۳۲۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شطرنج کھیلنے والوں کو قید کرنا اور سلام نہ کرنا..........	۳۲۷
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک مخصوص طریقہ پر اجتماعی ذکر کرنے والوں کو مسجد سے نکال دینا.............	۳۲۹

مسجد میں نماز چاشت پڑھنے کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بدعت فرمانا......	۳۳۱
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نرد کھیلنے پر مارنا، اور نرد کو توڑ دینا..........	۳۳۲
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نرد کھیلنے پر گھر سے نکال دینے کی دھمکی دینا......	۳۳۲
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نرد کھیلنے والوں پر سختی فرمانا................	۳۳۳
نرد کھیلنا گویا خنزیر کا گوشت کھانا ہے............................	۳۳۴
نمازیوں کو تشویش میں ڈالنے والے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سزا دینا...........	۳۳۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عصر کے بعد نماز پڑھنے پر سزا دینا.................	۳۳۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نفل پڑھنے پر ہاتھوں پر مارتے تھے........	۳۳۵
اللہ تعالی اسے برباد کرے، یہ چیخ کر بدعت کا طریقہ تعلیم دے رہا ہے.......	۳۳۶
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا غلطی پر قمیص سے پکڑ کر نیچے کھینچ لینا...........	۳۳۶
لہسن اور پیاز کی کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے........	۳۳۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوفہ سے احرام باندھنے والے پر سختی کرنا...........	۳۳۸
بغیر اجازت کوئی گھر میں دیکھے تو آنکھ پھوڑ دینا حلال ہے.....................	۳۳۸
سر داخل کر ہی لیا تو اپنی سرین بھی داخل کرلے..........................	۳۳۹
بغیر حج کئے مرگیا تو میں تیرا جنازہ نہ پڑھوں گا............................	۳۴۰
اے لوگوں! تم (جماعت سے نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو.......................	۳۴۰
آپ ﷺ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے-یا-آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا.......	۳۴۱
آپ ﷺ کثرت سوال سے غضبناک ہوگئے.........................	۳۴۲
رزق حرام کی اجازت طلب کرنے پر آپ ﷺ کا غصہ و ناراضگی...........	۳۴۳
خاتمہ......وعظ میں غضب کی گنجائش ہے............................	۳۴۵

تعویذ وعملیات کی شرعی حیثیت

تعویذ وعملیات کی اجازت اور ممانعت کی احادیث وآثار، تعویذ وجھاڑ پھونک کے مختلف مسائل، تعویذ، تمیمہ، ودعۃ، نشرۃ، نظرۃ اور تفل ونفث کے معانی، سحر ونظر جیسی بیماریوں سے حفاظت کی دعائیں وغیرہ امور کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔ بہت ہی مفید رسالہ ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على سيد المرسلين ، وعلى اله وصحبه اجمعين ، اما بعد !

اس وقت ہمارے معاشرہ کی ایک بڑی کوتاہی یہ ہے کہ تعویذ گنڈے اور غیر مناسب علاج ومعالجہ کی طرف لوگوں کی توجہ کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض اہل علم بھی اس جال میں پھنس گئے۔ بیماری تو اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اس کے علاج کا حکم بھی دیا گیا ہے:

عن اسامة بن شريك قال :...... يا رسول الله ! ألا نتداوى ؟ قال : نعم يا عباد الله ! تداووا ، فان الله لم يضع داء الا وضع له شفاء أو دواء ، الا داء واحدا ، فقالوا : يا رسول لله ! وما هو ؟ قال : الهرم۔

(ترمذی، باب ما جاء في الدواء والحث عليه ، ابواب الطب ، رقم الحديث:۲۰۳۸۔ابوداؤد، باب في الرجل يتداوى ، اول كتاب الطب ، رقم الحديث:۳۸۵۵۔ابن ماجہ، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۳۴۳۶)

ترجمہ:......حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بیماری میں دوا سے علاج کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے اللہ تعالی کے بندو دوا وعلاج کرو، کیونکہ اللہ تعالی نے ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں کی ہے جس کی شفاء نہ رکھی ہو، علاوہ ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

اس لئے مرض میں زیادہ توجہ ڈاکٹری اور حکیمی یا اور طرح کے مجرب معالجوں کی طرف

دی جانی چاہئے۔ سحر اور نظر بد وغیرہ حق ہیں، اور احادیث میں ان کے دفعیہ کے لئے آیات ودعائیں بھی منقول ہیں اور کچھ جھاڑ پھونک بھی۔ مگر دعاء ومنقول وظائف کی طرف ہماری توجہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ صرف عاملوں کے چکر میں پڑکر اپنے اوقات اور اموال کو ضائع کررہے ہیں۔ مقولہ مشہور ہے:

تعویذ گنڈے کے بھروسے نہ رہنا، کچھ کمر کا بھی زور لگانا

اس معاملہ میں اس قدر تفریط ہوگئی ہے کہ: سر یا پیٹ میں درد ہو، ذرا سی کوئی مالی مشکل آئے، تجارت میں کوئی نقصان ہوجائے، میاں بیوی میں ذرا ناچاقی ہوجائے، بچوں کے نکاح کے لئے مناسب رشتوں کے نہ ملنے پر یا تاخیر پر، الغرض ہر طرح کے حالات میں فوراً نظر اس طرف جاتی ہے کہ کسی نے جادو کردیا، کسی نے بری نظر لگادی، کسی نے ہمارے خلاف تعویذ کرائی وغیرہ۔ تعجب ہے کہ ذرا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان نہیں جاتا، فوراً کسی عامل کی تلاش۔

اور اللہ تعالیٰ کی پناہ اکثر عامل تو شریعت کے احکام سے آزاد، بعض عاملوں کو دیکھا کہ ایک نماز نہیں، ڈاڑھی کٹی ہوئی یا مونڈی ہوئی، عورتوں کے ساتھ اختلاط اور پردہ کا نام و نشان نہیں، ان جیسے بے دینوں سے عمل کرایا جارہا ہے، تعجب ہے کہ بعض علماء بھی اس جہالت میں مبتلا نظر آئے۔ ایک عالم سے میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب! یہ بے دین اور اس کا ظاہری حلیہ فسق وفجور کا، اور آپ اس سے علاج کرارہے ہیں، تو مجھے کہنے لگے: تو نہیں جانتا، یہ تو بہت پہنچا ہوا عامل ہے۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تو تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص صوم وصلوۃ کا پابند نہیں وہ فاسق وفاجر ہے، اس سے تعویذ لینا جائز نہیں ہے۔

اوراس کے تعویذ میں کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔

(فتاوی دارالعلوم دیو بندص ۳۵۳ ج ۱۶،سوال نمبر:۶۹۸،تعویذات اور عملیات کے احکام)

بعض عامل نے تو حد کردی کہ خاندان میں دشمنی اور نفرت پیدا کردی، جب کوئی بیمار آیا تو کچھ ادھر ادھر کے منتر اور بعض غیر شرعی الفاظ پڑھ کر حکم لگا دیا کہ: تمہارے فلاں عزیز اور رشتہ دار نے تم پر جادو کرایا ہے۔ایک لفظ سے خاندانوں میں نہیں' بھائی اور بہنوں کی برسوں کی محبت اور تعلق کو لمحہ میں توڑ کر نفرت پیدا کردی۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ناجائز اور حرام ہے۔

اور عوام کا نہ جانے کیا ذہن بن گیا ہے کہ کوئی عامل کہدے کہ تمہیں کچھ نہیں، بیماری ہے، ڈاکٹر سے علاج کراؤ،تو کہتے ہیں کہ: اس کو کچھ نہیں آتا۔ اور جو دھوکہ باز اور جھوٹا عامل کسی سحر یا نظر بد اور کالا جادو کا رجما بالغیب اظہار کرے تو اسے بہت ماہر' تجربہ کار اور پہنچا ہوا سمجھا جاتا ہے۔اس کی خوب خدمت کی جاتی ہے، آؤ بھگت کی جاتی ہے، بڑی بڑی دعوتوں سے نوازا جاتا ہے، اور وداعی مصافحہ میں بڑی بڑی رقموں سے جیب بھرا جاتا ہے۔

بعد میں جب اس کی چکر بازی اور غلط حرکت ظاہر ہوتی ہے تب کف افسوس ملتے ہیں، مگر

ع جب چڑیا چن جائے کھیت اب پچتائے کیا ہوئے

بعض بے شرم بلکہ صحیح معنی میں دیوث کہے جانے والے کس قدر بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ: اپنی بیوی' بیٹی اور بہن کو بلا پردہ اور کبھی کبھار تو اکیلے میں اس ظالم عامل کے حوالہ کر دیتے ہیں، پھر جو واقعات رونما ہوئے اور ہو رہے ہیں ان سے اہل نظر ناواقف نہیں ہیں۔

بہت ہی بچنے کی ضرورت ہے اور اہل علم کو خصوصا، ان بناوٹی عاملوں سے خود بھی بچیں اور عوام کو بھی بچانے کی بھر پور کوشش کریں، جمعہ کے بیانات ہوں یا مدارس کے سالانہ و

بخاری کے جلسے، یا اور کوئی موقع ہو پوری قوت و ہمت سے اس موضوع کو بیان کریں، اور دلی درد سے لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلائیں اور اس کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں اس میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے عوام وعلماء کو عاملوں اور سحر ونظر کے وسوسوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً بعض اوقات سحر اور نظر بد کا اثر ہوتا ہے، اور اس کے علاج کے لئے کسی صحیح عامل جو حقیقی معنی میں عامل ہو، اور اس فن سے پوری واقفیت بھی رکھتا ہو، ساتھ ہی دیندار اور پابند شرع ہو تو ان سے علاج کرانے کی گنجائش ہے، مگر اہل علم کی تو زیادہ توجہ دعاؤں کی طرف ہونی چاہئے اور حتی الامکان تعویذ گنڈوں سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔

اسی بے احتیاطی کی وجہ سے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھوں۔ اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو قبول فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۳ رصفر المظفر ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۲۳ ر اکتوبر ۲۰۱۸

منگل

....

مقدمہ

تعویذ، تمیمہ، ودعۃ اور نشرۃ کے معنی......تمیمہ اور رقیہ میں فرق

تعویذ: لغت میں ''عاذ یعوذ عوذا'' سے ''عوّذ'' کا مصدر ہے، جس کا معنی پناہ لینا ہے۔ کہا جاتا ہے: '' فلان عوذ لک ''یعنی فلاں شخص تمہارے لئے جائے پناہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے: ''عذت بفلان، استعذت به ''یعنی میں نے فلاں کی پناہ لی۔ ''وهو عياذی'' یعنی وہ میری جائے پناہ ہے، ''العوذ''' اس چیز کو کہتے ہیں جس کی کسی چیز سے پناہ لی جائے۔ ''عوذة 'تعويذة' اور ''معاذة'' یہ ہم معنی ہیں، اور منتر کے معنی میں آتے ہیں جن کو پڑھ کر خوف یا جنون کے وقت کسی انسان کو جھاڑا جاتا ہے، ان کی جمع ''عُوذ ' تعاويذ ''اور ''معاذات'' ہے۔ اصطلاح میں لفظ تعویذ: منتر اور تعویذ وغیرہ کو کہتے ہیں، خواہ جائز یا ناجائز

(مختار الصحاح، تاج العروس، متن اللغة، المفردات للراغب الاصفهانی)

لغت میں ''تمیمہ'' کا معنی تعویذ ہے، جو انسان کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: وہ گھونگھے وغیرہ سے بنے ہوئے ہار تھے جنہیں عرب اپنے بچوں کے گلے میں لٹکایا کرتے تھے، وہ اپنے گمان کے مطابق اس کے ذریعہ نظر بد سے بچاؤ کرتے تھے۔

(لسان العرب، الصحاح، النهاية لابن الاثير، ماده : تميم)

فقہاء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ: وہ ایسا کاغذ ہے جس پر قرآنی آیات یا دوسری کوئی چیز لکھی جاتی ہے، اور اس کو انسان کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے۔

(الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ص۹۵ ج۱۔ الشرح الصغیر ص۷۶۹ ج۴۔ نهاية المحتاج ص۱۱۱ ج۱۔ اسنی المطالب ص۶۰ ج۱۔ موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۵۴ ج، مادہ: تمیمہ)

رقیہ اور تمیمہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ: رقیہ وہ شئی ہے جو قرآن وغیرہ پڑھ کر کیا

جائے۔اور تمیمہ وہ کاغذ ہے جس میں کچھ لکھ دیا جائے ، دوسرے الفاظ میں اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ رقیہ: پڑھا جانے والا تعویذ ہے،اور تمیمہ :لکھا ہوا تعویذ ہے۔

(الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع ص۹۵ ج۱۔ الشرح الصغیر ص۷۶۹ ج۴۔

موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۵۴ ج، مادہ:تمیمہ)

ودعۃ : ایک سفید قسم کی چیز ہوتی ہے جو سمندر وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے،اور بچوں وغیرہ کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔

تنشیر : کا معنی پڑھ کر دم کرنا یا تعویذ لکھنا ہے۔اور اصطلاح میں نشرہ اس عمل کو کہتے ہیں کہ:اسمائے حسنی میں سے کوئی اسم یا قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی جائے ، پھر پانی سے اس کو دھویا جائے ، پھر اس پانی کو مریض کے جسم پر چھڑکا جائے یا اسے پلایا جائے ، یا قرآن کریم کی کوئی آیت یا سورہ یا کوئی دوسری دعا کسی برتن پر لکھی جائے اور اسے دھو کر مریض کو پلایا جائے ، یا اس حاملہ عورت کو پلایا جائے جس کو ولادت میں دشواری ہو۔

(موسوعہ فقہیہ ص۵۳ ج۔مادہ:تعویذ)

تفل ، نفث ، نفخ کے معنی

’’تفل ‘‘اس پھونک کو کہتے ہیں:......جس میں تھوک کی بھی آمیزش کی ہو۔

’’نفث ‘‘اس پھونک کو کہتے ہیں:......جس میں تھوک نہ ہو،لہذا’’تفل ‘‘ تھوک کے مشابہ ہے،اس فرق کے ساتھ کہ’’تفل ‘‘میں تھوک کی مقدار کم ہوتی ہے۔ان کی ترتیب یہ ہے کہ: پہلے درجہ میں’’بزق ‘‘ ہے،اس کے بعد’’نفخ‘‘لہذا’’تفل ‘نفث ‘‘اور’’نفخ ‘‘یہ سبھی کبھی تعویذ کے موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں۔

(نیل الاوطار ص۲۱۲ ج۸۔عمدۃ القاری ص۱۸۴ ج۴۔موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۵۲ ج۱۳، مادہ:تعویذ)

’’رقیہ‘‘ اور ’’نظرۃ‘‘ کے معنی اور اجازت وممانعت کی روایات میں تطبیق

’’رقیہ‘‘ کے معنی ایسے جھاڑ پھونک کے ہیں، جس کے ذریعہ پریشان زدہ لوگوں کو آفت سے بچانا مقصود ہو۔ (النہایۃ لابن اثیر ص۲۵۴ ج۲)

الرقیۃ: کہا جاتا ہے: ’’رقاہ الراقی رقیا و رقیۃ ‘‘یعنی اس نے اس کو تعویذ دیا، یا اس کے تعویذ میں دم کردیا۔

فقہاء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ: شفاء کے حصول کے لئے بطور جھاڑ پھونک کے جو دعا کی جائے وہ رقیہ ہے۔

(المغرب للمطرزی ، مادہ : تمیم۔حاشیہ ابن عابدین ص۲۳۲ ج۵۔۱ حاشیۃ العدوی علی شرح الرسالۃ ص۴۵۲ ج۲۔موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۵۴ ج، مادہ: تمیمہ)

’’رقیہ‘‘ کے سلسلہ میں دونوں طرح کی روایتیں آئی ہیں، بعض جائز ہونے کو بتاتی ہیں، اور بعض ناجائز ہونے کو۔ شارحین حدیث نے دونوں میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، ایک رائے یہ ہے کہ: عربی زبان کا ’’رقیہ‘‘ درست ہے، دوسری زبانوں کا نہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر رقیہ کو بذات خود نافع مان لے اور اسی پر توکل کرلے تو ممانعت ہے ورنہ جائز ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ اگر رقیہ میں مشرکانہ کلمات ہوں تو جائز نہیں، ایسے کلمات نہ ہوں بلکہ دعا ہو، اللہ تعالی کے اسماء حسنی یا قرآن کے ذریعہ رقیہ ہو تو جائز ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بعض دفعہ رقیہ کے کلمات سنے اور پھر اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پس رقیہ کی ممانعت اصل میں اس وقت ہے جب کہ اس عقیدۂ اسلامی کے خلاف مشرکانہ کلمات شامل ہوں، اور اوپر اہل علم کی جو توجیہات نقل کی گئی ہیں ان سب کا اصل منشاء ومقصد یہی ہے۔ (النہایۃ لابن اثیر ص۲۵۵ ج۲)

''نظرۃ'' کے معنی نظر لگنے کے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ: نظر لگنے سے نقصان تو ہوتا ہے، لیکن اس سے ہلاکت واقع نہیں ہوتی، اور یقین کے ساتھ کسی کو کہا بھی نہیں جا سکتا کہ کس کو نظر لگی ہے اور کس کی نظر لگی ہے؟

نظر لگنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کی نظر لگ جائے وہ بدخواہ ہی ہو، کوئی چیز نگاہ کو بہت اچھی لگے اس سے بھی نظر لگ سکتی ہے، اس لئے جب کوئی چیز اچھی لگے تو حکم ہے کہ: ''ماماشاء الله'' کہے۔ (قاموس الفقہ ص۱۹۹ ج۵۔عنوان: نظر)

نقصان' نظر' اور موت کے سوا ہر تکلیف سے حفاظت کا ذریعہ: ما شاء الله

(۱):......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ اس کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے اچھی لگے اور اس نے کہا: ''ما شاء الله لا قوة الا بالله'' تو اس کو نقصان نہیں ہوگا۔

(کنز العمال ، رقم الحدیث:۱۷۶۷۰۔جمع الجوامع ، رقم الحدیث:۲۱۹۴۶۔شعب الایمان، رقم الحدیث:۴۳۷۰۔الکامل لابن عدی ص۳۴۶ ج۴)

(۲):......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگے اور اس نے کہا: ''ما شاء الله لا قوة الا بالله'' تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔

(عمل الیوم واللیلة ، لابن السنی ، رقم الحدیث:۲۰۷۔ الجامع الصغیر ، رقم الحدیث:۸۶۸۴)

(۳):......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس کے اہل یا مال یا اولاد میں سے کوئی نعمت اس پر انعام فرمائی

اوراس نے کہا:’’ما شاء الله لا قوة الا بالله‘‘تو وہ ان نعمتوں میں موت کے سوا کوئی آفت نہیں پائے گا۔(شعب الایمان، رقم الحدیث:۴۳۶۹)

’ما شاء الله‘ کہنے کا حکم

(۴):......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور وہ اسے اچھی لگے تو اس کو چاہئے کہ وہ:’’ما شاء الله لا قوة الا بالله‘‘ کہے۔

نوٹ:...... ہر چند کہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، مگر اس کا مضمون قرآن مجید کے مطابق ہے۔(الفردوس بماثور الخطاب، رقم الحدیث:۵۶۹۷)

....

تعویذ کی اجازت کی روایات

آپ ﷺ نے نظر بد کا اثر دور کرنے کے لئے جھاڑ پھونک حکم دیا

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمرنی أن استرقی من العین۔

(مسلم، باب استحباب الرُّقیة من العین والنملة والحمة والنظرة ، کتاب السلام ، رقم الحدیث: ۲۱۹۵)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ مجھے حکم دیتے تھے کہ: میں نظر بد کا اثر دور کرنے (کے لئے) جھاڑ پھونک کروں۔

(۲)......عن ام سلمة رضی الله عنها : انّ النبی صلی الله علیه وسلم رأی فی بیتها جاریة فی وجهها سفُعةٌ ، فقال : استرقوا لها ، فان بها النّظرة۔

(بخاری، باب رقیة العین ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۳۹)

ترجمہ:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر منتر پڑھواؤ (یعنی اس کے لئے جھاڑ پھونک کراؤ) کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔

آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے

(۳)......عن انس رضی الله عنه قال : رخّص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الرُّقیة من العین و الحمة والنملة۔

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک کے ذریعہ نظر بد یا ڈنک اور نملہ کا علاج کرنے کی رخصت دی ہے۔

(مسلم، باب استحباب الرُّقية من العين والنملة والحمة والنظرة ، كتاب السلام ، رقم الحديث: ۲۱۹۶)

تشریح:......سانپ یا بچھو کے کاٹنے سے زہر کا اثر ہوتا ہے، اسے ڈنگ کہتے ہیں۔

نملہ اصل میں چیونٹی کو کہتے ہیں، لیکن یہاں وہ پھوڑا مراد ہے جو آدمی کے پہلو میں ہوجایا کرتا ہے۔اس پھوڑے میں ایسا محسوس ہوتا کہ چیونٹی رینگ رہی ہے، اسی مناسبت سے اسے نملہ کہتے ہیں۔

(۴)......عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه قال : سألت عائشة رضى الله عنها عن الرقية من الحمة فقالت : رخص النّبى صلى الله عليه وسلم الرقية من كل ذى حمة۔(بخاری، باب رقية الحية والعقرب ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۵۷۴۱)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانوروں کے ڈنک سے دم کرانے کے متعلق سوال کیا،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ نے زہریلے جانور کے ڈسنے سے دم کی اجازت دی ہے۔

نظر لگنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے منتر کیوں نہیں کرتے؟

(۵)......انّ عروة بن الزبير رضى الله عنه : حدّثه انّ رسول الله صلى الله عليه و سلم دخل بيت امّ سلمة [رضى الله عنها] زوج النبى صلى الله عليه وسلم ، وفى البيت صبى يبكى ، فذكروا له ان به العين ، قال عروة : فقال رسول الله صلى الله

علیه وسلم : الا تسترقون له من العین۔

(مؤطاامام مالک (شرح اردوص۶۵۶ ج۲)، باب الرّقیة من العین ، کتاب الجامع ، رقم الحدیث: ۲۹۳۹)

ترجمہ:......حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور گھر میں ایک لڑکا رو رہا تھا، لوگوں نے کہا: اس کو نظر لگ گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے منتر کیوں نہیں کرتے ؟۔

آپ کا حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو منتر سکھانے کا حکم فرمانا

(۶)......عن الشفاء بنت عبد الله رضی الله عنها قالت : دخل علیَّ النّبی صلی الله علیه وسلم وانا عند حفصة رضی الله عنها ، فقال لی : ألا تُعلِّمِیْنَ هذه رُقیةَ النَّملةِ ، کما علَّمْتِیها الکِتابَة۔ (ابوداوٗد، باب ما جاء فی الرُّقی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۸۷)

ترجمہ:......حضرت شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: (ایک دن) میں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ: کیا تم ان کو (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو) نملہ کا منتر نہیں سکھا دیتیں؟ جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا ہے۔

منتر میں شرک نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں

(۷)......عن عوف بن مالک الاشجعی رضی الله عنه قال : کنّا نرقی فی الجاهلیة فقلنا : یارسول الله !کیف تری فی ذلک ؟ فقال : اعرضوا علیّ رُقاکُم ، لابأس بالرُّقی ما لم یکن فیه شرک۔

(مسلم، باب لابأس بالرُّقی ما لم یکن فیه شرک ، کتاب السلام ، رقم الحدیث:۲۲۰۰)

ترجمہ:......حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم جاہلیت میں (جھاڑ پھونک کے ذریعہ) منتر پڑھا کرتے تھے، پھر (جب اسلام کا زمانہ آیا تو) ہم نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! آپ ان منتروں کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان منتروں کو پڑھ کر سناؤ، جب تک ان میں شرک نہ ہو، ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸)......عن جابر رضی الله عنه قال : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرُّقى ، فجاء آلُ عَمرو بن حَزْم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقالوا: يا رسول الله ! انه كانت عندنا رقية نَرقى بها من العَقْرب ، وانك نَهيتَ عن الرُّقى ، قال : فعَرَضوها عليه ، فقال : ما أرى بأسا ، من استطا ع منكم ان ينفع اخاه فَلْيَنْفَعْه۔

(مسلم، باب استحباب الرُّقية من العين والنملة والحمة والنظرة ، كتاب السلام ، رقم الحديث: ۲۱۹۹)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے منتر پڑھنے اور پھونکنے سے منع فرمادیا، تو عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگ (جو منتروں کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرتے تھے) حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک منتر ہے، جس کو ہم بچھو کے کاٹنے پر پڑھا کرتے تھے، اب آپ نے منتروں سے منع فرمادیا ہے، اس کے بعد انہوں نے منتر کو پڑھ کر آپ ﷺ کو سنایا (تاکہ آپ ﷺ اس منتر کو درست یا غلط ہونے کا فیصلہ فرمائیں) آپ ﷺ نے (منتر کو سن کر) فرمایا کہ: میں اس منتر میں کوئی حرج نہیں دیکھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو وہ ضرور نفع پہونچائے۔ (خواہ جھاڑ پھونک کے ذریعہ اور خواہ کسی اور طرح سے بشرطیکہ اس میں کوئی

خلاف شرع بات نہ ہو)۔

منتر کا اثر تو بس نظر یا زہریلے جانور کے ڈنگ ہی پر ہوتا ہے

(۹)......عن عمران بن حصین رضی الله عنهما : عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا رُقیة الا من عین أو حُمَةٍ۔

(ابوداؤد، باب فی تعلیق التمائم ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۸۴۔ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی ذلک ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۲۰۵۷۔بخاری، باب من اکتوی او کوی غیره وفضل من لم یکتو ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۰۵)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:منتر یعنی جھاڑ پھونک کا اثر تو بس نظر یا زہریلے جانور(جیسے بچھو وغیرہ کے)ڈنگ ہی پر ہوتا ہے۔

(۱۰)......عن انس رضی الله عنه قال : قال النّبی صلی الله علیه وسلم : لا رقیة الا من عین او حمة او دم یرقأ۔

(ابوداؤد، باب ما جاء فی الرقی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۸۹)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:منتر تو بس نظر یا زہریلے ڈنگ اور خون پر اثر کرتا ہے۔

آپ ﷺ کے بال مبارک سے نظر بد کا علاج

(۱۱)......عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال : ارسلنی اهلی الی ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم بقدح من ماء– وقبض اسرائیل ثلاث اصابع– من فضة فیه شعَر من شعَر النبی صلی الله علیه وسلم ، وکان اذا اصاب الانسان عین او شیء

بعث الیها مِخْضَبَهُ ' فَاطَّلَعْتُ فی الجُلجُلِ ' فرایتُ شعَرات حمرا۔

(بخاری، باب ما یذکر فی الشیب ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۵۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت اسماعیل بن عبداللہ بن موہب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: مجھے میرے گھر والوں نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ میں پانی دے کر بھیجا (حدیث کے راوی حضرت) اسرائیل (رحمہ اللہ) نے تین انگلیاں بند کرلیں، اس چاندی کی ڈبیہ میں نبی کریم ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال (مبارک) تھے۔ (حضرت عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:) جب کسی شخص کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو وہ اپنا پانی کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا (وہ اس پانی میں اس ڈبیہ کو ڈبو دیتیں جس میں نبی کریم ﷺ کے بال مبارک تھے۔ حضرت عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ:) میں نے شیشی کو دیکھا تو اس میں سرخ بال تھے۔

تشریح:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ ﷺ کے بالوں میں سے چند بال مبارک تھے، جب لوگ بیمار ہوتے تو ان بالوں سے تبرک حاصل کرتے اور ان کی برکت سے ان کو شفا ہوتی۔

''وقبض اسرائیل ثلاث اصابع'' یہ جملہ معترضہ ہے، اسرائیل بن یونس نے حدیث سمجھانے کے لئے تین انگلیوں سے اشارہ کیا، اس جملہ میں اس کا ذکر ہے۔

اس حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ چاندی کا پیالہ استعمال کرنا تو جائز نہیں۔

(ا)......اس کا جواب یہ دیا گیا کہ: یہ خالص چاندی کا نہیں تھا، صرف اس پر چاندی کا کچھ کام ہوا تھا۔

(ب)......یا خالص چاندی کا تھا، لیکن اس طرح کے چاندی کے چھوٹے برتن کے استعمال

کوحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جائز سمجھتی تھیں۔

(ج)......اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کھانے پینے کے لئے اس کو استعمال نہیں کرتی تھیں، صرف حضور ﷺ کے بال مبارک اس میں رکھے گئے تھے۔ چاندی کے برتن میں اس طرح کی کوئی چیز محفوظ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے! کشف الباری ص ۲۵۵، کتاب اللباس۔

نظر لگنا حق ہے اور آپ ﷺ کا نظر لگنے پر علاج

(۱۲)......عن ابی امامة بن سهل بن حنيف رضى الله عنه قال : رأى عامر بن ربيعة سهل بن حُنيف يغتسل ، فقال: [والله] ما رأيت كاليوم ولا جلد مُخْبَأةٍ ، فَلُبِطَ سهل فـأُتِـي رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقيل : يا رسول الله ! هل لک فی سهل بن حُنيف والله ما يرفع رأسه ، فقال : هل تَتَّهِمون له احدا ؟ فقالوا : نَتَّهِم عامر بن ربيعة ، قال فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عامرا ، فتغيَّظ عليه وقال : عَلامَ يقتل احدكم اخاه ، الّا برّكتَ ، اِغْتَسِلْ له ، فغسل عامر وجهه ويديه ومِرفَقَيه ورُكبتيه واَطْراف رِجلَيه ودَاخلةَ ازاره فی قَدَح ، ثمّ صُبَّ عليه ، فراح سهل مع الناس ليس له بأس۔

(موطا امام مالک (شرح اردو ص۶۵۴ ج ۲) ، باب الوضوء من العين ، كتاب الجامع ، رقم الحديث: ۲۹۳۷)

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے (میرے والد) حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نہاتے ہوئے دیکھا، تو کہنے لگے کہ: خدا کی قسم (سہل رضی اللہ عنہ کے جسم اور ان کے رنگ وروپ کے کیا

کہنے) میں نے تو آج کے دن کی طرح (کوئی خوبصورت بدن کبھی) نہیں دیکھا، اور پردہ نشین (خوبصورت عورت) کی بھی کھال (سہل رضی اللہ عنہ کی کھال جیسی نازک وخوش رنگ) نہیں دیکھی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (عامر رضی اللہ عنہ کا) یہ کہنا تھا کہ ایسا محسوس ہوا (جیسے) سہل کو گرادیا گیا (یعنی ان کو عامر رضی اللہ عنہ کی ایسی نظر لگی کہ وہ فوراً غش کھا کر گر پڑے) چنانچہ ان کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، اور عرض کیا گیا کہ: یارسول اللہ! آپ سہل (رضی اللہ عنہ) کے علاج کے لئے کیا تجویز فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم یہ تو اپنا سر بھی اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے سہل رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ: کیا کسی شخص کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ اس نے ان کو نظر لگائی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: (جی ہاں) عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ انہوں نے نظر لگائی ہے، راوی فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو سخت سست کہا اور فرمایا کہ: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں مار اڈالنے کے درپے ہوتا ہے؟ تم نے سہل رضی اللہ عنہ کو برکت کی دعا کیوں نہیں دی؟ (یعنی اگر تمہاری نظر میں سہل رضی اللہ عنہ کا بدن اور رنگ وروپ اچھا لگا تو تم نے یہ الفاظ کیوں نہ کہے: بارک اللہ علیک، تاکہ ان پر تمہاری نظر کا اثر نہ ہوتا) پھر آپ ﷺ نے عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ (تم سہل رضی اللہ عنہ کے لئے اپنے اعضاء کو) دھوؤ اور اس کو اس پر ڈال دو، چنانچہ عامر رضی اللہ عنہ نے ایک برتن میں اپنا منہ، ہاتھ، کہنیاں گھٹنے، دونوں پاؤں کی انگلیاں کے پورے اور زیر ناف جسم (یعنی ستر، ران اور کولھوں) کو دھویا اور پھر وہ پانی جس سے عامر رضی اللہ عنہ نے یہ تمام اعضاء دھوئے تھے، سہل رضی اللہ عنہ پر ڈالا گیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ سہل رضی اللہ عنہ فوراً اچھے ہوگئے اور اٹھ کر لوگوں کے ساتھ

اس طرح چل پڑے، جیسے ان کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

تعویذ اور دواء وعلاج اللہ تعالی کی تقدیر میں شامل ہیں

(۱۳)......عن ابی خِزامة عن ابیه قال : سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم : قلت یا رسول الله ! ارایت رقی نسترقیها و دواء نتداوی به وتقاةً نتقیها هل ترد من قدر الله شیئا قال : هی من قدر الله۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الرُّقی والادویة ، ابواب الطب ، رقم الحدیث:۲۰۶۵)

ترجمہ:......حضرت ابوخزامہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ جھاڑ پھونک جس کو ہم کرواتے ہیں، اور وہ دوائیں جن کے ذریعہ ہم علاج کرتے ہیں، اور وہ پرہیز جن کو ہم برتتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ تعالی کی تقدیر کو کچھ بدل سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سب چیزیں اللہ تعالی کی تقدیر میں شامل ہیں۔

تشریح:......تقدیر کا اللہ تعالی کی صفت ہونے کے اعتبار سے تو مطلب یہ ہے کہ: ہر چیز ازل سے طے ہے، اور اللہ تعالی جانتے ہیں، مگر بندوں کے اعتبار سے تقدیر میں اسباب و مسببات کا پورا سلسلہ شامل ہے۔ جھاڑ پھونک، علاج ومعالجہ اور احتیاطی تدابیر یہ سب صحت کے اسباب ہیں، اور یہ بھی تقدیر میں شامل ہیں۔ ہر چیز مقدر ہے مگر تقدیر اجمالی نہیں بلکہ اسباب بھی تقدیر میں شامل ہیں، اس لئے دارالاسباب میں اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں، تاکہ ان سے مسببات پیدا ہوں، اس لئے سائل کا یہ سوال کہ یہ باتیں تقدیر کو پھیر سکتی ہیں؟ بے معنی ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں تقدیر میں شامل ہیں۔ (تحفۃ الالمعی ص۵۱۰ ج۵)

(۱۴)......دُخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بِابْنَیْ جعفر بن ابی طالب ،

فقال : لحاضِنَتِهما : مالی أراهُما ضارِعَین ، فقالت حاضِنتُهما یا رسول الله ! انه تسرع الیهما العین ولم یمنَعُنا اَن نسترقِیَ لهما الّا انّا لا ندری ما یُوافِقک من ذلک ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : استرقوا لهما فانّه لو سبق شیء القدر لسبقَتُه العینُ ۔(مؤطاامام مالک(شرح اردوص۶۵۵ج۲)، باب الرّقیة من العین ، کتاب الجامع ، رقم الحدیث:۲۹۳۸)

ترجمہ:......حضرت جعفربن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے،آپ نے ان کی دایہ سے فرمایا: کیوں یہ لڑکے دبلے ہیں؟ وہ بولی: یارسول اللہ! ان کونظر لگ جاتی ہے،اور ہم نے منتر اس واسطے نہ کیا کہ معلوم نہیں آپ ان کو پسند کرتے ہیں یانہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:منتر کرو،ان دونوں کے لئے اگرکوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھتی تو نظر بڑھتی۔

(۱۵)......عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : العین حق ، ولو کان شیء سابَقَ القدرَ سبقَتُه العین ، واذا استُغسِلُتم فاغسلوا۔

(مسلم، باب الطب والمرض والرقی ، کتاب السلام ، رقم الحدیث:۲۱۸۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:نظر کا لگ جاناحق ہےاوراگرکوئی چیز تقدیر پرسبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظرتھی، جو اس سے سبقت کرجاتی ، جب تم سے (نظر کے علاج کے لئے)غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائےتوغسل کرلو۔

گلے میں تعویذ لٹکانا

(۱۶)......عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنهم : انّ رسول الله

صلى الله عليه وسلم كان يُعلِّمُهم من الفَزَع كلماتٍ :" اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَـضَبِـهِ ' وَشَـرِّ عِبَـادِهِ ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ، وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ " وكان عبد الله بن عمرو يُعلِّمُهنَّ مَن عَقَل من بنيه ، ومن لم يَعْقِل كتبه ' فَاَعْلَقَه عليه۔

(ابوداؤد، باب كيف الرُّقى ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۳۸۹۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوف کے موقع پر: '' اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ ' وَشَرِّ عِبَادِهِ ، وَمِنْ هَـمَـزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ، وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ '' پڑھنے کی تعلیم فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اپنے بڑے اور سمجھ دار بچوں کو یہ دعا سکھلاتے اور چھوٹے و ناسمجھ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکایا کرتے تھے۔

تشریح:......''ترمذی شریف'' کی روایت میں ہے کہ:''كتبها في صَكٍ ثم علّقها في عُنُقه''۔(ترمذی، باب [دعاء الفزع في النوم] ابواب الدعوات ، رقم الحديث:۳۵۲۸)

یعنی کسی کاغذ پر لکھ کر اس کو گلے پر لٹکایا کرتے تھے۔

''صک'' کے معنی ہیں: کوئی بھی تحریر۔(تحفۃ الالمعی ص۱۸۴ج۸)

(۱۷)......عن يونس بن خباب قال : سألت ابا جعفر عن التعويذ يعلّق على الصبيان؟ فرخص فيه ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ج۱۲، باب من رخص في تعليق التعاويذ ،كتاب الطب : رقم الحديث :۲۴۰۱۷)

ترجمہ:......حضرت یونس بن خباب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنے کے بارے میں سوال کیا (کہ یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟) تو آپ نے اس کے بارے میں اجازت عطا فرمائی۔

ممانعت کی روایات

تعویذ، گنڈے، منتر وغیرہ سب شرک ہیں

(۱)......عن زینب امرأة عبد الله بن مسعود رضی الله عنها : عن عبد الله رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ان الرُّقی والتّمائم و التِّوَلَة شـرک ، قالت : قلتُ : لِم تقول هذا ؟ والله لقد کانت عینی تقذف ، فکنت اختلف الـی فـلان الیهـودیِّ یَرقینی ، فاذا رقانی سکَنَتْ ، فقال عبد الله رضی الله عنه : انّما ذلک عـمل الشیطان، کان یَنخَسُها بیده ، فاذا رقاها ، کفّ عنها ، انّما یکفیکِ ان تـقـولـی کـما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔

(ابوداؤد، باب فی تعلیق التمائم ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۸۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک تعویذ، گنڈے، تولہ (منتر) وغیرہ سب شرک ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے کہا کہ: آپ یہ بات کس طرح فرمارہے ہیں؟ خدا کی قسم میری آنکھ (درد کی وجہ سے) نکلی پڑی تھی، اور میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی، اس یہودی نے جب منتر پڑھ کر آنکھ کو دم کیا تو آنکھ کو آرام مل گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس درد کا اچھا ہوجانا منتر کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ (حقیقت میں) وہ شیطان کا کام تھا، شیطان تمہاری آنکھ کو دبایا کرتا تھا (جس سے تمہیں درد محسوس ہوتا تھا) پھر جب منتر پڑھا گیا تو شیطان اس عمل سے رک گیا۔ تمہارے لئے وہ دعا بالکل کافی تھی جو

رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے : اے لوگوں کے رب ! آپ ہماری بیماری کو دور فرما دیجئے اور شفاء دے دیجئے ، اس لئے کہ آپ ہی شفا دینے والے ہیں، آپ کی شفا کے علاوہ شفا نہیں ہے، ایسی شفاء جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔

تشریح:......''ابن ماجہ شریف'' کی روایت میں ہے:

ایک بڑھیا ہمارے پاس آیا کرتی تھی ، وہ دم کیا کرتی تھی ، ہمارے پاس ایک تخت تھا جس کے پائے لمبے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب گھر میں تشریف لاتے تو کھنکھارتے اور آواز دیتے ، ایک روز وہ اندر تشریف لائے ، جب بڑھیا نے ان کی آواز سنی تو وہ پردہ میں ہوگئی ، آپ تشریف لائے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے ، انہوں نے مجھے ہاتھ لگایا تو ایک دھاگا ان کو محسوس ہوا.......انہوں نے اسے کھینچ کر توڑ دیا اور پھینک دیا۔

(ابن ماجہ، باب تعلیق التمائم ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۵۳۰)

عورتیں اپنے شوہر کو محبوب بنانے کے لئے اور اپنا مطیع کرنے کے واسطے جو تعویذ کرتی ہیں اسے ''تِوَلَة'' کہتے ہیں۔

اہل علم کو اس حدیث پر خوب غور کرنا چاہئے ، کہ آپ وارث الانبیاء ہیں، اگر آپ ہی تعویذ گنڈوں میں پھنس گئے تو امت کا کیا حال ہوگا؟

سفلی عمل ''نُشْرَة'' شیطانی کام ہے

(۲)......عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه قال : سُئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النُّشْرَة ، فقال : هو من عمل الشيطان۔

(ابوداؤد، باب فی النشرة ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۶۷)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے نشرہ کے بارے

میں سوال کیا گیا،تو فرمایا کہ: وہ شیطانی کام ہے۔

تشریح:......''نشرۃ''ایک قسم کا سفلی عمل ہے جو آسیب کے دفعیہ کے لئے کیا جاتا ہے۔اور قاموس میں ہے کہ:''نشرۃ''ایک رقیہ یعنی منتر ہے جس کے ذریعہ مجنون ومریض کا علاج کیا جاتا ہے۔حاصل یہ کہ''نشرۃ''کے لفظی معنی منتر یا تعویذ کے ہیں،لہذا جس''نشرۃ'' کو شیطان کا کام فرمایا گیا ہے،اس سے مراد وہ منتر ہوگا جو اسمائے الٰہی ،قرآنی آیات اور منقول دعاؤں پر مشتمل نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہ زمانۂ جاہلیت کے ان عملیات میں سے ایک عمل تھا۔(مظاہر حق ص۲۷۶ج۴)

آپ ﷺ کا ارشاد کہ: میں گلے میں تعویذ ڈالنے سے لاپرواہ ہوں

(۳)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما یقول : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ما اُبالی ما اتیتُ اِن انا شربتُ تِریاقاً ، أو تعلّقتُ تمیمةً ، أو قلتُ الشِّعرَ من قِبَل نفسی۔(ابوداؤد، باب فی التریاق ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۶۹)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میں ہر عمل سے لاپرواہ ہوں اگر میں تریاق پیئوں، یا گلے میں منکا ڈالوں اور یا میں اپنے دل سے اور اپنے قصد وارادہ سے شعر لکھوں۔

تشریح:......مطلب یہ ہے کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی بھی چیز مجھ سے سرزد ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میرا شمار ان لوگوں میں سے ہو جو ہر عمل سے لاپرواہ ہوتے ہیں، یعنی وہ کسی بھی کام کو کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ آیا ان کو یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں؟نتیجۃً وہ نامشروع اعمال وحرکات سے پرہیز نہیں کرتے۔گویا اس ارشاد گرامی سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ان چیزوں کو اختیار کرنا اسی شخص کا کام ہوسکتا ہے جو نامناسب چیزوں اور غیر

مشروع اعمال کو اختیار کرنے کے غیر پابند اور لا پرواہ ہوتے ہیں۔(مظاہر حق ص ۲۷۷ ج ۴)

یہ حدیث بھی وارث الانبیاء اہل علم کے لئے بڑی توجہ کے قابل ہے، علماء کی شان یہ ہونی چاہئے کہ خود بھی ادھر ادھر کے عملیات اور اس زمانہ کے اکثر بناوٹی عاملوں کے پیچھے پڑنے سے پرہیز کریں اور عوام کو بھی اس کی تاکید کریں، ہائے افسوس، امت کو جگانے والے ہی سو گئے ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

یعنی سوئے ہوئے کو سویا ہوا کب جگا سکتا ہے۔ اور ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جس شخص نے داغ دلوایا، یا منتر پڑھوایا تو وہ توکل سے بری ہوا

(۴)......عن مغیرة بن شعبة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه و سلم : من اکتوی أو استرقی فهو بریءَ مِن التّوکّل ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة الرقیة ، ابواب الطب ، رقم الحدیث:۲۰۵۵)

ترجمہ:......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے داغ لگوایا، یا منتر پڑھوایا تو وہ توکل سے بری ہوا۔

جو شخص کوئی چیز لٹکاتا ہے تو وہ اسی چیز کے سپرد کر دیا جاتا ہے

(۵)......عن عیسی بن حمزة قال : دخلت علی عبد الله بن عکیم ابی معبد الجهنی رضی الله عنه اعوده و به حمرة ، فقلت الا تُعلِّق شیئا ؟ قال : الموت اقرب من ذلک ، قال النبی صلی الله علیه وسلم : من تعلَّق شیئا وُکِل الیه۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة التعلیق ، ابواب الطب ، رقم الحدیث:۲۰۷۲)

ترجمہ:......حضرت عیسی بن حمزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (ایک دن) میں حضرت عبداللہ

بن عکیم رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لئے گیا تو (دیکھا کہ) ان کا بدن سرخی کی بیماری میں مبتلا تھا، میں نے کہا کہ: آپ تعویذ کیوں نہیں باندھ لیتے؟ انہوں نے فرمایا کہ: اس سے مرجانا بہتر ہے، (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص کوئی چیز لٹکاتا ہے، یا (باندھتا) ہے تو اسی وہ چیز کے سپرد کردیا جاتا ہے۔

تعویذ لٹکانے والے پر بددعا

(۶)......عن عقبة بن عامر رضى الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من يُعلِّق تميمة فلا أتم الله له ، ومن يعلق ودعةً فلا ودع الله له۔

(مجمع الزوائد ص۱۲۳ ج ۵، باب فيمن يعلق تميمة أو نحوها ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۸۳۹۹۔ معجم طبرانی (کبیر) ص ۲۹۷ ج ۱۷، ابو المصعب مشرح بن هاعان عن عقبة ، رقم الحديث:۸۱۹)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جو تعویذ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے۔ جو سیپ (یا کوڑی) لٹکائے پس اللہ تعالیٰ اس کو نہ چھوڑے۔

بازو پر پیتل کا چھلہ باندھنے پر ناکامی اور غیر فطرت پر مرنے کی وعید

(۶)......عن عمران بن حصين رضى الله عنه : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ابصر على رجل حلقة ، أراه قال : من صفر ، قال : ويحک ما هذه ؟ قال : من الواهنة ، قال : أما انها لا تزيدک الّا وهنا ، اَنبِذْها عنک ، فانّک لو مِتَّ وهى عليک ما افلحتَ ابدا۔

(مجمع الزوائد ص۱۲۳ ج ۵، باب فيمن يعلق تميمة أو نحوها ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۸۴۰۲)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک

شخص کے بازو پر پیتل کا چھلہ دیکھا- (راوی فرماتے ہیں کہ:) میرا خیال ہے کہ وہ زرد تھا- آپ ﷺ نے اظہار افسوس فرماتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: واہنہ والی بیماری کی وجہ سے لگایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جو چیز تمہاری کمزوری (وہن) میں اضافہ کرے اسے نکال پھینکو، اگر اس کے رہتے ہوئے تم کو موت آئی تو تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

تشریح:......واہنہ: مونڈھوں اور بازوؤں سے گذرنے والی ایک رگ کو کہتے ہیں، غالبا اسی رگ کی بیماری کو واہنہ کہا جاتا ہے۔ (قاموس الفقہ ص ۵۴۰ ج ۲، عنوان: تمیمہ)

ایک روایت میں ہے: اسے نکال پھینکو، اگر اس کے ہوتے ہوئے اس حال میں تمہاری موت آئی کہ تم اسے اپنے لئے نافع سمجھو تو غیر فطرت پر مروگے:

اَنبِذُها عنک ، فانّک لو مِت وانت ترى انها تنفعک لمت على غير الفطرة۔

(مجمع الزوائد ص ۱۲۴ ج ۵، باب فيمن يعلق تميمة أو نحوها ، كتاب الطب ، رقم الحديث: ۸۴۰۲)

آپ ﷺ کا تعویذ لٹکانے والے کو بیعت نہ فرمانا

(۷)......عن عقبة بن عامر الجهنى رضى الله عنه ، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقبل اليه رهط ، فبايع تسعة وامسک عن واحد ، فقيل له : يا رسول الله ! بايعتَ تسعة و تركتَ هذا ؟ قال : انّ هذا عليه تميمةً ، فادخل يده فقطعها فبايعه ، وقال :من علّق تميمة فقد اشرک۔

(مجمع الزوائد ص ۱۲۲ ج ۵، باب فيمن يعلق تميمة أو نحوها ، كتاب الطب ، رقم الحديث: ۸۳۹۹۔ معجم طبرانی (کبیر) ص ۳۱۹ ج ۱۷، دخين ابو الهيثم كاتب عقبة بن عامر ، رقم الحديث: ۸۸۵)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں (دس آدمیوں کی ایک) جماعت آئی ،آپ ﷺ نے نو آدمیوں سے بیعت لی اور ایک سے بیعت نہیں لی،تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ: اے اللہ کے رسول ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لی اور ایک کو چھوڑ دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے تعویذ لٹکا رکھی ہے،(اس لئے میں نے اس سے بیعت نہیں لی) تو اس شخص نے اپنا ہاتھ (گریبان میں) ڈالا اور اس تعویذ کو پھاڑ دیا،تب آپ ﷺ نے بیعت لی،اور فرمایا: جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا۔

منتر اور ساحرانہ ٹونکے سحر ہیں

(۸)......ثلاث من السحر: الرقی والتولة والتمائم۔

(کنز العمال ، الترهیب عن الرقی ، الطب والرقی والطاعون ، رقم الحدیث:۲۸۴۲۰)

ترجمہ:......تین چیزیں سحر میں سے ہیں: منتر اور ساحرانہ ٹونکے اور لٹکائے جانے والی تعویذات۔

جنت میں بلاحساب داخل ہونے والوں کی صفت تعویذ گنڈے نہ کرنا ہے

(۹)......عن عمران بن حصین رضی الله عنهما قال : لا رُقیة الا من عین او حُمة ، فذکرتُه لسعید بن جبیر رضی الله عنه ، فقال : حدثنا ابن عباس رضی الله عنهما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : عُرِضَتْ عليَّ الاُمَم فجعل النبی و النبیان یمرُّون ، معهُمُ الرهط، والنّبی لیس معه احد ، حتی رفع لی سواد عظیم ، قلتُ : ما هذا ؟ امتی هذه ؟ قیل : بل هذا موسی و قومُه ، قیل : انظر الی الافُق ، فاذا سوادٌ یملأ الافُق ، ثم قیل لی : انظر ها هُنا و ها هُنا – فی آفاق السّماء – فاذا سواد قد ملأ الافُق ، قیل : هذه امتک ، ویدخُل الجنة من هؤلاء سبعون الفا بغیر حِسابٍ ، ثمّ

دخل ولم يبيّن لهم ، فأفاض القومُ و قالوا: نحن الذين اٰمنّا بالله واتّبعنا رسوله ، فنحن همُ أو اَولادنا الّذين وُلدوا فى الاسلام ، فانّا وُلِدنا فى الجاهلية ، فبلغ النبى صلى الله عليه وسلم ، فخرج فقال : هُم الّذين لا يسترقون ولا يتطيّرون ولا يكتوُون وعلى ربّهم يتوكّلون ، الخ۔

(بخاری، باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتو ، كتاب الطب ، رقم الحديث:۵۷۰۵)

ترجمہ:......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے علاوہ اور کسی مرض میں دم کرانا جائز نہیں ہے۔ پھر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اس کا حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ: ہمیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دو دو نبی (علیہم الصلوۃ والسلام) گذرتے رہے، اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت ہوتی تھی، اور ایک نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) ایسے بھی ہوتے تھے جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوتا تھا، حتی کہ پھر میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا: بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کی قوم ہیں۔ کہا گیا: آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں، پس وہاں بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا، پھر مجھ سے کہا گیا: آپ ادھر اور ادھر دیکھئے! یعنی آسمان کے اور کناروں میں، تو پس وہاں بہت عظیم جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا، کہا گیا کہ: یہ آپ کی امت ہے، اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے، اور ان

لوگوں کے متعلق کچھ نہیں فرمایا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں باتیں کرنے لگے اور انہوں نے کہا: ہم ہی وہ لوگ ہیں، ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے اور ہم نے اللہ تعالی کے رسول ﷺ کی پیروی کی، پس ہم ہی وہ لوگ ہیں (جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے) یا پھر ہماری اولاد ہوگی جو اسلام پر پیدا ہوئی، کیونکہ ہم تو زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے، پھر نبی کریم ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کراتے ہوں گے، اور نہ بدفالی نکالتے ہوں گے، اور نہ داغ لگواتے ہوں گے، اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔

تعویذ پر اجرت لینا

(۱۰)......عن خارجة بن ابی الصلت التّمیمی عن عمِّه انّه أتی النبی صلی الله علیه وسلم فأسلم ثمّ اقبل راجعا من عنده ، فمرّ علی قوم عندهم رجل مجنون موثق بالحدید ، فقال اهلُه : انا حُدِّثنا ان صاحِبکم هذا قد جاء بخیر فهل عندکم شیء تُداوُونه ؟ فرقَیتُه بفاتحة الکتاب ، فبرأ ، فأعطَونی مأة شاة ، فأتیتُ رسول الله صلی الله علیه و سلم فاخبرتُه ، فقال : هل اِلّا هذا ؟ – و قال مسدد فی موضع آخر : هل قلتَ غیر هذا ؟ قلتُ : لا ، قال : خُذها فلعمری لَمَن اکل برُقیةِ باطلٍ ، لقد اکلتَ برُقیةِ حق۔(ابوداؤد، باب کیف الرقی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۹٦)

ترجمہ:......حضرت خارجہ بن الصلت رضی اللہ عنہما اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اور وہ لوٹتے ہوئے ایک ایسی قوم پر گذرے جن کے درمیان ایک مجنون شخص لوہے (کی زنجیروں) میں جکڑا ہوا پڑا تھا، اس کے ورثاء نے کہا کہ: ہمیں بتلایا گیا ہے کہ: تمہارے ساتھی (آپ ﷺ) خیر لے کر آئے

ہیں تو کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے تم اس کا علاج کرسکو؟ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا تو وہ اچھا ہوگیا، انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں، میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ کیا تھا؟ - جبکہ حضرت مسدد رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: - کیا تم نے اس کے علاوہ کچھ کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو، میری عمر کی قسم! لوگ تو باطل تعویذ وغیرہ کر کے کھاتے ہیں تم نے بے شک حق اور سچا تعویذ کیا تھا۔

(۱۱)......عن ابی سعید رضی الله عنه : ان رَهطا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انطلقوا فی سفرة سافروها ، حتی نزلوا بِحَیّ من احیاء العرب ، فاستضافوهُم فأبَوا ان یضیّفُوهم ، فلُدِغ سیدُ ذلک الحیّ ، فسعوا له بکل شیء لا ینفعه شیء ، فقال بعضهم : لو أتیتم هولاء الرّهط الذین قد نزلوا بکم ، لعلّه ان یکون عند بعضهم شیء ، فأتَوهم فقالوا : یا ایها الرّهط ! ان سیدَنا لُدِغ فسعینا له بکل شیء لا ینفعه شیء ، فهل عند احد منکم شیء ؟ فقال بعضهم : نعم ، واللّه انی لَرَاقٍ ولکن واللّه لقدِ استَضَفْناکم ، فلم تُضیّفونا ، فما انا بِراقٍ لکم حتی تجعلوا لنا جُعْلا ، فصالَحوهُم علی قطیع من الغنم ، فانطق فجعل یتفُل و یقرأ ﴿ الحمد لله رب العٰلمین ﴾ حتی لکأنّما نُشِط من عِقال فاطلق یمشی ما به قَلَبَةٌ ، قال : فاَوفَوهم جُعْلهُمُ الذی صالحوهم علیه ، فقال بعضهم : اقسِموا ، فقال الذی رقی : لا تفعلوا حتی نأتِیَ رسول الله صلی الله علیه وسلم فنذکُر له الذی کان فننظُرَ ما یأمرنا ، فقدِمُوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکروا له فقال : وما یدریک أنّها رُقیةٌ ، اصبتم ، اقسِموا واضرِبوا لی معکم بسهمٍ۔

(بخاری، باب النفث فی الرقیة ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چند لوگ ایک سفر میں گئے، انہوں نے وہ سفر کیا یہاں تک کہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ میں جا کر ٹھہرے، پس ان لوگوں سے مہمان نوازی کی خواہش کی، تو انہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی میزبانی سے انکار کردیا، اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھو سے ڈس لیا گیا، انہوں نے اس کے لئے ہر علاج کرلیا، لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمہارے قبیلہ میں آکر ٹھہرے ہیں، شاید ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفاء ہو، سو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: اے جماعت! ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے، ہم نے اس کے لئے ہر طرح کا علاج کرلیا ہے اور کسی سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی ایک کے پاس کوئی چیز ہے؟ پس ان میں سے بعض نے کہا: ہاں! اللہ تعالی کی قسم! میں ضرور دم کرنے والا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی، تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، سو اب میں تم کو دم کرنے والا نہیں ہوں، یہاں تک کہ تم ہمارے لئے اتنی اجرت مقرر کرو، پس انہوں نے چند بکریوں کے ریوڑ پر صلح کرلی، پس وہ گئے اور وہ دم کرتے تھے اور ﴿ الحمد للہ رب العالمین ﴾ پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اس کی برکت سے وہ ایسا ہوگیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو، اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو، راوی کا بیان ہے کہ: انہوں نے مصالحت کے مطابق وعدہ پورا کردیا، پس بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ان بکریوں کو تقسیم کردو، سو جنہوں نے دم کیا تھا، انہوں نے کہا: ابھی نہ کرو، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کریں، پھر ہم دیکھیں کہ آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر لوگ رسول اللہ ﷺ

کے پاس گئے اوراس کا آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟ تم نے صحیح کیا، ان بکریوں کو تقسیم کرواوراپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

تشریح :.......تیس بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی اور وہ بیمار ٹھیک ہوگیا۔ (موسوعہ فقہیہ ص ۵۸، عنوان: تعویذ)

جمہورفقہاء ومحدثین کی رائے ہے کہ تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے۔

خیال ہوتا ہے کہ ان فقہاء کے دور میں غالبا جھاڑ پھونک، تعویذ اور گنڈے کو بزرگوں نے آج کی طرح کاروباراور ذریعۂ روزگار نہیں بنایا ہوگا۔

موجودہ دور میں بعض لوگ اسے جس طرح کا پیشہ اور ذریعۂ معاش کا درجہ دے چکے ہیں، وہ نہایت خسیس اور مروت کے خلاف کام نظر آتا ہے۔ جس حدیث سے اجرت کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے، اس میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ یہ اجرت غیر مسلموں سے لی گئی تھی، اور وہ بھی اس بنیاد پر کہ ان لوگوں نے ضیافت سے انکار کردیا تھا، حالانکہ اس زمانہ میں عام گذرگاہوں پر دکانوں کی عدم موجودگی اور ہوٹل وغیرہ نوعیت کی کوئی چیز نہ پائے جانے کی وجہ سے مسافر قافلہ کو بھی مقامی آبادی کی میزبانی کے سوا خوراک کی ضروریات پوری کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ حدیث میں خود اس کی صراحت موجود ہے کہ مقامی لوگوں کے ضیافت سے انکار کرنے کی وجہ سے ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اجرت وصول کی تھی۔

پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاں جھاڑ پھونک کی اجازت دی، وہاں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ اس کا مقصد محض نفع رسانی ہونی چاہئے۔ دیکھئے! ص:۱۰۴، حدیث نمبر:۸۔ (قاموس الفقہ ص ۵۴۲ ج ۲، عنوان: تمیمہ)

تعویذ وجھاڑ پھونک کے متعلق چند مسائل

ہر مرض کا علاج تعویذ سمجھنا بدعت ہے

مسئلہ:......تعویذ کو ہر مرض کا علاج سمجھنا غلط ہے، کہ جب بھی کوئی مرض لاحق ہو جائے تعویذ پہن لیا جائے ،اس کا ثبوت شریعت میں نہیں ،اس کو بدعت ہی کہا جا سکتا ہے۔

مسئلہ:......بعض معنوی امراض کے لئے تعویذ حفاظت کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہذا حتی الامکان مادی علاج اختیار کرنے کے بعد اگر کسی دین دار متبع شریعت قابل اعتماد شخص سے قرآن یا حدیث کی کوئی دعا لکھوا کر بطور تعویذ پہن لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱)......عن ابی عصمة رحمه الله قال : سألت سعيد بن المسيب رحمه الله عن التعويذ ؟ فقال : لا بأس اذا كان فی اديم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۷ج۱۲، باب من رخص فی تعليق التعاويذ ،كتاب الطب : رقم الحديث: ۲۴۰۰۹)

ترجمہ:......حضرت ابوعصمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے تعویذ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: تعویذ چمڑے میں (لپٹا) ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(۲)......ابن سيرين : انه كان لا يرى بأسا بالشیء من القرآن۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ج۱۲، باب من رخص فی تعليق التعاويذ ، كتاب الطب : رقم الحديث: ۲۴۰۱۴)

ترجمہ:......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ قرآن کریم (کے ذریعہ تعویذ) لکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تعویذ کے جواز کی تین شرطیں

امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: تمام علماء کے نزدیک اس کے جائز ہونے میں تین شرطیں ہیں:

(۱)......تعویذ اللہ تعالی کے کلام، اس کے اسمائے حسنی اور اس کی صفات میں سے کسی چیز پر مشتمل ہو۔

(۲)......عربی زبان میں ہو، اور ایسے کلمات پر مشتمل ہو جس کے معنی معلوم ہوں۔

(۳)...... یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ تعویذ یا جھاڑ میں بذات خود کوئی اثر نہیں ہے، بلکہ قضاء وقدر کے مطابق اس سے فائدہ ہوگا۔

مسئلہ:......جس تعویذ اور جھاڑ پھونک میں قرآن کریم کی آیتیں اور اللہ تعالی کا ذکر ہو، وہ مستحب ہے۔

مسئلہ:......غیر قرآن کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی کراہت پر علماء امت کا اجماع ہے۔

مسئلہ:......اللہ تعالی کے نام کے علاوہ مثلا ملائکہ، یا مخلوقات میں سے کوئی قابل تعظیم چیز جیسے عرش الہی سے جھاڑ پھونک کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:...... ماثورہ دعاؤں اور اذکار کے ذریعہ شفاء طلب کرنے کے جواز میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مسئلہ:......تعویذ اگر اللہ تعالی کے کلام پر یا اسمائے حسنی پر مشتمل ہو تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے جھاڑ پھونک جائز ہے۔

تعویذ میں قرآنی آیت لکھنا یا اس کے اعداد دونوں جائز ہیں

مسئلہ:......تعویذ میں قرآنی آیت لکھنا یا اس کے اعداد دونوں جائز ہیں، اور دونوں مفید ہو

سکتے ہیں۔

(فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۳۴۹ ،۳۵۱ ج ۱۶، سوال نمبر: ۳۴۹/۶۸۹،تعویذات اور عملیات کے احکام)

تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہوتو باوضو لکھنا چاہئے

مسئلہ:……اگر تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہو تو باوضو لکھنا چاہئے، اور دوسرا بھی باوضو ہاتھ میں لے۔ البتہ جس کاغذ پر وہ آیت لکھی ہے، اگر وہ دوسرے کاغذ میں لپیٹ دیا جائے تو بے وضو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہے۔

اسی طرح اگر طشتری (پلیٹ) وغیرہ میں آیت لکھی جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

بے وضو قرآنی آیت کا کاغذ یا طشتری پر لکھنا جائز نہیں۔

بلا وضو اس کاغذ یا طشتری کو چھونا جائز نہیں۔ پس چاہئے کہ لکھنے والے اور طشتری یا تعویذ کو ہاتھ میں لینے والے سب باوضو ہوں، ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

(عملیات وتعویذات اور اس کے شرعی احکام ص:۱۵۳/۲۲ ۔باب:۱۱/آداب التعویذ)

خون سے تعویذ لکھنا' ناجائز اور حرام ہے

مسئلہ:……مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا خصوصا جب کہ ان میں اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اسماء ہوتے ہیں، ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ خون نجس ہے، اور اس سے تعویذ لکھنے میں ان اسماء کی توہین و بے حرمتی لازم آتی ہے۔

(کتاب النوازل ص ۳۲۷ ج ۱۶)

تعویذ گلے میں لٹکانا

مسئلہ:……قرآنی آیات وکلمات ماثورہ پڑھ کر دھاگے پر دم کر کے گلے میں لٹکانا جائز ہے۔

مسئلہ:......شوقیہ تعویذ گلے میں لٹکانا مشروع نہیں۔

مسئلہ:......(گلے وغیرہ میں) لٹکائی ہوئی چیز اگر کوڑی، دھاگے، ہڈیاں یا اس نوع کی کوئی چیز ہو تو وہ حرام ہے۔

مسئلہ:......اگر (گلے وغیرہ میں) لٹکائی ہوئی چیز ایسی ہے جس میں ایسا منتر ہو جو سمجھ میں نہ آئے یا ممنوع ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ:......تعویذ لٹکانے کے جواز کی چند شرطیں ہیں:

(۱)......تعویذ کسی خول یا چمڑہ یا کپڑا میں ہو، اور اس کو سی دیا گیا ہو۔

(۲)......قرآن کریم کی آیت یا ماثورہ دعاؤں پر مشتمل ہو۔

(۳)...... جماع اور قضاء حاجت کے وقت ساتھ نہ رکھا جائے۔

(۴)...... بلاء کے واقع ہونے سے پہلے اس کے دفع کے لئے نہ ہو، اور نظر لگنے سے پہلے اس کو دفع کے لئے نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نزول بلاء کے بعد جو تعویذ پہنا جائے وہ ''تمائم'' کے حکم میں نہیں ہے، یعنی ممنوع نہیں ہے۔

(۳)......كان مجاهد رحمه الله : يكتب للناس التعويذ ، فيعلّقه عليهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۷ ج۱۲، من رخص فی تعلیق التعاوید ،کتاب الطب : رقم الحدیث:۲۴۰۱۱)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے تھے اور ان کے گلے میں ڈالتے تھے۔

(۴)......عن جعفر عن ابيه : انه كان لا يرى بأسا ان يكتب القرآن فى اديم ، ثم يعلقه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۷ ج۱۲، من رخص فی تعلیق التعاوید ،کتاب الطب : رقم الحدیث:۲۴۰۱۲)

ترجمہ:......حضرت جعفر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ان کے والد حضرت جعفر رحمہ اللہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ قرآن کریم کو چمڑے میں لکھے پھر اس کو گلے میں ڈالے۔

(۵)......عن عطاء قال : لا بأس ان يعلق القرآن ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ ج۱۲، باب من رخص فی تعليق التعاويذ ،کتاب الطب : رقم الحديث:۲۴۰۱۶)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قرآن کریم (کے ذریعہ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنے میں) کوئی حرج نہیں۔

(۶)......ايوب : أنه رأى فى عضد عبيد الله بن عبد الله بن عمر خيطا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ ج۱۲، باب من رخص فی تعليق التعاويذ ،کتاب الطب : رقم الحديث :۲۴۰۱۵)

ترجمہ:......حضرت ایوب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے بازو پر تعویذ (بندھا ہوا) دیکھا۔

نظر بد سے بچانے کے لئے بچوں کو کالا ٹیکہ لگانا

مسئلہ:......خوبصورت چھوٹے بچے کو نظر لگنے سے بچانے کی غرض سے چہرے پر کالا نشان لگانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ثابت ہے۔

(۷)......وفى حديث عثمان رضى الله عنه : انه رأى صبيا مليحا ، فقال : دسموا نونته كى لا تصيبه العين ، روى ثعلب عن ابن الاعرابى : النونة النقبة التى تكون فى ذقن الصبى الصغير ، و معنى دسموا سودوا "۔

(تفسیر قرطبی ص۳۲۹ ج۱۱، تحت تفسير رقم الآية :۸۸/۸۷، سورة الانبياء۔ شرح السنة للبغوى ص۱۶۶ ج۱۲۔ شرح الطيبى ص۲۹۳ ج۷، كتاب الطب والرقى ، تحت رقم الحديث:۴۵۳۱)

سونے چاندی کا تعویذ

سوال :...... بچوں کے لئے تعویذ لیا جاتا ہے،اس کو سونے چاندی کے تعویذ میں ڈال کر بچوں کو پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ:...... یہاں دو مسئلے سمجھ لیجئے: ایک سونے چاندی کو بطور زیور پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے اور مردوں کے لئے حرام، (البتہ مرد ساڑھے تین ماشے سے کم وزن کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں) لیکن سونے چاندی کو برتن کی حیثیت سے استعمال کرنا نہ مردوں کو حلال ہے نہ عورتوں کو، مثلاً چاندی کے چمچے یا سلائی استعمال کرنا۔

تعویذ کے لئے جو سونا چاندی استعمال کی جائے گی اس کا حکم زیور کا نہیں بلکہ استعمال کے برتن کا ہے،اس لئے یہ نہ مردوں کے لئے جائز ہے اور نہ عورتوں کے لئے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: جو چیز بڑوں کے لئے حلال نہیں اس کا چھوٹے بچوں کو استعمال کرانا بھی جائز نہیں،اس لئے بچوں اور بچیوں کو سونے چاندی کے تعویذ استعمال کرانا جائز نہیں ہوگا۔(فتاوی بینات ص۱۴۸ ج۲ ج۲، کتاب الاذکار والادعیة)

....

۱؎......الفتاوی الهندیة ، کتاب الکراهیة ، باب العاشر فی استعمال الذهب والفضه ، ۳۳۵/۵ ، مکتبة رشیدیه کوئته ، و نصه : والتختم بالذهب حرام ، ثم الخاتم من الفضة انما یجوز للرجال ، الخ۔

۲؎......الفتاوی الهندیة ، کتاب الکراهیة ، باب العاشر ، ۳۳۴/۵ ، مکتبة رشیدیه کوئته ، یکره الاکل والشرب والادهان والتطیب فی آنیة الذهب و الفضة للرجال والصبیان والنساء ، الخ۔

۳؎......رد المحتار علی الدر المختار، مطلب : فی احکام المسجد ص۶۵۵ ج۱۔

تعویذ لٹکانے کے لئے اسٹیل کی چین استعمال کرنے کا حکم

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اسٹیل کی چین بذات خود مقصود نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، جیسے گھڑی کے لئے اسٹیل کی چین استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ مقصود چین نہیں ہے، بلکہ چین تابع ہے۔ نیز یہ مسئلہ مردوں کے استعمال کا ہے ورنہ عورتوں کے لئے تو بلا کسی قید کے جائز ہے، لیکن اگر یہ تعویذ مع صندوقچہ زیور کی طرح ہو تو مرد کے لئے استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے لوہے کی زرہ زیب تن فرمائی تھی، حدیث شریف میں ہے:

(۸)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال النبی صلی الله علیه وسلم وهو فی قُبّةٍ : اللهم انی انشُدُک عهدک و وعدک ، اللّهم ان شئت لم تُعبَدْ بعد الیوم ، فأخذ ابو بکر بیده ، فقال : حسبک یا رسول الله ! فقد اَلْحَحْتَ علی ربک وهو فی الدِّرع ، الخ۔

(بخاری، باب ما قیل فی درع النبی صلی الله علیه وسلم والقمیص فی الحرب ، کتاب الجهاد والسیر ، رقم الحدیث:۲۹۱۵)

(۹)......عن الزبیر بن العوام رضی الله عنه قال : کان علی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم احد دِرعان ، الخ۔

(ترمذی، باب مناقب ابی محمد طلحة بن عبید الله رضی الله عنه ، ابواب المناقب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث:۳۷۳۸)

’’ولا یکره فی المنطقة حلقة حدید أو نحاس و عظم‘‘۔

(شامی ص ۵۱۷ ج ۹، فصل فی اللبس ،کتاب الحظر والاباحة ، ط:مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

(احسن الفتاوی ص ۲۱۳ ج ۸ ۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۰۸ ج ۸، عملیات اور سحر کے متعلق احکام)

تعویذات کے ذریعہ شوہر کو مسخر کرنے کا حکم

سوال:......حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نفع المفتی والسائل'' (ص۵۰) میں یہ فتوی نقل کیا ہے کہ: عورت کا خاوند کو رضامند کرنے کے واسطے تعویذ بنوانا حرام ہے؟

الجواب:......رضامند کرنے کے دو درجے ہیں: ایک درجہ وہ جس سے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے۔ دوسرا درجہ وہ حقوق غیر واجبہ میں اس کو مجبور کیا جاوے۔ پہلے درجہ کی تدبیر مباح ہے، اگر چہ اس میں جبر ہی سے کیوں نہ کام لیا جاوے۔ اور دوسرے درجہ کی تدبیر اگر حد جبر تک نہ ہو جائز ہے، اور اگر حد جبر تک ہو حرام ہے۔ بس اس مسئلہ میں قواعد شرعیہ سے دو قیدیں ہیں: ایک یہ کہ: وہ تعویذ یا عمل ایسا ہو جس سے معمول مضطر ہو جاوے، دوسری قید یہ کہ: حقوق غیر واجبہ کے لئے یہ تدبیر کی جاوے، اگر ایک قید بھی مرتفع ہو جاوے گی تو حرمت مرتفع ہو جاوے گی۔ امید ہے کہ اب اشکال رفع ہو گیا ہوگا۔

(امداد الفتاوی (جدید مطول حاشیہ) ص۳۹۱ ج۱۲، سوال نمبر:۳۴۸۳، کتاب العقائد والکلام)

مسئلہ:......شوہر کو مطیع کرنے کے لئے گندی اور حرام چیزیں کھلانا حرام در حرام ہے۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۵۳۲ ج۸، سوال نمبر:۲۳۵۳، باب تعویذات واعمال)

مسئلہ:......کسی عورت کو نکاح پر راضی کرنے کے لئے تعویذ کرنے کا عمل باعتبار اثر کے دو قسم کے ہیں: ایک قسم یہ کہ جس پر عمل کیا جاوے وہ مسخر اور مغلوب المحبت ومغلوب العقل ہو جاوے، ایسا عمل اس مقصود کے لئے جائز نہیں جو شرعا واجب نہ ہو، جیسے نکاح کرنا کسی معین مرد سے کہ شرعا واجب نہیں، اس لئے ایسا عمل جائز نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ: صرف معمول کو اس مقصود کی طرف توجہ بلا مغلوبیت ہو جاوے، پھر

بصیرت کے ساتھ اپنے لئے مصلحت تجویز کر لے، ایسا عمل مقصود کے لئے جائز ہے۔

(امدادالفتاوی جدید مطول حاشیہ ص ۵۳۸ ج ۸، سوال نمبر: ۲۳۵۸، باب تعویذات واعمال)

سانپ، بچھو وغیرہ کے کاٹ لینے پر تعویذ یا جھاڑ پھونک جائز ہے

مسئلہ: ......سانپ، بچھو وغیرہ کے کاٹ لینے پر تعویذ یا جھاڑ پھونک جائز ہے، اس لئے کہ جھاڑ پھونک بدرجۂ علاج ہے۔ (قاموس الفقہ ص ۱۴۲ ج ۲۔ عنوان: اسودین)

جانوروں کے بدن پر تعویذ لٹکانا

مسئلہ: ......اگر جانور پاک ہو تو تعویذ لٹکانا مکروہ ہے، کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس میں تعویذ کی توہین ہے، اور گندگی اور نجس چیزوں سے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ جانور کے جسم میں تعویذ لٹکانے کو بچوں پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بچوں کو ان کے نگہبان تعویذ کو آلودہ کرنے سے بچائیں گے اور منع کریں گے۔

مسئلہ: ......اسم ذات کاغذ پر لکھ کر آٹے کی گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلانا جائز ہے۔

(امدادالفتاوی جدید مطول حاشیہ ص ۵۲۸ ج ۸، سوال نمبر: ۲۳۵۰، باب تعویذات واعمال)

عمل کے ذریعہ کسی پر نظر لگانے کا حکم لگانا جائز نہیں

مسئلہ: ......یقین کے ساتھ کسی کو کہا بھی نہیں جا سکتا کہ کس کو نظر لگی ہے؟ اور کس کی نظر لگی ہے؟۔ (فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۱۰۔ قاموس الفقہ ص ۱۹۹ ج ۵۔ عنوان: نظر)

مسئلہ: ......نظر کی بنیاد پر قصاص، دیت یا کفارہ وغیرہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔

(فتح الباری ص ۲۱۶ ج ۱۰۔ قاموس الفقہ ص ۱۹۹ ج ۵۔ عنوان: نظر)

مسئلہ:......جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کی نظر لگ جایا کرتی ہے اسے خود لوگوں کے اختلاط سے گریز کرنا چاہئے۔

حاکم کو چاہئے کہ ایسے شخص کو لوگوں سے ملنے جلنے سے روکے، اور اپنے گھر میں رہنے کا پابند کردے۔ ایسا شخص اگر محتاج ہو تو اس کے لئے اتنا وظیفہ مقرر کردے جو اس کے لئے کافی ہو۔

فون کے ذریعہ مریض پر دم کرنا بے اصل، بلکہ ایک طرح کا مذاق ہے

مسئلہ:......موبائل فون کے ذریعہ مریض پر دم کرنا بے اصل ہے، بلکہ ایک طرح کا مذاق ہے، کیونکہ دم کی اصل محض پڑھنا نہیں ہے، بلکہ پڑھ کر پھونکنا ہے، اور یہ پھونک موبائل کے ذریعہ مریض تک نہیں پہنچتی، اس لئے یہ طریقہ قابل ترک ہے۔ عامل حضرات کو چاہئے کہ وہ موبائل پر دم کرنے کے بجائے مریض کو کوئی آیت وغیرہ بتادیں، جو خود پڑھ کر دم کرلیا کرے۔ (کتاب النوازل ص ۳۳۰ ج ۱۶)

تعویذ گنڈے کے ذریعہ کسی کو چور ثابت کرنا

مسئلہ:......تعویذ گنڈے کے ذریعہ کسی کو چور ثابت کرنا اور کسی کو ملزم قرار دینا شرعی قوانین کے خلاف ہے، اور ثبوت شرعی کے بغیر کسی پر اس طرح الزام عائد کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس لئے اس سے باز رہنا لازم ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ص ۳۵۰ ج ۲۳، سوال نمبر: ۱۰۴۷۴)

سوال:......حاضرات جنیات کے ذریعہ ایک آدمی پر الزام وتہمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حاضرات پر اعتقاد کرنا کیسا ہے؟ اور اعتقاد کرنے سے ایمان میں خلل آتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ سب جادو ہے۔

جواب:......حامدا ومصلیا ، الجواب وبا للہ التوفیق: اس قسم کے حاضرات بتلانے

والوں کی بات پر اعتقاد رکھنا اور کسی شخص کو چوری کا الزام دینا صریح عقیدۂ اسلام کے خلاف ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ باتیں حق ہیں اور اس سے جو بات معلوم ہو جاتی ہو اس پر اعتقاد لانا ضروری ہے، اگر اس قسم کا عقیدہ ہو تو یہ عقیدہ کافرانہ اور مشرکانہ ہے۔ توبہ لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ((من اتی کاھنا فصدقه فقد کفر))[1] جو شخص اس قسم کی غیب کی باتیں بذریعۂ شیطان و جنات حاضرات بتلاتا ہو اس کو سچا سمجھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ [2] واللہ تعالی اعلم وعلمه احکم و اتم۔

(مرغوب الفتاوی ص ۲۵۸ ج ۱، سوال نمبر: ۲۰، کتاب الایمان و العقائد)

---

[1]......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ((من أتی کاھنا فصدقه بما قال فقد کفر بما انزل علی محمد صلی الله علیه و سلم، رواه البزار باسناد جید قوی، (الترغیب والترھیب ص ۱۷ ج ۴، الترھیب من السحر واتیان الکھان والعرّافین والمنجمین، الخ)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی بتائی باتوں کو سچا جانے تو اس نے آپ ﷺ پر اتاری ہوئی شریعت کا کفر کیا،

نوٹ:...... یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ دیکھئے! ابوداؤد ص ۵۴۵ ج ۲، باب النھی عن اتیان الکھان، کتاب الکھانة والتطیر، رقم الحدیث: ۳۹۰۴۔ ابن ماجہ ص ۴۷، باب النھی عن اتیان الحائض، کتاب الطھارة، رقم الحدیث: ۶۳۹۔ ترمذی، باب ما جاء فی کراھیة اتیان الحائض، کتاب الطھارة، رقم الحدیث: ۱۳۵۔ مشکوۃ ص ۳۹۳، باب الکھانة، کتاب الطب والرقی۔

[2]......قال العلامة قاضی خان رحمه الله : فان قال ھذا لقائل انا اخبر باخبار الجن ایای بذلک، قال : ومن صدقه یکون کافرا بالله، لقوله علیه السلام ((من اتی کاھنا فصدقه فیما قال فقد کفر بما انزل الله علی محمد صلی الله علیه وسلم، لا یعلم الغیب الا الله لا الجن والانس، یقول الله فی اخبار عن الجن﴿ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین﴾

(فتاوی قاضیخان علی ہامش الھندیہ ص ۵۷۶ ج ۳، باب ما یکون کفرا من المسلم و ما لا یکون، ومثله : رد المحتار ص ۳۸۴ ج ۶، مطلب : فی الکاھن والعراف، باب المرتد، کتاب الجھاد)

غیر مسلم سے دم کرانا، اور مسلمان کا غیر مسلم کو دم کرنا

مسئلہ:......کوئی یہودی یا نصرانی کتاب اللہ یعنی اللہ تعالی کے ذکر کے ذریعہ کسی مسلمان کو جھاڑے تو یہ جائز ہے۔ ''مؤطا امام مالک'' میں روایت ہے:

(۱۰)......عن عمرة بنت عبد الرحمن رضی الله عنها : انّ ابا بکر الصدیق رضی الله عنه دخل علی عائشة رضی الله عنها ، وهی تشتکی ، و یهودیّةٌ تَرقِیها ، فقال ابو بکر رضی الله عنه : ارقیها بکتاب الله۔

(مؤطا امام مالک (مترجم،ص۶۶۰ ج۲) باب التعوذ والرقیة من المرض ، کتاب الجامع : رقم الحدیث:۲۹۴۶)

ترجمہ:......حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے وہ بیمار تھیں، اور ایک یہودی عورت ان پر پڑھ کر پھونک رہی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کلام اللہ پڑھ کر پھونک۔

مسئلہ:......مسلمان کے کسی غیر مسلم کو جھاڑ پھونک کرنے کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا

مسئلہ:......تعویذ کے ساتھ جب کہ وہ غلاف میں چھپا ہوا ہو، بیت الخلاء میں جانا جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ تعویذ باہر رکھ کر جائے۔

''رقیة فی غلاف متجاف لم یکره دخول الخلاء به والاحتراز افضل ،

(الدر المختار)

(قوله : رقیة ، الخ) الظاهر ان المراد به مایسمونه الآن بالهیکل والحمائلی

المشتمل علی الآیات القرآنیة ''۔

(شامی،ص۸ ۱۷ج۱(سعید) کتاب الطھارۃ ، قبیل باب المیاہ۔حلبی کبیر،ص۵۴ (نعمانیہ کوئٹہ) قبیل : فصل فی التیمم۔عالمگیری،ص۳۲۳ ج۵ (رشیدیہ)کتاب الکراھیة ، الباب الخامس فی آداب المسجد ،الخ)۔کفایت المفتی ص۴۸۳ ج۱۳،سوال نمبر:۵۲۹۷،(فاروقیہ،کراچی)

(۱۱)......عن الضحاک : انه لم یکن یری بأسا ان یعلق الرجل الشیء من کتاب الله اذا وضعه عند الغسل و عند الغائط۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ ج۱۲، باب من رخص فی تعلیق التعاویذ ،کتاب الطب : رقم الحدیث :۲۴۰۱۸)

ترجمہ:......حضرت ضحاک رحمہ اللہ قرآن کریم (کے ذریعہ لکھا ہوا تعویذ لٹکانے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، جبکہ غسل اور استنجاء کے وقت نکال دیا جائے۔

جنبی اور حائضہ کے لئے تعویذ پہننے کا حکم

مسئلہ:......جنبی اور حائضہ کے لئے تعویذ پہننے یا بازو پر باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ تعویذ کسی چیز کے اندر بند ہو، یا اسے چمڑے کے اندر رکھ کر سی دیا گیا ہو۔

تعویذ کو امساک یا قدرت علی الجماع کے لئے ران پر باندھنا بے ادبی

مسئلہ:......جو تعویذ آیات قرآنی پر مشتمل ہو اس کو امساک یا قدرت علی الجماع کے لئے مرد یا عورت کی ران پر باندھنے میں سوئے ادبی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۵۴ ج۱۶،سوال نمبر:۱۰۷،تعویذات اور عملیات کے احکام)

....

پانی پر دم کر کے در و دیوار پر چھڑکنا

مسئلہ:......قرآن کریم پڑھ کر یا پڑھوا کر مکان کی دیوار پر چھڑکنا شریعت سے ثابت نہیں ہے۔ دیوار سے گر کر وہ پانی پیروں کے (یا جوتوں کے) نیچے آئے گا، یا ناپاک جگہ پر پہنچے گا، یہ احترام کے خلاف ہے۔ جیسے ماءِ زمزم کا مسئلہ ہے کہ: آب زمزم سے غسل کرنا جائز ہے، مگر استنجاء خلاف ادب اور احترام کے خلاف ہے۔

’’یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال ، وفی الشامیة : و کذا ازالة النجاسة الحقیقیة من ثوبه أو بدنه‘‘۔(شامی ص۵۲ ج۴، باب الهدی ، مطلب : فی کراهیة الاستنجاء بماء زمزم ، کتاب الحج ، ط : مکتبة دارالباز ، مکة المکرمة)

تعویذ کے لئے بے پردہ عورتوں کا مسجد کے حجرہ میں آنا جانا جائز نہیں ہے

مسئلہ:......مسجد کے حجرہ کو تعویذ گنڈے کے طور پر استعمال کرنا اور بے پردہ عورتوں کا مسجد کے حجرہ میں آنا جانا جائز نہیں ہے۔

تعویذ پر اجرت

مسئلہ:......تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے:’’جوزوا الرقیة بالاجرة ولو بالقرآن ، کما ذکره الطحطاوی ، لانها لیست عبادة محضة بل من التداوی‘‘۔

(شامی ص۷۸ ج۹، باب الاجارة الفاسدة ، مطلب : تحریر مُهمٌّ فی عدم جواز الاستئجار ، کتاب الاجارة ، ط: مکتبة دارالباز ، مکة المکرمة)

’’استجأره لیکتب له تعویذ السحر یصح ،الخ‘‘۔

(عالمگیری ص۴۵۰ ج۴، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع فی الاجارة ،کتاب الاجارة)

مسئلہ:……تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا بقدر ضرورت درست ہے، لیکن دھوکہ دے کر اور فریب دے کر روپیہ کمانا درست نہیں ہے۔(تعویذ کا فن نہ جانتا ہو، اور اپنے کو ماہر ظاہر کرے، جیسے اس زمانہ میں اکثر عاملوں کا حال ہے، دھوکہ ہے)۔

(فتاوی قاسمیہ ص۳۳۴ ج۲۳، سوال نمبر:۱۰۴۶۸)

نوٹ:…… یہاں ''فتاوی قاسمیہ'' میں سوال نمبر غلط طبع ہوگیا ہے۔

نوٹ:…… جہاں حوالہ نہیں ہے، وہ اکثر مسائل ''موسوعہ فقہیہ'' ص۵۱ تا ۶۵ ج ۱۳۔ عنوان تعویذ۔اور ''فتاوی قاسمیہ'' ص۳۳۱ ج۲۳ / باب الرقية، سے لئے گئے ہیں۔

ٹیلیفون کے ذریعہ جھاڑ پھونک

مسئلہ:……جھاڑ پھونک میں قرآن پاک یا احادیث میں وارد معوذات پڑھ کر مریض پر اس طرح دم کیا جاتا ہے کہ وہ مریض کے جسم تک پہنچے اور اس طرح ان معوذات کی برکات کو مریض کی کھال تک پہنچانا مقصد ہوتا ہے۔''مجمع البحار'' میں ہے:''لان النفث ينبغي ان يكون بعد التلاوة ليوصل بركة القرآن الى بشرته''۔(ص۴۴۷ ج۴)

اس سے معلوم ہوا کہ دم اس انداز سے ہونا چاہئے کہ بیمار کے جسم تک اس کا اثر پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ٹیلیفون پر یہ مقصد قطعاً حاصل نہیں ہوتا، اس لئے یہ طریقہ ایک طرح کا مذاق اور دین کے نام پر کھلواڑ اور کمانے کا چکر ہے۔اللہ تعالی امت کو صحیح ہدایت نصیب فرمائے۔

(دیکھئے! ص۱۶۷)

سحر، نظر وغیرہ بیماریوں سے حفاظت کی چند مفید دعائیں اور وظائف

بیماری سے صحت کے لئے جبرئیل علیہ السلام کی دعا

(۱)......بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ، مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ، مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔

(مسلم، باب الطب والمرض والرقی، کتاب السلام، رقم الحدیث:۲۱۸۶)

(۲)......بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ، مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ، مِنْ حَسَدِ کُلِّ حَاسِدٍ، وَ عَیْنٍ وَ اِسْمِ اللّٰہِ یَشْفِیْکَ۔

(مجمع الزوائد ص۱۳۳ ج۵، باب ما جاء فی الرقی للعین والمرض و غیر ذلک، کتاب الطب، رقم الحدیث:۸۴۳۹)

نظر کی دعا

(۳)......قل یاَیہا الکافرون، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس۔

نوٹ:......آپ ﷺ کو بچھو نے ڈس لیا تو آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوایا اور ہاتھ پھیر کر (جہاں کاٹا تھا، اوپر کی سورتیں) پڑھنے لگے۔

(الاتقان ص۲۱۱ ج۲، النوع الخامس فی خواص القرآن۔ طبرانی اوسط ص۹۰ ج۶، من اسمہ محمد رقم الحدیث:۵۸۹۰)

سحر وغیرہ سے حفاظت کی مجرب دعا

(۴)......اَعُوْذُ بِوَجْہِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْہُ، وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ، وَبِاَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی کُلِّھَا

مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ بَرَاَ وَ ذَرَاَ۔

(مؤطاامام مالک ص۷۲۲ (مترجم ص۶۷۸ ج۲) باب ما یؤمر به من التعوذ عند النوم و غیرہ ، کتاب الجامع ، رقم الحدیث:۲۹۶۹)

(۵)......صبح و شام تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھنے سے ہر مصیبت سے حفاظت ہوگی۔

(ابوداؤد، باب ما یقول اذا اصبح ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۵۰۸۲۔ترمذی، باب [الدعاء عند النوم] ، احادیث شتی من ابواب الدعوات ، رقم الحدیث:۳۵۷۵۔نسائی، باب [ما جاء فی سورتی المعوذتین] کتاب الاستعاذۃ ، رقم الحدیث:۵۴۴۳/۵۴۴۴)

جن وغیرہ کے اثر سے بیہوش کے کان میں پڑھنے کی دعا

(۶)......اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔

(عمل الیوم واللیلة ص۳۵۹، باب ما یقرأ علی من یعرض له فی عقله ، رقم الحدیث:۶۳۱)

سورۂ فاتحہ سے علاج

(۷)......سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بچھو اور زہریلے جانور کے ڈسنے پر مفید ہے۔

(مسلم، باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة بالقرآن والاذکار، کتاب السلام ، رقم الحدیث:۲۲۰۱)

(۸)......سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جنون کے لئے شفا کا باعث ہے۔

نوٹ:......تین دن تک صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھے۔

(ابوداؤد، باب کیف الرقی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۹۰۱)

(۹)......سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے۔(سنن دارمی ص۵۳۸ ج۲، باب فضل فاتحة الکتاب ،کتاب فضائل القرآن ، رقم الحدیث:۳۳۷۰)

میراث کی اہمیت اور اس کی ادائیگی میں غفلت

اس رسالہ میں: میراث کے متعلق چند آیات و احادیث، وارث کو محروم کرنے پر جنت سے محرومی کی وعید، وارث کے لئے وصیت نہیں، زمین میں وراثت نہ تقسیم کرنے پر وعید، وصیت کے ذریعہ وارثوں کو محروم کرنے پر جہنم کی وعید، ورثاء اپنے چھوٹے بھائی کو مہلت دیں، اور بوڑھوں کے لئے جوان بیوی کے متعلق قابل غور بات وغیرہ امور جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى اليه المرجع والمآب ، الذى بيّن احكام الميراث فى امّ الكتاب ، صلى الله عليه وعلى اله وصحبه الذين استجابوا لله و رسوله الى يوم الحساب ، اما بعد !

مقدمہ...... تقسیم میراث کی اہمیت اور چند مسائل

اسلام کا معاشی اور مالی نظام عدل اور انصاف پر مبنی ہے، اسی عدل کا تقاضا تھا کہ مرحوم کے متروکہ مال کی تقسیم کا نظام بھی ایسا ہو کہ کسی وارث پر ظلم نہ ہو، اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بڑی تفصیل سے میراث کے احکام خود بیان فرمائے ہیں، حالانکہ قرآن پاک کا ایک خاص اسلوب ہے کہ وہ احکام کو بہت مختصر اور جامع انداز میں بیان کرتا ہے۔

اسلام سے پہلے دنیوی مذاہب میں جن میں طرح طرح کے نقائص تھے، چونکہ ان میں زیادہ طور پر قانون سازی اللہ تعالی کی بیان کردہ وحی کی بنیاد پر اختیار نہیں کی گئی تھی، دنیا کے عقلمند سمجھے جانے والوں نے اپنی اپنی سمجھ اور عقل کے موافق بنائی تھی۔ وراثت کی تقسیم میں بھی ان خود ساختہ مذاہب میں کوئی توازن نہیں تھا۔ بعض قانون صرف لڑکوں کو مال متروکہ کا مالک بناتا تھا، کوئی قانون صرف پہلے اور بڑے بچے کو میراث کا حقدار قرار دیتا تھا، کسی قانون میں عورتیں وراثت سے محروم تھیں۔ اسلام نے ان تمام بے اعتدالیوں کو ختم کر کے ایک متوازن اور عادلانہ نظام قائم کیا۔ اور قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ نے احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمائی، اور فقہاء کرام اور علماء امت نے اس موضوع پر چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں تصنیف فرمائی اور ایک ایک جزئیہ کی وہ تفصیلات بیان کیں کہ آج کے ترقی یافتہ کہے جانے والے ممالک اور ان کے قانون ساز ادارے اور ذہین وفطین

افراد ان کا عشر عشیر بھی نہ کر سکے۔

اسلام کے اس نظام عدل نے جہاں مردوں کو وراثت کا حق دیا وہاں عورتوں اور بچیوں کو محروم نہیں کیا۔ افسوس کہ اسلام کے نام لیوا معاشرہ میں بھی یہ بری عادت اور غلط رواج جڑ پکڑ گئی کہ لڑکیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کیا جانے لگا، امت کا بے دین طبقہ تو تھا ہی غفلت کا شکار، عبادت گذار اور خود کو نیک اور اسلام کا پابند سمجھا جانے والا گروہ بھی اس بے دینی اور ظلم وزیادتی میں بے دینوں سے پیچھے نہیں رہا۔

الحمدللہ آج کے اس غفلت زدہ ماحول میں بھی کچھ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جو اہل علم سے پوچھ پوچھ کر ایک ایک پیسے کا حساب کرنے والے اور اہل حق تک ان کا مکمل حق پہنچانے والے ہیں، مگر افسوس کہ ان کی تعداد بہت کم ہے، زیادہ تر ایسے ہی لوگ دیکھے گئے جو بلا کسی خوف اور قیامت کے دن کی جواب دہی سے بے پرواہ ہو کر بہنوں اور عورتوں کو وراثت سے یا تو بالکل ہی محروم کر دیتے ہیں یا اندازہ سے کچھ رقم دے کر شریعت کے احکام سے کھیل کرنے والے ہیں۔

بہت ڈرنے کا مقام ہے کہ کل قیامت کے دن- جہاں مال ودولت کی فراوانی کچھ بھی کام نہیں آئے گی، وہاں صرف اعمال سے فیصلے ہوں گے- ایک ایک پیسے کا حساب دینا ہوگا، اور کمی کوتاہی پر اعمال کی تبدیلی کا فیصلہ ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال حسنہ کا ذخیرہ ہوتے ہوئے خالی ہاتھ ہو کر جہنم کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ چندروزہ زندگی کی عیاشی اور راحت کے خاطر ہمیشہ کا عذاب اور ذلت کا حصول حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

من كانت له مَظْلمةٌ لاحد من عِرضه أو شيء فَلْيَتَحَلَّلْه منه اليوم قبل ان لا يكون دينارٌ ولا درهمٌ ، ان كان له عمل صالح اُخِذ منه بقدر مَظْلَمتِه ، وان لم تكن له حسنات اُخِذ من سيئات صاحبه فحُمِل عليه۔

(بخاری، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحللها له ، هل يبين مظلمته كتاب المظالم والغضب ، رقم الحديث:۲۴۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی دوسرے شخص کا کوئی حق اس کی آبروریزی یا مال سے متعلق ہو تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معافی حاصل کرے، اس سے پیشتر کہ (قیامت کا دن آئے) وہاں نہ اس کے پاس دینار ہوں گے نہ درہم، اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحب حق کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

معاشرہ اتنا بگڑ گیا کہ کوئی بہن یا عورت اپنے حق کا مطالبہ کرے تو اسے پورا خاندان بری نظر سے دیکھتا ہے، انہیں طعنہ دیا جاتا ہے، انہیں حریص اور لالچی کے غلط القاب سے ذلیل کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ عورتوں کو پورا حق ہے کہ اپنا حصہ وصول کریں، اگر کوئی ظالم اس میں کوتاہی کرے تو وہ دارالقضاء اور کورٹ تک جاسکتی ہیں۔

بعض تو اس قدر تعجب سے کہتے ہیں کہ: دیکھو بہن ہو کر بھائی سے وراثت کا مطالبہ کر رہی ہے؟ کیسی کمینی بہن ہے۔ کمینی نہیں ہے وہ بھائی کمینہ ہے جو اس کا حق کھا رہا ہے، حرام کھا رہا ہے، ظلم کر رہا ہے۔

بعض خاندانوں میں یہ غلط رواج ہے کہ بہنوں سے عورتوں سے اپنا حق معاف کرایا

جاتا ہے، وہ بیچاریاں دباؤ کی وجہ سے یا خاندان سے بائیکاٹ کے خوف سے زبان سے معاف کردیتی ہیں، دل سے قطعاً نہیں چاہتیں۔ اس طرح معاف کرانے سے ان کا حق معاف نہیں ہوجاتا، بدستور باقی رہتا ہے، اور اس طرح معاف کراکر بھائیوں کا مرحوم کے مال پر قبضہ کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور صریح ظلم ہے۔ وہ مظلوم عورتیں زبان حال سے کہتی ہیں ؎

یہ دستور زباں بندی عجب ہے، تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

اور کسی شاعر نے فارسی میں اس طرح کے معاملات کی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

مرادردیست اندرل اگر گویم زباں سوزد
وگردم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

فقہاء نے تو ان عورتوں کی فہرست جمع کی ہیں جو میراث کی حقدار ہیں۔

خواتین میں میراث کے حق دار

خواتین میں دس ہیں جن کے فی الجملہ وارث ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱): بیٹی، (۲): پوتی، اور پوتے کے اولادی سلسلہ میں سے کسی کی بیٹی، بشرطیکہ اس کے اور متوفی کے درمیان کوئی عورت کا واسطہ نہ ہو، (۳): ماں، (۴): نانی، اور نانی کے اوپر کا مادری سلسلہ، (۵): براہ راست دادی، (۶): سگی بہن، (۷): باپ شریک بہن، (۸): ماں شریک بہن، (۹): بیوی، (۱۰): آزاد کرنے والی مالکہ۔ (قاموس الفقہ ص۱۵۶ ج۵)

ایک برائی ہمارے یہاں یہ بھی شروع ہوگئی ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو بڑا لڑکا یا اور کوئی مرحوم کے پیسوں سے بغیر کسی وارث کی اجازت کے مسجد یا کسی اور رفاہی کام میں

خرچ کر دیتا ہے، یہ بھی ناجائز اور حرام ہے، اسے کوئی اختیار نہیں کہ وارثوں کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی قدم اٹھائے، اور وارث کی اجازت بھی پوری خوشی اور طیب نفس کے ساتھ ہو، مجبوری یا شرم وحیا کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر مرحوم کے ساتھ اتنی ہی خیر خواہی ہو تو یہ بڑا لڑکا وارثت کی تقسیم کے بعد اپنے مال سے مرحوم کے لئے کوئی صدقۂ جاریہ کرے، اس کی تو'توفیق ہوتی نہیں، اور وارثوں کو محروم کر کے دوسروں کے اموال میں غیر شرعی اور ظالمانہ تصرف کر کے اس کو دین سمجھا جارہا ہے۔

ایسا بھی ہوا کہ بعض عبادت گذار لوگوں نے وراثت تقسیم نہیں کی، اس لئے نہیں کہ ان کی نیت میں فطور تھا، بلکہ ناواقفیت اور لاپروائی سبب بن گئی۔

چند مسائل سے میراث کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

میراث کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ: فقہاء نے کس قدر اہتمام سے مسائل لکھے ہیں، مثلا:

(۱)......میراث میں کسی وارث کو محروم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

(۲)...... پیٹ میں بچہ ہو تو تقسیم میں انتظار کیا جائے گا۔

(۳)......غلط تقسیم کا کوئی اعتبار نہیں، وہ فسخ ہے۔

ان مسائل کے ذکر سے مقصود یہی ہے کہ ہمیں یہ احساس ہو کہ تقسیم میراث کی کتنی اہمیت ہے۔

میراث میں کسی وارث کو محروم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں

مسئلہ:......میراث میں کسی وارث کو محروم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، اس لئے کہ وارث کو جو مال مل رہا ہے وہ منجانب اللہ ہے، کوئی وصیت کرے کہ میرے مال سے فلاں وارث کو کچھ نہ

دینا، اس وصیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔اللہ تعالی کا صاف اور صریح حکم ہے:﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوۡلَادِكُمۡ ﴾۔(پارہ:۴،سورۂ نساء،آیت نمبر:۱۱)

’’الارث جبری لا یسقط بالاسقاط‘‘۔

(تکملہ شامی،ص۴۹۰ج۷، مطلب : واقعة الفتاوی کتاب الهبة ، ط : مکة المکرمة ، دار الباز)

پیٹ میں بچہ ہوتو تقسیم میں انتظار کیا جائے گا

مسئلہ:......اگر میت کے انتقال کے وقت اس کا کوئی وارث بطن مادر میں یعنی ماں کے پیٹ میں ہے، ابھی اس کی ولادت نہیں ہوئی تو میراث میں شرعا وہ بھی حصہ دار ہے، مگر معلوم نہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ اس لئے جب تک اس کی ولادت نہ ہوجائے میراث تقسیم نہ کی جائے، کیونکہ لڑکے اور لڑکی کا حصہ مساوی نہیں۔ نیز جب یہ طے نہ ہو کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ بہت سی صورتوں میں باقی وارثوں کے حصے بھی یقینی طور پر طے نہیں ہوسکتے ، اگر لڑکا فرض کر کے میراث تقسیم کردی بعد میں لڑکے کی بجائے لڑکی ہوئی تو سارا حساب کتاب اور تقسیم ازسرنو کرنی پڑے گی۔(احکام میت ص۱۴۷۔طبع: توصیف پبلی کیشنز،لاہور)

اگر ورثاء وضع حمل تک انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جو کچھ حصہ پہنچتا ہے اس کے لئے امانت رکھیں، .....اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اس کا پورا حصہ اس کو دے دیا جائے، اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو جس قدر حصہ کی وہ مستحق ہے وہ اس کو دیا جائے، اور حمل کا لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم تھا وہ دوسرے ورثاء کے درمیان ان کے حقوق کے بقدر تقسیم کردیا جائے۔

(مفید الوارثین ص۲۹۴۔فتاوی قاسمیہ ص۳۹۵ج۲۵،سوال نمبر:۱۱۴۵۰)

غلط تقسیم کا کوئی اعتبار نہیں، وہ فسخ ہے

مسئلہ:......اگر غلط تقسیم ہوئی تو وہ تقسیم درست نہیں اور وہ فسخ ہے، دوبارہ تقسیم ضروری ہے۔

’’ولو ظهر غبن فاحش فی القسمة تفسخ‘‘۔

(البحرالرائق ص۲۸۳ ج۸، کتاب القسمة ، زکریا۔کوئٹہ،ص۱۵۶ ج۸)

’’ولو استحق بعض شائع فی الکل تفسخ بالاتفاق... لان باستحقاق جزء شائع ینعدم معنی القسمة وهو الافراز، لانه یوجب الرجوع بحصته فی نصیب الآخر‘‘۔

(ہدایہ ص۴۲۰ ج۴ ط: مکتبہ رحمانیہ، کتاب القسمة۔فتاوی قاسمیہ ص۱۵۱ ج۲۵،سوال نمبر:۱۱۲۹۰)

ضروری ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوجائے تو وارث دفن وکفن سے فراغت پر پہلی فرصت میں کسی اچھے صاحب علم سے جو وراثت کے مسائل سے واقف ہو، معلوم کر کے اپنے معاملات کونمٹائیں، ورنہ جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا ہے مسائل بڑھتے جاتے ہیں، اور وارث در وارث کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے وراثت میں دشواری کے مراحل پیدا ہوجاتے ہیں۔

ایک عرصہ بعد ورثاء کو اپنے حقوق کا خیال آتا ہے تو رنجشیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ترکہ کی اشیاء کی قیمتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوجاتا ہے، اس لئے معاملات زیادہ الجھ جاتے ہیں، اوران کے تصفیہ میں سخت مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، بالآخر لڑائی اور مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے، اگر شریعت کے حکم کے موافق وقت پر وراثت کی تقسیم ہوجائے تو باہمی رضامندی کے ساتھ ساتھ اتحاد واتفاق بھی باقی رہتا ہے، اور تنازعات کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

ہمارے زمانے کی جو حالت ہے، کسی شاعر نے اس کا خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

خبر حدیثوں میں جس کی آئی ہے وہی زمانہ اب آرہا ہے
زمین بھی تیور بدل رہی ہے فلک بھی آنکھیں دکھا رہا ہے
پرائے مال کو اپنا سمجھیں حرام کو بھی حلال سمجھیں
گناہ کریں اور کمال سمجھیں بتاؤ دنیا میں کیا رہا ہے؟
بھائی کا بھائی ہیگا رہزن حقیقی بیٹی ہے ماں کی دشمن
پسر نے چھوڑا پدر کا دامن بہن کو بھائی ستا رہا ہے
ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف میں سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے نماز کس کو پڑھا رہا ہے؟

(فتاوی رحمیہ ص ۳۸۶/۳۹۰ ج ۹۔جدید ص ۵۰۸ ج ۵،سوال نمبر:۲۵۸۳)

اس غفلت کو دیکھ کر کئی مرتبہ خیال آیا کہ ایک مختصر رسالہ لکھوں۔الحمد للہ چند آیات اور آپ ﷺ کے بعض ارشادات کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے،جس سے معلوم ہوگا کہ وراثت کی صحیح تقسیم کتنی ضروری ہے،اور اس میں غفلت پر کس قدر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو اس اہم فریضے کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائے،اور اس مختصر رسالہ کو اس غفلت سے نجات کا ذریعہ بنا کر ذخیرۂ آخرت بنائے،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۳۰/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۱۸ء

بدھ

....

میراث کے متعلق قرآن کریم کی چند آیات

(۱)......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾۔

(پارہ:۴، سورۂ نساء، سورۃ نمبر:۴، آیت نمبر:۱۳/۱۴)

ترجمہ:...... یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے لوگ ہمیشہ ان (باغات) میں رہیں گے، اور یہ زبردست کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کریں گے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کو ایسا عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

تفسیر:...... میراث کے احکام بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے کس شدت سے ان احکام میں نافرمانی کی، یا اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حدود میں غفلت برتنے پر جہنم کی دائمی شدید وعید بیان فرما کر میراث کی تقسیم کی اہمیت کو واضح فرما دیا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جہنم کی دائمی وعید کے ہوتے ہوئے مسلمانوں نے تقسیم میراث کے سلسلہ میں کس قدر غفلت کا ثبوت دیا، کہیں تو عورتوں کو بالکل ہی وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے، کہیں برائے نام کچھ دے کر ان پر احسان جتایا جاتا ہے، کہیں رسمی طور پر ان کا حصہ معاف کروا دیا جاتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حدود میں تجاوز کے مرادف ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اسلام سے پہلے عرب اور عجم کی قوموں میں انسان کی صنف ضعیف، یتیم بچے اور صنف نازک عورتیں ہمیشہ طرح طرح کے ظلم وستم کا شکار رہی ہیں۔اول تو ان کا کوئی حق ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، اور اگر کوئی حق مان بھی لیا گیا تو مردوں سے اس کا وصول کرنا اور اس کا محفوظ رکھنا کسی کی قدرت میں نہ تھا۔

اسلام نے سب سے پہلے ان کو حقوق دلائے پھر ان حقوق کی حفاظت کا مکمل انتظام کیا، قانون وراثت میں بھی عام اقوامِ دنیا نے معاشرہ کے ان دونوں ضعیف اجزاء کو ان کے فطری اور واجبی حقوق سے محروم کیا ہوا تھا۔

عرب نے تو اصول ہی یہ بنالیا تھا کہ وراثت کا مستحق صرف وہ ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کر کے اس کا مال غنیمت جمع کرے۔(روح المعانی ص۲۱۰ ج۴)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں صنف ضعیف بچے اور عورتیں اس اصول پر نہیں آسکتیں، اس لئے ان کے اصول وراثت کی رو سے صرف جوان بالغ لڑکا ہی وارث ہوسکتا تھا، لڑکی مطلقا وارث نہ سمجھی جاتی تھی، خواہ بالغ ہو یا نابالغ، اور لڑکا بھی اگر نابالغ ہوتا تو وہ بھی مستحق وراثت نہ تھا۔(معارف القرآن ص۳۰۸ ج۲)

اس آیت کے شان نزول میں ایک روایت آئی ہے:

(۲)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال : خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی جئنا امرأةً من الانصار فی الاسواف ، فجاءتِ المرأة بابنتین لها ، فقالت : یا رسول الله ! هاتان بنتا ثابت بن قیسٍ قُتل معک یوم احد ، وقد استفاء عمُّهُما مالهما و میراثهما کلَّه ولم یدع لهما مالا الا اخذه ، فما تری یا رسول الله ؟ فو الله لا تُنکَحان ابدا الا ولهما مال ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم :

يقضى اللّه فى ذلك ، قال : و نزلت سورة النّساء ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ الاية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادعوا لى المرأة و صاحبها ، فقال لعمّهما: اَعْطهما الثُّلُثين ، واَعْط اُمَّهُما الثُّمُنَ ، وما بقى فلك۔

(ابوداوٗد، باب ما جاء فى ميراث الصلب ، كتاب الفرائض ، رقم الحديث:۲۸۹۱۔ [۱])

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے، اتنے میں ہمارا گذر اسواف میں ایک انصاری عورت پر ہوا، وہ عورت اپنی دونوں لڑکیوں کو لے کر آئی اور کہنے لگی کہ: اے اللہ کے رسول! یہ دونوں لڑکیاں (حضرت) ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ، میرے شوہر) کی ہیں، جو آپ کے ساتھ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں، ان لڑکیوں کا چچا ان کے پورے مال اور ان کی پوری میراث پر خود قابض ہو گیا ہے، اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رکھا، اس معاملہ میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو کوئی شخص ان کو نکاح میں رکھنے کے لئے بھی تیار

---

[۱]......امام ابوداوٗد رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں کہ: راوی سے نام کے نقل میں غلطی ہوئی ہے، وہ دونوں بچیاں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی نہیں تھیں، اس لئے کہ وہ تو یمامہ کے دن شہید ہوئے تھے۔ یہ بچیاں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تھیں۔

''ترمذی شریف'' اور'' ابن ماجہ'' کی روایت میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت موجود ہے۔

(ترمذی، باب ما جاء فى ميراث البنات ، كتاب الفرائض ، رقم الحديث:۲۰۹۲۔ابن ماجہ، باب فرائض الصلب ، كتاب الفرائض ، رقم الحديث:۲۰۲۰)

نوٹ :......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو نقل فرمایا ہے، اور امام ابو داوٗد رحمہ اللہ کا کلام بھی نقل فرمایا ہے، مگر اس سے پہلے اس روایت کو حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نام سے کونقل فرمایا ہے، واللہ اعلم۔ (معارف القرآن ص ۳۰۸ ج ۲)

نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ فرمادیں گے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پھر جب سورۂ نساء کی یہ آیت ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اس عورت اور اس کے دیور کو (لڑکیوں کا وہ چچا جس نے سارے مال پر قبضہ کرلیا تھا) بلاؤ، آپ ﷺ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ: لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دو، ان کی ماں کو آٹھواں حصہ اور جو بچے وہ تم رکھ لو۔

(۳)......اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾۔ (پارہ:۴، سورۂ نساء، سورۃ نمبر:۴، آیت نمبر:۷)

ترجمہ:......مردوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے۔

(۴)......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا﴾۔

(پارہ:۳۰، سورۂ فجر، سورت نمبر:۸۹، آیت نمبر:۱۹)

ترجمہ:......اور میراث کا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

تفسیر:......اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں غیروں کی بری خصلتوں کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ: تیسری بری خصلت یہ بیان فرمائی ﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا﴾ ''لمّ'' کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم میراث کا مال حلال وحرام سب کو جمع کرکے کھا جاتے

ہو، اپنے حصے کے ساتھ دوسروں کا حصہ بھی غصب کر لیتے ہو، یہاں خصوصیت سے میراث کے مال کا ذکر کیا گیا، حالانکہ ہر ایک مال جس میں حلال وحرام کو جمع کیا گیا ہو ناجائز ہی ہے۔

وجہ خصوصیت کی شاید یہ ہو کہ میراث کے مال پر زیادہ نظر رکھنا اور اُس کے درپے ہونا بڑی کم ہمتی اور کم حوصلہ ہونے کی دلیل ہے کہ مردار خوار جانوروں کی طرح تکتے رہیں کہ کب ہمارا مورث مرے اور کب ہمیں یہ مال تقسیم کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ الوالعزم اور با ہمت لوگ اپنی کمائی پر خوش ہوتے ہیں، مردوں کے مال پر ایسی حریصانہ نظر نہیں ڈالتے۔

(معارف القرآن ص۷۴۳ ج۸)

میراث کے بارے میں احادیث رسول ﷺ

(۱)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : الحقوا الفرائض باھلھا، الخ۔

(بخاری ، باب میراث الولد من ابیہ و امہ ، کتاب الفرائض ، رقم الحدیث:۶۷۳۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرائض ذوی الفروض کے ساتھ ملاؤ۔

تشریح:......اس حدیث میں مذکور ہے کہ: فرائض کو ان کے اہل کے ساتھ ملاؤ۔ فرائض سے مراد وہ حصے ہیں جو کتاب اللہ میں مقرر ہیں، اور وہ نصف (آدھا) ہے، ربع (چوتھائی) ہے ثمن (آٹھواں حصہ) ہے، ثلثان (دوتہائی) ہے، ثلث (ایک تہائی) ہے، اور سدس (چھٹا حصہ) ہے۔ اور ان کے اصحاب وہ ہیں جو کتب فرائض یعنی کتب میراث میں مذکور ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''باھلھا'' یعنی نص قرآن سے جو ان حصوں کا مستحق ہوتا

ہو۔ اور ابن طاؤس رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: اہل فرائض کے درمیان کتاب اللہ کے موافق مال کو تقسیم کردو، یعنی جس طرح اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں حصے بیان فرمائے ہیں اس کے مطابق وہ حصے ان لوگوں میں دے دیئے جائیں۔

(عمدۃ القاری ص ۳۶۷ ج ۲۳۔ نعم الباری ص ۸۴۸ ج ۱۴)

وارث کو محروم کرنے پر جنت سے محرومی کی وعید

(۲)......عن سليمان بن موسى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراثا فرضه الله، قطع الله ميراثه من الجنة۔

(سنن سعید بن منصور ص ۹۶ ج ۱، باب من قطع ميراثا فرضه الله، رقم الحديث: ۲۸۶/۲۸۵۔

كنز العمال، الفرائض، فضله واحكامه، رقم الحديث: ۳۰۴۰۰)

ترجمہ:......حضرت سلیمان بن موسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وارث کو اس کے مقرر حصہ سے محروم کردے اللہ تعالی اس کے جنت کے حصہ سے اس کو محروم کردیں گے۔

(۳)......عن انس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة۔

(ابن ماجہ، باب الحيف في الوصية، كتاب، رقم الحديث: ۲۷۰۳)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے وارث کی میراث سے فرار اختیار کیا، اللہ تعالی قیامت کے دن اسے جنت کی میراث سے محروم رکھیں گے۔

(۴)......اجرؤكم على قسم الجد اجرؤكم على النار، عن سعيد بن المسيب،

مرسلاً۔(کنز العمال ، الفرائض ، فضله واحکامه ، رقم الحديث:٣٠٣٩٠)

ترجمہ:...... میراث کا حصہ کھانے پر جرأت کرنے والا جہنم کی آگ پر جرأت کرنے والا ہے۔حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے۔

(۵)......عن ابی حميد الساعدی ، ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال :لا يحل لامرئ ان يأخذ مال اخيه بغير حقه ، و ذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم۔(مسند احمد بن حنبل ص۴۲۵ ج۵ ، رقم الحديث:٢٤٠٠٣)

ترجمہ:......حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال بغیر کسی حق کے لے لے، چونکہ اللہ تعالی نے ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حرام کیا ہے۔

(۶)......عن عمرو بن يثربی رضی الله عنه قال : خطبنا رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال : ألا ولا يحل لامریءٍ من مال اخيه شيئا الا بطيب نفس منه۔

(مجمع الزوائد ص۲۱۸ ج۴، باب الغصب و حرمة مال المسلم ، كتاب البيوع ، رقم الحديث: ٦٨٦٢)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن یثربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: خبردار کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں الا یہ کہ وہ اسے دلی رضامندی سے دے دے۔

(۷)......عن ابی حميد الساعدی ، ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال :لا يحل لامرئ مسلم ان يأخذ عصا اخيه بغير طيب نفسه۔

(كنز العمال ، الفرائض ، فضله واحكامه ، رقم الحديث:٣٠٣٤٤)

ترجمہ:......حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کا عصا بھی لے۔

(۷)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرى ءٍ الا بطيب نفس منه۔

(مسند احمد بن حنبل ص۷۲ج۵ ، رقم الحديث:۲۰۹۷۱۔سنن دار قطنی ص۲۱/۲۲ج۳ ، کتاب البیوع رقم الحدیث:۲۸۵۸/۲۸۵۹/۲۸۶۰/۲۸۶۱/۲۸۶۲/۲۸۶۳)

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار ظلم نہ کرو، خبردار کسی کے لئے کسی کا مال حلال نہیں الا یہ کہ وہ اسے دلی رضامندی سے دے۔

وارث کے لئے وصیت نہیں

اللہ تعالی نے خود وارث کے حصے قرآن کریم میں تفصیل سے بیان فرمادیئے،اب کوئی وارث کے لئے وصیت کرے تو اس سے دوسرے وارث کا نقصان ہوگا اور اس کا حق مارا جائے گا،اس لئے احادیث میں اس پر صراحت کردی گئی کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

(۸)......عن ابی امامة الباهلی رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فی خطبته عام حجة الوداع : اِنّ الله تبارک و تعالی قد اعطی کل ذی حق حقه ، فلا وصية لوارث۔

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالی نے (احکام میراث نازل

کر کے) ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، پس کسی بھی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

(ترمذی ص۳۲ ج ۲، باب ما جاء لا وصیة لوارث ، ابواب الوصایا ، رقم الحدیث:۲۱۲۰۔ابوداؤد، باب ما جاء فی الوصیة للوارث کتاب الوصایا ، رقم الحدیث:۲۸۷۰۔ابن ماجہ، لا وصیة لوارث ، کتاب الوصایا ، رقم الحدیث:۲۷۱۳)

تشریح:......زمانۂ جاہلیت میں میراث کا کوئی قاعدہ نہیں تھا، میت کی وصیت کے مطابق عمل کیا جاتا تھا، اور لوگ وصیت میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے تھے، وہ اس میں حکمت کے تقاضوں کا پورا لحاظ نہیں رکھتے تھے، کبھی زیادہ حقدار کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ اس کی ہمدردی زیادہ ضروری تھی، اور اپنی کج فہمی سے دور کے رشتہ داروں کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے ضروری ہوا کہ میراث کے احکام نازل کر کے فساد کا یہ دروازہ بند کر دیا جائے، اور توریث کے سلسلہ میں رشتہ داری کی کلی احتمالی جگہوں کا اعتبار کیا جائے، اشخاص کے لحاظ سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جائے، یعنی صرف رشتہ داری کو میراث کی بنیاد بنایا جائے، کس وارث کا میت سے کتنا تعلق ہے: یہ بات نہ دیکھی جائے، کیونکہ انسان پورے طور پر نہیں جان سکتا کہ اصول وفروع میں سے زیادہ نفع پہنچانے والا کون ہے؟

(سورۃ النساء، آیت:۱۱)

غرض جب اس بنیاد پر میراث کا معاملہ طے کر دیا گیا تا کہ لوگوں کے نزاعات ختم ہوں اور ان کے باہمی کینوں کا سلسلہ رک جائے تو اس کا تقاضہ ہوا کہ کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہ ہو، ورنہ توریث کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ٦١٦ ج ۴۔تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی ص ۴۶۱ ج ۵)

....

زمین میں وراثت تقسیم نہ کرنے پر وعید

احادیث میں کسی کی زمین ناحق دبانے پر سخت وعیدیں ارشادفرمائی گئی ہیں، چونکہ اس وقت زمین کی قیمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں، اس لئے عامۃً لوگ وراثت میں زمین کی تقسیم صحیح طور پرنہیں کرتے، یاتو ساری زمین ہی ہڑپ کرجاتے ہیں، یازمین کی صحیح قیمت لگائے بغیراپنی من مانی قیمت کااندازہ کرکے ورثہ کومحروم کردیتے ہیں۔اس لئے چنداحادیث اس سلسلہ میں بھی ذکرکرنی ضروری ہیں۔

(۱)......عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : قلت یا رسول الله ! ای الظلم اظلم ؟ فقال : ذراع من الارض یَنتَقِصُها المرءُ المسلم من حقّ اخیه ، فلیس حصاةٌ من الارض یأخذها ، الا طُوّقها یوم القیامة الی قَعرِ الارض ، ولا یعلم قعرها الا اللهُ تعالی الّذی خلقها۔

(مجمع الزوائدص۲۲۲ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۷۸۔

ورواه الطبرانی فی الکبیر ، رقم الحدیث:۱۰۵۱۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون ساظلم بہت بڑاظلم ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: زمین کاایک گز جوکوئی مسلمان اپنے بھائی کے حق سے کم کردے، ایک کنکر کے برابر بھی غصب کاحق نہیں، مگر قیامت کے دن ایسے گہرے کنویں تک اس کے گلے میں طوق ڈالاجائے گاجس کی گہرائی اللہ تعالی کےعلاوہ کوئی نہیں جانتا۔

(۲)......عن ابی مالک الاشعری رضی الله عنه : عن النّبی صلی الله علیه وسلم قال : أعظمُ الغُلُول عند الله عزّ و جلّ ذِراع من الارض، تجدون الرَّجُلین جارین فی

الارض ، أو فـي الـدّار ، فيقتَطِع احدُهما من حظِّ صاحبه ذِراعا ، اذا اقُتَطعه طُوّقَه مِن سبع ارضين الى يوم القيامة۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۲ ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۷۹)

ترجمہ:......حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی خیانت یہ ہے کہ ایک گز زمین (غصب کر لی جائے) دو آدمی مکان کے پڑوسی یا زمین کے (پڑوسی) اپنے ساتھی کا ایک گز جتنا حصہ زمین کا غصب کر لے، ایسا کیا تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

(۳)......انّ سعيد بن زيد رضى الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من ظلم من الارض شيئا ، طُوّقه من سبع ارضين۔

ترجمہ:......حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس شخص نے (بغیر کسی حق کے) زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی ظلماً لے لیا (تو قیامت کے دن) سات زمینوں تک اس کے (گلے کا) طوق بنا دیا جائے گا۔

(بخاری، باب اثم من ظلم شيئا من الارض ، کتاب المظالم و الغصب ، رقم الحدیث:۲۴۵۲)

(۴)......عن ابى يعلى بن مرة الثقفى رضى الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من أخذ ارضًا بغير حقِّها ، كُلِّف ان يحمِل تُرابها الى المحشر۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۸۳۔
کنز العمال ، الغصب ، رقم الحدیث:۳۰۳۵۱)

ترجمہ:......حضرت ابویعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: جس شخص نے ناحق کسی کی زمین چھین لی تو اسے مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اس کی مٹی میدان حشر تک لے کر جائے۔

(۵)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : قال النّبی صلی الله علیه وسلم : من اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خُسف به یوم القیامة الی سبع ارضین۔

(بخاری، باب اثم من ظلم شیئا من الارض ، کتاب المظالم و الغصب ، رقم الحدیث:۲۴۵۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی زمین کا کچھ حصہ بغیر حق کے لے لیا، تو اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔

(۶)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أخذ شِبرا من مكّة ، فكأنّما أخذه من تحت قدم الرحمن ، ومن أخذ من سائر الارض شیئًا بغیر حقّه ، جاء یوم القیامة مطوقًا فی عُقنه من سبع ارضین۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۸۶۔

کنز العمال ، الغصب ، رقم الحدیث:۳۰۳۵۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مکہ مکرمہ کی زمین میں سے بغیر کسی حق کے بالشت برابر بھی زمین قبضہ کر لی تو گویا اس نے اللہ تعالی کے قدموں تلے سے زمین چھیننے کی جسارت کی، اور جس شخص نے بقیہ زمین میں سے کچھ زمین بغیر کسی حق کے غصب کی وہ قیامت کے دن سات زمینوں کا وہ حصہ اس کے گلے کا طوق بنا ہوگا۔

(۷)......عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من أخذ شیئًا من الارض بغیر حله ، طوّقه من سبع ارضین ، لا یقبل منه صرف ولا عدل۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۸۵)

ترجمہ:......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بغیر کسی حق کے زمین قبضہ کر لی تو قیامت کے دن سات زمینوں سے اس کے (گلے کا) طوق بنادیا جائے گا، اور نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔

(۸)......عن عبد الله رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من غصب رجلا ارضًا ظلمًا ، لقی الله تعالی وهو علیه غضبان۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۲ ج۴، باب فی من غصب ارضا ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۶۸۷۹۔ورواه الطبرانی فی الکبیر ص۱۸ ج۲۲ ، رقم الحدیث:۲۶۔کنز العمال ، الغصب ، رقم الحدیث:۳۰۳۶۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی زمین ظلما غصب کی، وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالی اس پر غصہ ہوں گے۔

(۹)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من بنی فی رباع قوم باذنهم فله القیمة ، ومن بنی بغیر اذنهم فله النقض۔

(کنز العمال ، الغصب ، رقم الحدیث:۳۰۳۷۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت سے عمارت بنائی تو اس کے لئے عمارت کی

قیمت ہوگی، اور جس شخص نے بغیر اجازت کے عمارت بنائی اس کے لئے صرف ملبہ ہے۔

(۱۰)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من بنى فى ربع قوم بغير اذنهم فأرادوا اخراجه فله نقضه ، ومن بنى فى ربع قوم باذنهم فأرادوا اخراجه فله نفقته۔

(كنز العمال ، الغصب ، رقم الحديث:۳۰۳۷۴)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر عمارت بنائی اور اب وہ قوم اسے نکالنا چاہتی ہے تو اس کے لئے عمارت کا ملبہ ہے، اور اگر اجازت سے عمارت بنائی تو اس کے لئے خرچہ ہوگا۔

وصیت کے ذریعہ وارثوں کو محروم کرنے پر جہنم اور عذاب کی وعید

بعض لوگ کسی وجہ سے یا کبھی بلا وجہ بھی وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے دوسرے کسی عزیز یا کسی رفاہی ادارہ کے لئے وصیت کر جاتے ہیں، اس پر حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ:

(۱۱)......ان ابا هريرة رضى الله عنه حدّثه : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انّ الرّجل لَيَعمل أوالمرأةَ بطاعة الله ستين سنة ، ثم يحضُرهما الموتُ فيُضارَّانِ فى الوصية فتجب لهما النّارُ۔

(ابوداؤد، باب ما جاء فى كراهية الاضرار فى الوصيّة ،كتاب الوصايا ، رقم الحديث:۲۸۶۷۔

ترمذی، باب [ما جاء فى الضرار فى الوصيّة] كتاب الوصايا ، رقم الحديث:۲۱۱۷)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرد یا ایک عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وصیت کر کے وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، پس ان کے

لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

تشریح:......وصیت میں نقصان پہنچانا یہ ہے کہ: تہائی سے زائد کی وصیت کرے، یا وارث کے لئے وصیت کرے، یہ دونوں صورتیں شرعا باطل ہیں، اس لئے ان پر عمل نہیں ہوگا۔ یا مرض موت میں وارث کو یا غیر وارث کو مال بخش دے، یا اپنی حیات میں بعض ورثاء کو زیادہ دے دے اور بعض کو کم دے، یا بالکل محروم کر دے۔ یہ سب صورتیں نقصان پہنچانے کی ہیں۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، ص ۴۵۸ ج ۵)

(۱۲)......انس بن مالک رضی الله عنه یقول : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : اذا اراد الله ان یعذب غنیا علی غناء وفقه عند موته بوصیة جائزة فلا یقوم بامره۔ (کنز العمال ، محظورات الوصیة ، رقم الحدیث:۴۶۱۳۱)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ جب کسی مالدار کو مالداری کی وجہ سے عذاب دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو موت کے وقت اسے جائز وصیت کی توفیق دیتے ہیں، پھر وہ اپنے معاملہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔

(۱۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : الحیف فی الوصیّة والاضرار فیها من الکبائر۔ (کنز العمال ، محظورات الوصیة ، رقم الحدیث:۴۶۱۲۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: وصیت کے معاملہ میں ظلم کرنا یا کسی کو ضرر پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔

زندگی میں تقسیم میں برابری کرنی چاہیئے

بعض والدین زندگی میں اپنی اولاد کے ساتھ مساوات نہیں کرتے، کسی ایک بچہ یا بچی

ہی کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ مالی یا اور چیزوں کے ہدایا میں حتی الامکان دوسروں کا خیال رکھے بغیر ایک بچہ یا بچی کونوازتے رہتے ہیں، یہ شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے، اس سے دوسری اولاد کے دل میں والدین کی عظمت ومحبت میں کمی آتی ہے اور یہ فطری چیز ہے۔

بعض والدین بچوں کا زیادہ خیال رکھتے اور بچیوں کومحروم کرتے ہیں، یہ بھی ایک طرح کا ظلم ہے۔ بعض والدین نے اپنی زندگی میں پورا مکان بچے کو ہدیہ کردیا اور ساری بیٹیوں کو محروم کردیا یہ بھی شرعی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔

''فتاوی قاسمیہ'' میں ہے:

اپنی اولاد میں سے کسی ایک کے نام پر اپنے پورے مکان کو کردینا دیگر اولاد پر ظلم ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ص۸۹ ج ۲۵، سوال نمبر:۱۱۲۵۲)

ایسے واقعات بھی دیکھے اور سنے کہ والدین نے بچے کے کاروبار میں، مکان کے اشیاء کے خریدنے میں، سواری اور کار میں بڑی بڑی رقموں سے امداد فرمائی، اور بچیوں کو اس کا ایک فی صد حصہ بھی نہیں دیا، یہ بھی صریح ظلم اور خیانت ہے۔ آپ ﷺ کی تمنا اور چاہت تو حدیث شریف میں یہ بیان فرمائی گئی ہے:

(۱۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : سوّوا بين اولادكم فی العطية ، فلو كنتُ مفضلا أحدا لفضلتُ النّساء۔

(طبرانی (کبیر) ص۳۵۴ ج۱۱، عکرمة عن ابن عباس ، رقم الحدیث:۱۱۹۹۷۔ کنز العمال ، العدل بین العطیة لهم ، النکاح، حقوق و آداب متفرقة ، رقم الحدیث:۴۵۳۵۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھو، اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو

زیادہ دیتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنے کے بارے میں باب قائم کیا ہے اس کے تحت فرماتے ہیں کہ:

’’ واذا اعطی بعضَ ولده شيئا لم يجُز ، حتى يعدِلَ بينهم و يُعطِيَ الاخرِينَ مثله ، ولا يُشهدُ عليه ‘‘۔

یعنی جب اپنے کسی بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ جائز نہیں ہے، حتی کہ سب اولاد کے درمیان عدل کرے، اور دوسروں کو بھی اس کی مثل دے، اور ایسے ظلم پر گواہ بھی نہ بنایا جائے۔ پھر یہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے:

(۱۳)......عن النعمان بن بشير رضى الله عنهما: ان اباه اتى به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : انى نَحَلتُ ابنى هذا غلاما، فقال : اَكُلَّ ولدِكَ مثله ؟ قال : لا، قال : فارجعه۔ (بخاری، باب الهبة للولد ، كتاب الهبة و فضلها ، رقم الحديث:۲۵۸۶)

ترجمہ:......حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ان کے والد ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئے اور بتایا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطا کیا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل غلام عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس ہبہ سے رجوع کرو۔

(۱۳)......النعمان بن بشير رضى الله عنهما وهو على المنبر يقول : اعطانى ابى عطية ، فقالت عمرة بنت رواحة : لا ارضى حتى تُشهِد رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال : انّى اعطيت ابنى من عمرة بنت رواحة عطية ، فأمرَتْنِى ان اُشهِدك يا رسول الله ! قال : اعطيتَ سائر ولدك

مثل هذا ؟ قال : لا، قال : فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم ، قال فرجع فردّ عطيّته۔

(بخاری، باب الاشهاد فی الهبة ، كتاب الهبة ، رقم الحديث:۲۵۸۷)

ترجمہ:......حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما منبر پر فرما رہے تھے کہ: مجھے میرے والد نے ایک عطیہ دیا تو حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ آپ (اس عطیہ پر) رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بناؤ، لہذا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ سے ہے، ایک عطیہ دیا ہے، تو اس نے مجھ سے یہ کہا کہ: میں آپ کو (اس عطیہ پر) گواہ بناؤں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اس (عطیہ) کی مثل دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سو تم اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہدیہ میں) مساوات (اور برابری) کرو۔ (حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا کہ: پھر میرے والد واپس گئے اور اس عطیہ سے رجوع کر لیا۔

تشریح:......''بخاری شریف'' کی ایک اور روایت میں ہے کہ: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ اور شعبی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت پر باب ہی اس طرح قائم فرمایا ہے کہ: ''اگر لوگ کسی کو ظلم پر گواہ بنانا چاہیں تو وہ گواہ نہ بنے''۔

''قال : لا تُشهِدنی علی جورٍ ، و قال : ابو حريز : عن الشعبی : لا اشهد علی جَورٍ''۔

(بخاری، باب لايشهد علی شهادة جورٍ اذا اُشهِد ، كتاب الشهادات ، رقم الحديث: ۲۶۵۰)

البتہ اور دلائل کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اپنی اولاد کے

درمیان ہبہ میں مساوات کرنا واجب نہیں مستحب ہے۔(عمدۃ القاری ص ۲۰۸ ج ۱۳)

زندگی میں ہبہ ہو تو لڑکا اور لڑکی دونوں میں برابری کرے

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک لڑکی اور لڑکے کے درمیان ہبہ میں مساوات رکھی جائے گی۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے: ''اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہدیہ میں) مساوات (اور برابری) کرو''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

(۱۳)......عن انس رضی الله عنه قال : کان مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رجل ، فجاء ابن له ، فقبّله واجلسه علی فخذه ، ثم جاء ت بنت له فاجلسها الی جنبه قال : فهلا عدلت بینهما ۔

(طحاوی ص ۳۶۱ ج ۳، باب الرجل ینحل بعض بنیه دون بعض ، کتاب الهبة والصدقة ، رقم الحدیث :۵۷۱۹)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص تھے، ان کا بیٹا آیا تو انہوں نے اس کو بوسہ دیا اور اس کو اپنی ران پر بٹھالیا، پھر اس کی بیٹی آئی تو انہوں نے اس کو اپنے پہلو کے ساتھ بٹھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے ساتھ عدل کیوں نہیں کیا؟

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا مخالف نہیں دیکھتا کہ: رسول اللہ ﷺ نے بیٹی اور بیٹے کے درمیان عدل کا ارادہ فرمایا، اور یہ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے، اور یہ حدیث عطیہ میں مساوات کی دلیل ہے۔(حوالۂ بالا)

حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کے

درمیان عدل کرو، جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے درمیان نیکی کرنے میں عدل کریں۔

’’فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : " أکلَّ ولدک نحَلْتَہ " قال : لا، قال : " أما یسرّک أن یکونوا لک فی البرّ سواء "۔

(طحاوی ص۳۵۸ ج۳، باب الرجل ینحل بعض بنیہ دون بعض ، کتاب الھبة والصدقة ، رقم الحدیث:۵۷۱۰)

فقہاء نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ: صحیح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ: زندگی میں تقسیم کی جائے تو لڑکے اور لڑکی میں برابری کی جائے۔’’یعطی الابنة مثل ما یعطی الابن وعلیہ الفتوی‘‘۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۹۱ ج۷، الباب السادس فی الھبة للصغیر ، زکریا قدیم۔جدید ص۴۱۶ ج۴)

’’المختار : التسویة بین الذکر والانثی فی الھبة‘‘۔

(البحر الرائق ص۴۹۰ ج۷، کتاب الھبة ، زکریا۔کوئٹہ ص۲۸۸ ج۷)

خاتمہ

نوٹ:......خاتمہ میں دو امور کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں ، اس لئے کہ بعض واقعات آنکھوں نے دیکھے اور بعض کانوں نے سنے بھی۔

ورثاء اپنے چھوٹے بھائی کو مہلت دیں......اور مہلت دینے کی فضیلت

ایک یہ کہ:......بعض مرتبہ والدین کے ساتھ چھوٹا بھائی آخر تک ساتھ رہتا ہے، اور وہ ان کی خدمت بھی اوروں سے زیادہ کرتا ہے، جب والدین کا انتقال ہوجاتا ہے تو دوسرے بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے اس پر تقسیم وراثت میں اور خصوصی طور پر مکان کے بارے میں بڑے حالات آتے ہیں، ورثاء کی تمنا بلکہ اصرار ہوتا ہے کہ مکان فروخت کرکے ان کے حصے انہیں دے دیئے جائیں۔ یہ مطالبہ تو من وجہ صحیح ہے مگر ایسے حالات میں دوسرے ورثاء کو اس چھوٹے بھائی کو کچھ مہلت ضرور دینی چاہیئے ، تاکہ اس کو اچانک اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بے گھر نہ ہونا پڑے، اس کے ساتھ ہمدردی اور احسان کا سلوک کرکے مکان کی موجودہ قیمت میں رعایت کرکے ادائیگی کا وقت دیا جائے تو انشاء اللہ، اللہ تعالی اس پر بڑا اجر عطا فرمائیں گے، ایک تو صلہ رحمی کا اجر ہوگا، دوسرا مہلت دینے کا۔ حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن حذيفة رضى الله عنه قال : سمعت النّبى صلى الله عليه وسلم يقول : ان رجلا كان فيمن كان قبلكم اتاه المَلَک لِيَقْبض روحه ، فقِيل له : هل عمِلْتَ من خير ؟ قال : ما أعلم ، قيل له: اُنظُر، قال : ما أعلم شيئا غير اَنّى كنت اُبايِع النّاس فى الدنيا فاُجازِيهِم فَاُنظِرُ المُوسِر واَتَجاوَزُ عن المُعسِر ، فاَدْخَله الله الجنّة۔

(بخاری، باب ما ذُکِر عن بنی اسرائیل ، کتاب احادیث الانبیاء ، رقم الحدیث:۳۴۵۱)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم سے پہلے کسی امت میں ایک آدمی تھا، جب موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا (اور روح قبض ہونے کے بعد وہ اس دنیا سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوگیا) تو اس سے پوچھا گیا کہ تو نے دنیا میں کوئی نیک عمل کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: میرے علم میں میرا کوئی (ایسا) عمل نہیں ہے۔ اس سے کہا گیا کہ (اپنی زندگی پر) نظر ڈال (اور غور کر) اس نے پھر عرض کیا: میرے علم میں میرا کوئی عمل (ایسا) نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت اور لین دین کا معاملہ کیا کرتا تھا جس میں میں دولت مند کو مہلت دیتا تھا اور تنگدستوں کو معاف کر دیتا تھا، تو اللہ تعالی نے اس شخص کو جنت میں داخل فرمادیا۔

(۲)......عن ابی قتادة رضی الله عنه قال : فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : من سرَّه ان یُنجِیَه اللهُ من کُرَب یوم القیامة فَلْیُنَفِّسْ عن مُعسِر أو یضع عنه۔

(مسلم، باب فضل انظار المعسر والتجاوز فی الاقتضاء من الموسر والمعسر ، کتاب المساقاة والمزارعة ، رقم الحدیث:۱۵۶۳)

ترجمہ:......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے بچالیں تو اس کو چاہیے کہ تنگدست کو (جس پر اس کا قرض وغیرہ ہو) مہلت دے، یا (اپنا پورا مطالبہ یا اس کا کچھ حصہ) معاف کردے۔

....

جوان عورت سے شادی کرنے والے بوڑھوں کے لئے مفید مشورہ

دوسرا یہ کہ:......کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی بڑی عمر میں اپنے سے کم عمر والی عورت سے شادی کرتا ہے۔اب مرد کا انتقال ہوجائے تو بعض مرتبہ یہ بیوی بڑی آزمائش میں آجاتی ہے، پہلی بیوی کی اولاد عامۃً ان سے خوش نہیں رہتیں، [۱] اس لئے عدت تک تو برداشت کرلیتی ہیں، مگر عدت کے بعد فوراً ہی اسے مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اب بیچاری بے گھر بے در قابل رحم ہوجاتی ہے۔ایسے وقت میں اولاد کو چاہئے کہ اس سوتیلی والدہ کے ساتھ بھی عمدہ سلوک و برتاؤ کریں اور اس کی راحت رسانی کا پورا خیال رکھیں کہ اس نے والد صاحب کی ضعیفی میں خوب خدمت کی، اور ہر طرح کی راحت بہم پہنچائی۔

اور اس طرح نکاح کرنے والے بوڑھے شوہر کو بھی اپنی اس بیوی کا خیال رکھنا چاہئے، اس کے لئے کوئی ایسا مناسب بندوبست کرجائے کہ اس کی وفات کے بعد اس کو اس

---

[۱]......اکثر تو ایسی حالت میں بچے راضی نہیں ہوتے، حالانکہ اولاد کو چاہئے کہ والد صاحب کی ضعیفی کا خیال رکھتے ہوئے کہ انہیں اس عمر میں خدمت کی ضرورت رہتی ہے۔ اگر ان کی خواہش ہو تو۔کوئی مناسب رشتہ کروادیں۔

راقم کے سامنے ایسے واقعات ہوئے کہ بعض حضرات نے، اور بعض اہل علم نے دوسری شادی کا ارادہ کیا تو اولاد مانع ہوئیں، اور کچھ اولاد تو خود بھی اچھے صاحب علم تھی، مگر......

اور انہوں نے ایک لمبا عرصہ بغیر بیوی کے اولاد کی چاہت کو مقدم رکھتے ہوئے بڑے حالات اور آزمائشوں میں گذارا۔اللہ تعالی ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

بعض بزرگوں نے مجھ جیسے چھوٹے کو حکم بھی فرمایا کہ: تو میری اولاد سے اور خاص طور پر فلاں صاحب سے بات کر کہ: مجھے شادی کی سخت ضرورت ہے، میں اکیلا ہوں، طرح طرح کی خدمت کا ضرورت مند ہوں، اور کھانے تک کا محتاج ہوں۔افسوس کہ میں اسباب مختلفہ کی وجہ سے ان کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔

طرح کے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اس کے لئے معتمد اہل علم سے مشورہ کر کے ایسی صورت اختیار کی جائے کہ اولاد بھی وراثت سے محروم نہ ہوں اور بیوی کا بھی نقصان نہ ہو۔

وراثت میں احتیاط پر اکابر کے چند واقعات

مال وراثت میں احتیاط اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

میت کے مال میں موت کے ساتھ ہی سارے ورثاء کا حق ہو جاتا ہے حتی کہ سوئی دھاگے میں بھی سب شریک ہو جاتے ہیں، اب کسی کے لئے یہاں تک کہ کسی ایک وارث کے لئے بھی میت کے مال کا استعمال جائز نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اس کی عیادت کی اور ابھی وہیں تھے کہ اس مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی، یہ حالت دیکھ کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا، اور یہ سوچا کہ یہ شخص تھوڑی دیر کا مہمان ہے اس لئے اس کے پاس ہی بیٹھے رہنا چاہئے، اس مریض کے قریب ایک چراغ جل رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، جیسے ہی اس کا انتقال ہوا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چراغ بجھا دیا، لوگوں نے کہا کہ: حضرت! آپ نے چراغ بجھا دیا، حالانکہ اس وقت تو روشنی کی ضرورت تھی؟ آپ نے فرمایا: یہی وقت اس چراغ کے بجھانے کا تھا، اس لئے کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا، یہ چراغ اس کی ملکیت میں تھا، اور اس کے انتقال کے بعد وارثوں کی ملکیت میں چلا گیا، اور اب وارثوں کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا ہمارے لئے جائز نہیں، اس لئے میں نے چراغ بجھا دیا۔

....

تقسیم وراثت میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا معمول

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ (حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مرید اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے خلیفہ) کو جو میراث پہنچی تھی وہ اوپر کی کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی تھی، آپ کو بڑی فکر ہوئی تو دور دور کے ورثاء کو تلاش کر کے ان سب کے حصوں کو لفافوں میں رکھا، کسی میں دو آنے، کسی میں چار آنے، کسی میں روپیہ، کسی میں دو روپے، پھر وارثوں کو تلاش کر کے ان تک ان کے حصے پہنچائے۔

آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب برادری میں کسی کا انتقال ہوتا، تو کفن دفن کے بعد سیدھے میت کے گھر تشریف لے جاتے، اور دروازے پر بیٹھ جاتے - غربت کا زمانہ تھا، لوگوں کے پاس زیادہ مال و دولت نہیں ہوتی تھی - گھر والوں سے کہتے کہ: مرنے والے نے جو کچھ مال چھوڑا ہے وہ باہر لے آؤ، میں اس کو وارثین میں تقسیم کردوں، چنانچہ گھر والے جو کچھ ہوتا، وہ باہر بھیجتے، اور آپ اسی وقت تقسیم فرما دیتے۔

(تقسیم وراثت کی اہمیت، از: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی، مدظلہ)

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے لئے دار العلوم کراچی تشریف لائے تو ضعف کے آثار نمایاں تھے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ حضرت کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا خمیرہ لائے تا کہ ضعف میں کچھ افاقہ ہو، اور عرض کیا کہ: حضرت! ایک چمچہ تناول فرمالیں۔ حضرت عارفی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ خمیرہ تو اب میراث اور ترکہ کا ایک حصہ ہے، تمہارے لئے جائز نہیں کہ اس طرح یہ خمیرہ اٹھا کر کسی کو دیدو، اگر چہ وہ ایک چمچہ ہی کے

برابر کیوں نہ ہو۔حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے کہا کہ: الحمد للہ ورثاء سب بالغ ہیں، اور وہ سب یہاں موجود ہیں، اور سب اس بات پر راضی ہیں کہ آپ یہ خمیرہ تناول فرمالیں، تب حضرت عارفی رحمہ اللہ نے وہ خمیرہ تناول فرمایا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

اس کے ذریعہ حضرت والا نے یہ سبق دے دیا کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ آدمی رواداری میں گذر جائے ۔فرض کریں کہ اگر تمام ورثاء میں ایک وارث بھی نابالغ ہوتا یا موجود نہ ہوتا اور اس کی رضامندی شامل نہ ہوتی تو اس خمیرہ کا ایک چمچہ بھی حرام ہوجاتا، اس لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جونہی کسی کا انتقال ہوجائے تو جلد از جلد اس کی میراث تقسیم کردو، یا کم از کم حساب کر کے رکھ لو کہ فلاں کا اتنا حصہ ہے اور فلاں کا اتنا حصہ ہے، اس لئے کہ بعض اوقات تقسیم میں کچھ تاخیر ہوجاتی ہے، بعض اشیاء کی قیمت لگانی پڑتی ہے اور بعض اشیاء کو فروخت کرنا پڑتا ہے، لیکن حساب اسی دن ہوجانا چاہیئے ۔آج اس وقت ہمارے معاشرے میں جتنے جھگڑے پھیلے ہوئے ہیں ، ان جھگڑوں کا ایک بنیادی سبب حساب کتاب کا صاف نہ ہونا اور معاملات کا صاف نہ ہونا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا بے مثلا واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک مخصوص کمرہ تھا، جب اس کمرہ میں کوئی سامان باہر سے آتا تو فوراً واپس بھیجوادیتے تھے، مثلا حضرت نے پانی منگوایا، جب پانی پی لیتے تو فورا فرماتے کہ: یہ گلاس واپس رکھ آؤ جہاں سے لائے تھے۔ جب گلاس واپس لیجانے میں دیر ہوجاتی تو ناراض ہوجاتے ۔ایک دن حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے عرض کیا کہ: حضرت !اگر سامان واپس لے جانے میں تھوڑی دیر ہوجایا

کرے تو معاف فرمادیا کریں۔فرمانے لگے:تم بات سمجھتے نہیں ہو۔بات اصل یہ ہے کہ میں نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہوا ہے کہ:اس کمرے میں جو سامان بھی ہے وہ میری ملکیت ہے،اور باقی کمروں میں اور گھر میں جو سامان ہے وہ تمہاری والدہ کی ملکیت ہے، اس لئے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کبھی دوسرے کمروں کا سامان یہاں پر آجائے ،اور اسی حالت میں میرا انتقال ہو جائے تو اس وصیت نامہ کے مطابق تم یہ سمجھو گے کہ یہ میری ملکیت ہے، حالانکہ وہ میری ملکیت نہیں ،اس وجہ سے میں کوئی چیز دوسروں کی اپنے کمرے میں نہیں رکھتا، واپس کروادیتا ہوں ۔(اصلاحی خطبات ص:۸۶/۸۵ج۹)

شرعی تقسیم وراثت کو نہ ماننے والے کا حکم

سوال:......کوئی وارث شرعی احکام کو تسلیم نہ کرے، یا اپنی من مانی چلائے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر وہ اپنی زبردستی سے میراث کو غیر شرعی طور پر تقسیم کر کے ہٹ دھرمی پر ڈٹا رہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جو لوگ شرعی حساب کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر اپنی ضد پر قائم ہوں تو کیا ان سے تعلق اور رشتہ داری باقی رکھنا درست ہے؟ نیز تین ورثاء میں اگر اتفاق ہو جائے اور وہ اپنی زبردستی سے اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کر لیں اور جو وارث حکم شرعی پر بضد ہو وہ بوجہ فساد ان کی تقسیم کو قبول کر لے، کیونکہ فساد کا اندیشہ ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب و بالله التوفيق:......وراثت کے احکام قرآن کریم میں نص قطعی سے ثابت ہیں۔

﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۱۱)

اس کے انکار سے خوف کفر ہوتا ہے۔

”اذا انكر الرجل آية من القرآن ، أو تمسخر باية من القرآن ، أو عاب كفر، الخ“

(هنديه ، كتاب السير، الباب التاسع ، مطلب: موجبات الكفر انواع، مكتبة : زكريا جديد ۲۷۹/۲۔الفتاوى التاتار خانية ۳۱۵/۷، رقم :۱۰۵۷۶۔ المحيط البرهانى ، المجلس العلمى ۴۱۱/۷، رقم:۹۲۲۹)

”ورد النصوص بان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة ، كحشر الاجساد مثلا كفر ، لكونه تكذيبا صريحا لله تعالى و رسوله عليه السلام“۔

(شرح العقائد ، مبحث رد النصوص كفر، مکتبہ نعیمیہ، دیوبند، ۱۶۶)

لہٰذا ان کو سمجھایا جائے، اگر پھر بھی نہ مانیں تو بائیکاٹ کر سکتے ہیں۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾۔(سورۂ ھود،آیت نمبر:۱۱۳)

اس سے جلدی توبہ واستغفار کرلے،خوف کفر ہے،جیسا کہ اوپر گذرا۔اس کا گناہ زبردستی کرنے والوں پر ہوگا۔(فتاوی قاسمیہ ص۵۴۴ ج۱،سوال نمبر:۱۱۲)

ووٹ کے

احکام ومسائل

اس مختصر رسالہ میں ووٹ کی شرعی حیثیت اور علماء دیوبند کے فتاوی کو جمع کیا گیا ہے، انشاء اللہ موضوع کے متعلق تفصیلی مسائل کے متلاشی کو یہ رسالہ بہت سی کتب کی ورق گردانی سے مستغنی کردے گا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

ووٹ کی شرعی حیثیت

سوال:……مروجہ طریقہ انتخاب میں ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب:……عصر حاضر میں ووٹ کی مختلف حیثیتیں ہیں:

(۱):……اس کی حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، ووٹر جس ممبر کو ووٹ دے رہا ہوتا ہے وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اس کو ملک وقوم کے لئے مفید اور خیر خواہ سمجھتا ہوں۔

(۲):……اس کی حیثیت مشورہ کی سی ہے، ووٹر حکومت اور نظم ونسق کے سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ سیاسی امور میں کون زیادہ بہتر، ایمان دار اور دیانتدار ہے۔

(۳):……اس کی حیثیت سفارش کی ہے کہ ووٹر اس امیدوار کے لئے ایک اہم عہدہ سنبھالنے کے لئے سفارش کرتا ہے۔

(۴):……اس کی حیثیت وکالت کی ہے، ووٹر اپنے لئے حکومت کے گھر میں وکیل نامزد کرتا ہے کہ یہ شخص (امیدوار) حکومت سے میرے مسائل حل کرائے گا۔

(۵):……ووٹ کی حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، ووٹر اپنے ووٹ کے ذریعہ مقامی امیدوار کے واسطہ سے سربراہ مملکت کی بیعت کرتا ہے۔

اس بیعت میں یہ ضروری نہیں کہ براہ راست سربراہ مملکت یا خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، بلکہ بیعت خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہوسکتی ہے، اور اسی طرح سربراہ مملکت کی جانب سے مقرر شدہ نمائندہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی خلیفہ کی بیعت شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ ’’صحیح بخاری‘‘ میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: لوگوں سے میرے لئے بیعت لے لو۔

عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه يقول : قال لنا رسول الله صلى الله عليه

وسلم : ونحن فی مجلس : تبایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شئیا۔
(صحیح بخاری ص۱۰۷۱ ج۲، کتاب الاحکام)

وعن عبد اللہ بن دینار قال : شهدت ابن عمر رضی اللہ عنهما حیث اجتمع الناس علی عبد الملک ، کتب انی اُقر بالسمع والطاعة لعبد اللہ عبد الملک امیر المؤمنین علی سنة اللہ و سنة رسول اللہ ما استطعت وان نبیّ قد اقروا بمثل ذلک۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لئے اپنے حق رائے دہی (ووٹ کے استعمال) کا معاملہ بڑا نازک اور اہم ہے، اگر کسی نے نا اہل شخص کو ووٹ دے دیا تو یہ ووٹ شہادت زور، غلط سفارش اور غلط مشورہ میں داخل ہوگا، اور اس قسم کے غلط افعال کا ارتکاب قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے۔

(۱)......لما قوله تعالی :﴿فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین به﴾۔(سورۂ حج، آیت نمبر:۳۰/۳۱)

()......﴿من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها﴾۔(سورۂ نساء، آیت نمبر:۸۵)

وقال علیه الصلوة والسلام :((المستشار مؤتمن))۔(ترمذی ص۱۰۵ ج۲)

وعن تمیم الداری رضی اللہ عنه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال : الدین النصیحة ، قلنا لمن؟ قال : للہ و لکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین و عامتهم ۔
(بخاری ص۹۴ ج۲، کتاب الایمان۔مسلم ص۵۴ ج۱، کتاب الایمان)

(فتاوی حقانیہ ص۳۰۲ ج۲)

ووٹ کا حق استعمال نہ کرنا

سوال:......عصر حاضر میں انتخابات کے موقع پر ووٹنگ کے دوران بعض لوگ بالکل ووٹ کا استعمال نہیں کرتے ہیں، کیا شریعت مقدسہ کی رو سے ووٹ کا حق استعمال کرنا لازمی ہے یا نہیں؟۔

الجواب:......ووٹ کی حیثیت ایک قسم کی شہادت ہے اور شہادت میں یہ تفصیل ہے کہ: شہادت کبھی واجب اور کبھی فرض کی حد تک پہنچتی ہے، اور کبھی استحباب اور اباحت کے درجہ میں ہوتی ہے، جہاں کہیں شہادت کے ترک کرنے سے مدعی کا حق سلب ہوتا ہو تو وہاں شہادت دینا واجب ہے، اور جہاں کہیں گواہوں کی تعداد زیادہ ہو وہاں گواہی دینا مستحب اور مباح ہے۔

لما قال الامام القرطبی رحمه الله فی تفسیر هذه الأیة : ﴿ولا یأب الشهداء اذا مادعوا﴾ فاذا كانت الفسحة لكثرة الشهود والامن من تعطل الحق ، فالمدعو مندوب ، وله ان یتخلف لادنی عذر وان تخلف لغیر عذر فلا اثم علیه ولا ثواب له ، واذا كانت الضرورة وخیف تعطل الحق ادنی خوف قوی الندب و قرب من الوجوب ، واذا علم ان الحق یذهب و یتلف بتأخیر الشاهد عن الشهادة فواجب الوجوب القیام بها لا سیما ان كانت محصلّة وكان الدعاء الی ادائها۔

(الجامع لاحکام القرآن ص۳۹۸ج ۳،سورۃ البقرۃ)

انتخابات میں ووٹنگ کے دوران ہر شخص کو یہ اندازہ لگانا چاہئے کہ اگر میں نے فلاں حقدار کو ووٹ نہ دیا تو اس کے مقابلہ میں فاسق' فاجر کامیاب ہو جائے گا، تو ایسی حالت میں اس کے لئے ووٹ کا حق استعمال کرنا ضروری ہے، اور اگر یہ خطرہ موجود نہ ہو تو اس کے

لئے ووٹ کے عدم استعمال پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اسی طرح اگرکسی انتخابی حلقہ میں حصہ لینے والے امیدوار فساق وفجار ہوں تو ووٹر کے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ ووٹ کا بالکل استعمال نہ کرے، حقیقت میں ووٹ کے استعمال کے دو پہلو ہوئے ،اور یہ ووٹر کی اپنی صواب دید پر منحصر ہوتا ہے کہ میرے لئے ووٹ کا استعمال کرنے میں کیا فائدہ ہے اورعدم استعمال میں کیا نقصان ہے، اپنے دینی ودنیوی فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ووٹ کا استعمال کرے، اس لئے کہ ووٹ کی حیثیت ایک قسم کی سفارش کی ہے،،اورسفارش اگراچھی ہوتو ثواب ورنہ گناہ کا مستوجب ہوگا۔

قال الامام القرطبی رحمه الله فی تفسیر هذه الأية : ﴿من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها ﴾۔(نساء/۸۵)

وقال مجاهد والحسن وابن زياد و غيرهم: هی فی شفاعا ت الناس بينهم فی حوائجهم ، فمن يشفع لينفع فله نصيب ' ومن يشفع ليضر فله كفل۔

(الجامع لاحکام القرآن،ص۲۹۵ج۵،سورۃ النساء۔فتاوی حقانیہ ص۳۰۳ج۲)

قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ضروری تنبیہ کے عنوان سے بڑی مفید بات تحریرفرمائی ہے، حضرت تحریرفرماتے ہیں:

نااہل، ظالم، فاسق اورغلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے نیک اورقابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے۔قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کوحرام قرار دیا اسی طرح سچی شہادت کوواجب ولازم بھی فرمایا ہے۔ارشاد باری ہے:﴿**كونوا قوامين لله شهداء بالقسط**﴾۔اوردوسری جگہ ارشاد ہے:﴿**كونوا**

قوامین بالقسط شهداء لله ﴾، ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لئے شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ تیسری جگہ سورۂ طلاق میں ارشاد ہے: ﴿واقیموا الشهادة لله﴾ یعنی اللہ کے لئے سچی شہادت کو قائم کرو، ایک آیت میں ارشاد ہے: ﴿ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه اٰثم قلبه ﴾ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا، اس کا دل گنہگار ہے۔

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور ادا کریں، آج یہ خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں، ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں، اوران لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے، اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو اسے ووٹ دینے سے گریز کرنا شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کا مترادف ہے، اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے، جیسا کہ نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیل نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیل ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے، والله سبحانه وتعالى اعلم۔ (جواہر الفقہ ص۵۳۴ ج۵، جدید)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب مدظلہم نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے، حضرت تحریر

فرماتے ہیں:

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ آج کی سیاست مکر وفریب کا دوسرا نام بن چکی ہے، اس لئے شریف آدمیوں کو نہ سیاست میں کوئی حصہ لینا چاہیئے، نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہیئے اور نہ ووٹ ڈالنے کے خرخشے (جھگڑے، پریشانی) میں پڑنا چاہیئے۔ یہ غلط فہمی خواہ کتنی نیک نیتی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو، لیکن بہر حال غلط اور ملک وملت کے لئے سخت مضر ہے۔ ماضی میں ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں کا ایک تالاب بن چکی ہے، لیکن جب تک کچھ صاف' ستھرے لوگ اسے پاک کرنے کے لئے آگے نہیں بڑھیں گے، اس گندگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، اور پھر ایک نہ ایک دن یہ نجاست خود ان کے گھروں تک پہنچ کررہے گی، لہذا اشرافت اور عقلمندی کا تقاضا یہ نہیں کہ سیاست کی اس گندگی کو دور' دور سے برا کہا جاتا رہے، بلکہ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ سیاست کے میدان کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھیننے کی کوشش کی جائے جو مسلسل اسے گندہ کررہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الناس اذا رأو الظالم' فلم یاخذوا علی یدیه' او شک ان یعمهم الله بعقاب))

اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالی ان سب پر اپنا عذاب عام نازل فرمائے۔ (جمع الفوائد ص۱۵ ج ۲، بحوالہ: ابوداؤد وترمذی)

اگر آپ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے، اور انتخابات میں سرگرم حصہ لے کر ظلم کو کسی نہ کسی درجے میں مٹانا آپ کی قدرت میں ہے تو اس حدیث کی رو سے یہ آپ کا فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کے بجائے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اس ظلم کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

بہت سے دیندارلوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اپنا ووٹ استعمال نہ کریں گے تو اس سے کیا نقصان ہوگا؟ لیکن سنئے! کہ سرکاردوعالم ﷺ کیا ارشادفرماتے ہیں:؟ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ''مسند احمد'' میں روایت ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا:

''من أُذل عنده مؤمن ، فلم ينصره وهو يقدر على ان ينصره ، اذله الله على رؤوس الخلائق''۔(جمع الفوائد ص۱۵ ج۲)

جس شخص کے سامنے کسی مؤمن کو ذلیل کیا جارہا ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پرقدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ تعالی اسے (قیامت کے میدان میں) برسرعام رسوا کرے گا۔

ووٹ نہ دینا حرام ہے

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من كتم شهادة اذا دعى اليها كان كمن شهد بالزور''

جس کو شہادت کے لئے بلایا جائے، پھر وہ اسے چھپائے تو وہ ایسا ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والا۔

بلکہ گواہی دینے کے لئے اسلام نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی انسان اپنا یہ فریضہ ادا کردے، اوراس میں کسی کی دعوت یا ترغیب کا انتظار بھی نہ کرے۔حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الا اخبركم بخير الشاهد الذى اتى بشهادته قبل ان يسالها''

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ وہ شخص ہے جو اپنی گواہی کسی کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی ادا کردے۔

ووٹ بھی بلا شبہ ایک شہادت ہے، قرآن وسنت کے یہ تمام احکام اس پر بھی جاری ہوتے ہیں، لہذا ووٹ کو محفوظ رکھنا دینداری کا تقاضا نہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ صحیح استعمال کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

یوں بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر شریف دیندار اور معتدل مزاج کے لوگ انتخابات کے تمام معاملات سے بالکل یکسو ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ یہ پورا میدان شریروں' فتنہ پردازوں اور بے دین کے ہاتھوں میں سونپ رہے ہیں، ایسی صورت میں کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکومت نیک اور اہلیت رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں آئے، اگر دین دار لوگ سیاست سے اتنے بے تعلق ہو کر رہ جائیں تو پھر انہیں ملک کی دینی اور اخلاقی تباہی کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی حق نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے اور ان کے حکام کا سارا عذاب وثواب ان ہی کی گردن پر ہوگا اور خود ان کی آنے والی نسلیں اس شر وفساد سے کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتی جس پر بند باندھنے کی انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔ (ووٹ کی اسلامی حیثیت، فقہی مقالات ص ۲۸۷ ج ۲)

ووٹ کے لئے اہلیت کا کیا مطلب ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اور اہل کا مطلب یہ ہے کہ چند امور اس میں موجود ہوں:

(۱):......دیندار اور نیک ہو۔

(۲):......سمجھدار اور معاملہ شناس ہو۔

(۳):......اپنی رائے کو آزادی کے ساتھ مجلس میں پیش کرسکتا ہو۔

(۴):......رفاہ عام کی پوری کوشش کرنے والا ہو۔

(۵):......لوگوں پر معاملات میں ظلم نہ کرتا ہو۔(امدادالمفتین ص۴۴۳ ج۲)

(۶):......غیر مسلم ہوتو اسلام یا مسلمانوں کے ساتھ اس کی دشمنی مشہور نہ ہو۔

(۷):......مذہبی ہمدردی رکھنے والا ہو۔

(۸):......قوم کا ہمدرد اور خیرخواہ ہو۔

(۹):......لالچ وغیرہ برائیوں سے دور ہو۔

(۱۰):......عوام کے لئے بھلائی کے کام کرنے کا شوق رکھتا ہو۔(فتاوی دینیہ ص۲۶۷ ج۵)

دین کے لئے ووٹ کے استعمال میں والدین کی نافرمانی گناہ نہیں

سوال:......ایک شخص دیندار ہے اور شرع کا پابند ہے، جب انتخابات کا وقت آتا ہے تو وہ ایک دینی جماعت کو ووٹ دیتا ہے، جبکہ اس کا والد سیکولر ذہنیت رکھتا ہے اور اپنا ووٹ بھی غیر مذہبی پارٹی کو دیتا ہے، اور اپنے دیندار بیٹے سے بھی کہتا ہے کہ: میری پسندیدہ پارٹی کو ووٹ دینا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع بیٹے کے لئے والد کی یہ بات ماننا صحیح ہے یا نہیں؟۔

الجواب:......ایک سعادت مند بیٹے کے لئے والدین کی فرمانبرداری ضروری ہے، لیکن ایسے امر میں نہیں کہ جس سے دین کو نقصان پہنچتا ہو اور اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتا ہو۔ صورت مسئولہ میں بیٹا عنداللہ اپنی مسئولیت کا احساس کرکے کوئی فیصلہ کرے کہ جس سے اللہ کے ہاں اس کی ذمہ داری فارغ ہو۔

لما قال علیه الصلوة والسلام: ((لاطاعة فی معصیة الله انما الطاعة فی

المعروف))۔(صحیح مسلم ص۱۲۵ا ج ۲، کتاب الامارة ۔نسائی ص۲۶۶ ج ۲، کتاب البیعة)

وعـن ابـن سيـرين رحمه الله ان عمران بن حصين رضى الله عنه قال : للحكم الغفارى رضى الله عنه أسمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول : لا طاعة للمخلوق فى معصية الخالق ؟ قال : نعم۔(کنز العمال ص۹۲ ج ۵، رقم الحدیث:۱۴۴۰۱)

(فتاوی حقانیہ ص۳۰۵ ج ۲)

ووٹ دیتے وقت شخصیت یا پارٹی کو ترجیح دینا

سوال:......عصر حاضر میں انتخابات کے وقت اہل حلقہ کسی امیدوار مثلا زید کو صالح اور دیندار اور مدبر سمجھتے ہیں، لیکن پھر بھی اس کے مقابلہ میں ووٹ بکر کو دیتے ہیں جو کہ مرتبہ میں زید سے تھوڑا سا کم ہے، اہل حلقہ کا یہ اقدام شرعا کیسا ہے؟

الجواب:......انتخابات میں ووٹ دیتے وقت اہل اور صالح ترین آدمی کو ترجیح دینا ضروری ہے، تاہم اگر صالح آدمی کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ اسمبلی میں پہنچ کر صدارتی انتخابات یا وزارت عظمی کے انتخاب میں کسی فاسق فاجر کو ووٹ دے گا، تو اس صورت میں اسے ترجیح نہیں دی جائے گی، بلکہ جو شخص آگے کسی دیندار صدارتی امیدوار کو ووٹ دے گا اس کو صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات میں ترجیح دینی ضروری ہے۔

قال العلامة الحاكم نيسابورى رحمه الله : عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قـال رسـول الـلـه صـلـى الـله عليه وسلم : من استعمل رجلا من عصابة وفى تلك العصابة من هو ارضى لله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنين۔

(المستدرک علی الصحیحین ص۹۲ ج ۴)

(فتاوی حقانیہ ص۳۰۶ ج ۲)

ووٹ کس کو دیں

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......اگر مسلمانوں کے ووٹ سے کسی سیاسی مجلس کا انتخاب کیا جائے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ امور سیاسیہ میں جو شخص ماہر اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ان کے حقوق کی حفاظت کا اہل ہو، اس کو ووٹ دیں، ان اوصاف کے ساتھ اگر شریعت کا بھی پابند اور نیک وصالح ہو تو وہی مستحق ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۲ ج ۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

ایک اور جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......اگر آپ کو ان مسلمانوں کے متعلق صحیح رائے کا یقین نہ ہو تو ان کو رائے نہ دیں، جو لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لئے مفید ہوں گے اور غیر مسلم متعصب رکن کے مقابلے میں وہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ہوں گے، وہ انہیں ووٹ دے سکتے ہیں، کیونکہ اسمبلی میں کسی معتبر نیک مسلمان کو بھیجنا اپنے اختیار کی بات نہیں، وہاں تو جو لوگ ممبری کے امیدوار ہوں ان میں سے بہتر آدمی کو ووٹ دینا چاہئے۔ اور اگر کسی کو ووٹ دینے کی مرضی نہ ہو تو نہ دیا جائے، مگر یہ تو جائز نہیں کہ ایک امیدوار کے حق میں تو اسلامی ضروریات کی جانچ کی جائے اور دوسرے کو خواہ وہ متعصب غیر مسلم ہو، ووٹ دے دیا جائے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۵ ج ۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

ایک اور جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......ممبر کے لئے رائے دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنا نمائندہ بنا کر کمیٹی یا کونسل میں بھیجنا ہے، کمیٹی یا کونسل میں جا کر جس کام کی حاجت ہوتی ہے، اس کی لیاقت اور

صلاحیت ممبر میں ہونی لازم ہے، اور اسی لیاقت اور صلاحیت کو ووٹ دینے کا معیار قرار دینا چاہئے۔ ووٹ کسی طمع یا خوف یا معاوضہ کی بنا پر دینا درست نہیں، غیر مستحق اور ایسے شخص کو جس میں لیاقت اور صلاحیت نہیں ہے، ووٹ دینا قومی خیانت ہے۔

(کفایت المفتی ص۲۵۶ ج۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

ایک اور جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......انتخاب کا معاملہ بہت سخت ذمہ داری کا ہے، رائے دینے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس شخص کو رائے دیں جو نیک اور سمجھدار اور ملک وقوم کا خیرخواہ ہو۔

(کفایت المفتی ص۲۶۵ ج۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

میونسپلٹی کا ووٹ کس کو دیا جائے

الجواب:......میونسپل الیکشن کے سلسلے میں ہر علاقہ کے سمجھدار لوگ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون لائق اور قابل اعتماد ہے اور کون نہیں۔ علاقہ والوں کو خود ہی فیصلہ کرنا چاہئے۔

(کفایت المفتی ص۲۶۰ ج۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

رشتہ داری کی بنیاد پر ووٹ دینے کا حکم

سوال:......کسی امیدوار کو اچھے برے کی تمیز کئے بغیر محض برادری اور رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ووٹ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......اہل اور حقدار کے بجائے صرف رشتہ داری اور برادری کی وجہ سے کسی امیدوار کو ووٹ دینا عصبیت اور جاہلیت کے مترادف ہے، اور حضور نبی کریم ﷺ نے عصبیت کی دلدل میں پھنسنے والوں سے بے زاری کا اظہار فرمایا ہے۔

لما ورد فی الحدیث : عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی

اللـه عليه وسلم : من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات ميتة جاهلية.....ومن قاتل تحت رأية عمية يدعو الى عصبية او يغضب لعصبية فقتل فقتله جاهلية۔

(سنن النسائی ص۱۵٦ ج۲، کتاب المحاربة ، باب التغليظ فيمن قاتل تحت راية عمية)

(فتاوی حقانیہ ص۳۰۷ ج۲)

دیندار امیدوار کے حق میں ووٹ دینے کی قسم توڑنا

سوال:......زید نے انتخابات کے موقع پر عمرو کے بارے میں قسم کھائی کہ میں اپنا ووٹ عمرو کو دوں گا، لیکن کچھ دن بعد عمرو کے مقابلہ میں بکر انتخابات کے لئے کھڑا ہوگیا، اور تمام اہل محلّہ کے نزدیک بکر، عمرو سے دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے اچھے کردار کا مالک ہے، اب زید کہتا ہے کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اسے بکر کے حق میں توڑ سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب:......بکر چونکہ دیندار اور دیانتدار ہونے کی وجہ سے ووٹ کا صحیح حقدار ہے، اس لئے زید کو چاہئے کہ اپنی قسم توڑ دے، اور قسم کا کفارہ ادا کرے، اور اپنا ووٹ بکر کے حق میں استعمال کرے تو شرعاً اس کا ذمہ فارغ ہوجائے گا۔

لما روى امام النسائی رحمه الله : عن عدى بن حاتم قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ((من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها ' فليأت الذى هو خير وليكفر عن يمينه))۔

(سنن نسائی، ص۱۴۱ ج۲، باب من حلف على يمين فراى خيرا منها ، كتاب الايمان)

(فتاوی حقانیہ ص۳۰۸ ج۲)

فاسق اور فاجر کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا

سوال:......کسی فاسق اور فاجر شخص کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......ووٹ ایک امانت اور سفارش ہے، یا ایک قسم کی شہادت ہے، اس اعتبار سے کسی فاسق یا فاجر شخص کو ووٹ نہیں دینا چاہئے، ووٹ کسی دیانتدار' امانتدار اور دیندار یا ایسے شخص کو دینا چاہئے جو قوم اور ملک کے لئے مفید ثابت ہو، تاہم جہاں کہیں پارٹی کی بنیاد پر الیکشن ہوتو اس میں شخصیت کے مقابلہ میں پارٹی کے منشور کو مدنظر رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

(۱)......قوله تعالى : ﴿ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها﴾۔

(سورۂ نساء، آیت نمبر: ۸۵)

(۲)......قوله تعالى : ﴿من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها﴾۔(نساء/۸۵)

ونقل الامام القرطبى رحمه الله فى تفسير هذه الأية : هى فى شفاعا ت الناس بينهم فى حوائجهم ، فمن يشفع لينفع فله نصيب ' ومن يشفع ليضر فله كفل۔

(الجامع لاحکام القرآن، ص ۲۹۵ ج ۵، سورۃ النساء۔ فتاوی حقانیہ ص ۳۱۰ ج ۲)

نااہل کو ووٹ دینا شدید تر گناہ ہے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب مدظلہم نے بڑی کام کی بات تحریر فرمائی ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

بعض حضرات یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر نااہل کو ووٹ دینا گناہ ہے تو ہم کون سے پاک باز ہیں؟ ہم صبح سے لے کر شام تک بے شمار گناہوں میں ملوث رہتے ہیں، اگر اپنے گناہوں کی طویل فہرست میں ایک اور گناہ کا اضافہ ہو جائے تو کیا حرج ہے؟

لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ یہ نفس وشیطان کا سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ اول تو انسان اگر ہر

گناہ کے ارتکاب کے وقت یہی سوچا کرے تو وہ کبھی کسی گناہ سے بچ نہیں سکتا، اگر کوئی شخص تھوڑی سی گندگی میں ملوث ہو جائے تو اس کو اس سے پاک ہونے کی فکر کرنی چاہئے نہ کہ وہ غلاظت کے کسی تالاب میں چھلانگ لگا دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ گناہ کی نوعیّتوں میں فرق ہے، جن گناہوں کے نتائج بد پوری قوم کو بھگتنے پڑیں' ان کا معاملہ پرائیویٹ گناہوں کے مقابلے میں بہت سخت ہے، انفرادی نوعیت کے جرائم خواہ اپنی ذات میں کتنے ہی گھناؤنے اور شدید ہوں، لیکن ان کے اثرات دو چار افراد سے آگے نہیں بڑھتے، اس لئے ان کی تلافی بھی عموماً اختیار میں ہوتی ہے، ان سے توبہ واستغفار کر لینا بھی آسان ہے، اوران کے معاف ہو جانے کی امید بھی ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ اوراس کے برخلاف جس گناہ کا برا نتیجہ پورے ملک اور پوری قوم نے بھگتنا ہو' اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، یہ تیر کمان سے نکلنے کے بعد واپس نہیں آسکتا، اس لئے اگر کسی وقت انسان اس بدعملی سے آئندہ کے لئے توبہ کرلے تو کم از کم ماضی کے جرم سے عہدہ برآ ہونا بہر حال مشکل ہے، اوراس کے عذاب سے رہائی کی امید بہت کم ہے۔

اس حیثیت سے یہ گناہ چوری' ڈاکہ' زنا کاری اور دوسرے تمام گناہوں سے شدید تر ہے، اوراسے دوسرے جرائم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔.....

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ لاکھوں ووٹوں کے مقابلے میں ایک شخص کے ووٹ کی کیا حیثیت ہے؟ اگر وہ غلط استعمال بھی ہو جائے تو ملک وقوم کے مستقبل پر کیا اثر انداز ہو سکتا ہے؟

لیکن خوب سمجھ لیجئے! کہ اول تو اگر ہر شخص ووٹ ڈالتے وقت یہی سوچنے لگے تو ظاہر ہے کہ پوری آبادی میں کوئی ایک ووٹ بھی صحیح استعمال نہیں ہو سکے گا، پھر دوسری بات یہ

ہے کہ ووٹوں کی گنتی کا جو نظام ہمارے یہاں رائج ہے اس میں صرف ایک ان پڑھ، جاہل شخص کا ووٹ بھی ملک وملت کے لئے فیصلہ کن ہوسکتا ہے، اگر ایک بے دین، بدعقیدہ اور بدکردار امیدوار کے بیلٹ بکس میں صرف ایک ووٹ دوسروں سے زیادہ چلا جائے تو وہ کامیاب ہوکر پوری قوم پر مسلط ہوجائے گا، اس طرح بعض اوقات صرف ایک جاہل اور ان پڑھ انسان کی معمولی غفلت، بھول چوک یا بددیانتی بھی پورے ملک کو تباہ کرسکتی ہے، اس لئے مروجہ نظام میں ایک ایک ووٹ قیمتی ہے، اور یہ ہر فرد کا شرعی، اخلاقی، قومی اور ملی فریضہ ہے کہ وہ اپنے ووٹ کو اتنی ہی توجہ اور اہمیت کے ساتھ استعمال کرے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے۔ (ووٹ کی اسلامی حیثیت، فقہی مقالات ص ۲۸۷ ج ۲)

ووٹ لینے کی غرض سے لوگوں میں رقم تقسیم کرنا

سوال:......انتخابات کے موقع پر بعض امیدوار اپنے حلقہ کے لوگوں میں کچھ پیسے یا کھانے پینے کی بعض اشیاء اس غرض سے تقسیم کرتے ہیں کہ کل ووٹنگ کے وقت یہ لوگ اپنا ووٹ ان کے حق میں استعمال کریں، شرعا ان تقسیم شدہ اشیاء کی کیا حیثیت ہے؟

الجواب:......اگر امیدوار کا مقصد یہ ہو کہ میں پیسوں کے ذریعہ لوگوں سے ووٹ خریدتا ہوں تو اس غرض سے لوگوں کو پیسے دینا جائز نہیں، اس لئے کہ ووٹ کی شرعی حیثیت یا تو شہادت (گواہی) کی ہے یا سفارش کی، اور فقہاء کے نزدیک شہادت پر پیسے لینا جائز نہیں۔

لما قال الامام ابن الهمام رحمه الله : بخلاف الشهادة ، فانها فرض يجب على الشاهد ادائها فلا يجوز فيها التعارض اصلا۔ (فتح القدیر ص۲ ج ۷، کتاب الشهادة)

اور اگر امیدوار کی غرض خرید وفروخت کی نہ ہو بلکہ ویسے لالچ دینے کے لئے ہو کہ

پیسے دیکھ کرلوگ مجھے ووٹ دیں گے، تو اس صورت میں تقسیم شدہ اشیاء کی حیثیت رشوت کی ہے، اور رشوت لینا اور دینا شرعا حرام ہے، اس لئے ووٹ کے عوض میں کچھ لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے۔

لقوله علیه السلام : لعن الله الراشی والمرتشی والرّائش الذی یمشی بینهما۔(کنز العمال ص۱۱۴ ج۶، رقم الحدیث:۱۵۰۸۰۔فتاوی حقانیہ ص۳۱۱ ج۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......روپیہ لے کر غیر مستحق کو کورائے دینا حرام اور ملک وقوم کی خیانت وغداری ہے، اور مستحق کو پیسہ لے کر رائے دینا رشوت ہے، اگر مستحق کو رائے دینے والا خود پیسہ نہ مانگے اور وہ خود دے دے تو خیر مباح ہوسکتا ہے، لیکن غیر مستحق کو رائے دینا کسی طرح بھی حلال نہیں۔(کفایت المفتی ص۲۶۵ ج۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ووٹ کو پیسے کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے، اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسروں کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین قربان کردینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو کوئی دانش مندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔(جواہر الفقہ ص۵۳۶، ج۵)

بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرنا

سوال:......ووٹنگ کے دوران ایک شخص اپنی بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرتا ہے، اور بیوی

اپنے خاوند کے خوف کی وجہ سے ووٹ ڈالنے سے محروم ہوجاتی ہے، شریعت کی رو سے بیوی کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

الجواب:......ووٹ ایک قسم کی شہادت ہے اور شہادت کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی فرض کفایہ، موجودہ حالات میں ووٹنگ کا جو نظام ہے اس میں ووٹرز یادہ ہوتے ہیں، اس لئے ووٹ ڈالنا زیادہ سے زیادہ فرض کفایہ کے حکم میں داخل ہوگا، اور فرض کفایہ میں یہ قاعدہ ہے کہ ضرورت کے تحت اگر چند لوگ ووٹ کا حق استعمال کریں تو اوروں کا ذمہ فارغ ہوجاتا ہے، اس لئے اگر خاوند بیوی کو ووٹ ڈالنے سے منع کرے تو شرعاً کسی پر مواخذہ نہیں، نہ خاوند پر اور نہ بیوی پر، بلکہ عورت کے لئے عزت اور حیا اسی میں ہے کہ خاوند کی بات مان کر ووٹ ڈالنے سے احتراز کرے۔

لما قال العلامة ابن نجیم المصری رحمه الله : ان الشهادة فرض کفایة ' اذا قام بها البعض سقط عن الباقین و تتعین اذا لم یکن الا شاهدان۔

(البحر الرائق ص۵۷ ج۷، کتاب الشهادة۔ فتاوی حقانیہ ص۳۰۶ ج۲)

عورت کے لئے ووٹ کا حق استعمال کرنا

سوال:......صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات کے موقع پر عورت اپنا حق رائے دہی (ووٹ) کا استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:......ووٹ درحقیقت ایک قسم کی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے، ووٹ کے ذریعہ ووٹر امیدوار کی اہلیت کی گواہی دیتا ہے، اور اسی طرح ووٹر اپنے حلقہ کے امیدوار کے حق میں رائے اور مشورہ دیتا ہے، شریعت مطہرہ نے عورت کو اہل الرائے' اہل مشورہ اور اسی طرح اہل شہادت قرار دیا ہے۔

لقوله تعالى : ﴿فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان﴾ ۔(سورۂ بقرہ آیت نمبر:۲۸۲)

خلفاء راشدین کے روشن دورِ خلافت میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے لوگوں سے مشورہ اور رائے طلب کی تو اس موقعہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے پاک دامن عورتوں سے بھی مشورہ اور رائے طلب کی تھی۔

لما قال الامام ابن كثير رحمه الله : ثم نهض عبد الرحمن بن عوف رضى الله عنه يستشير الناس فيهما ، و يجتمع رأى المسلمين برأى رؤوس الناس واقيادهم جميعا و اشتاتا ، مثنى و فرادى ، و مجتمعين سرا و جهرا ، حتى خلص الى النساء المخدورات فى حجابهنّ ، وحتى سأل الولدان فى المكاتب ، وحتى سأل من يرد من الركبان والاعراب الى المدينة فى مدة ثلا ثة ايام بلياليها۔

(البداية والنهاية ص۱۵۱ج۷)

تاہم ایک مسلمان عورت کے ووٹ ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پردہ اور دیگر امور شرعیہ کا خیال کرتے ہوئے اپنے ووٹ کا حق استعمال کرے، ورنہ معصیت کے ارتکاب سے ووٹ کا ترک کرنا افضل ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

عورتوں کا ووٹر بننا ممنوع نہیں ہے، ہاں ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا۔(کفایت المفتی ص۳۷۱ج۹، کتاب السیاسة)

عورت کی گواہی کے بارے میں علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وما سوى ذلك من المعاملات اى وكل ما سوى ذلك يقبل فيه رجلان او

رجل وامرأتان سواء کان الحق مالا او لا ' کالنکاح والطلاق والوکالة والوصیة ونحو ذلک کالعتق والرجعیة والنسب۔(فتح القدیر ص۴۵۰/۴۵۱، کتاب الشھادة)

(فتاویہ حقانیہ ص۳۱۱ ج۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......اگر پولنگ اسٹیشن پر عورتوں کے لئے پردے کا انتظام ہو اور غیر محرم مرد منتظم نہ ہوں، بلکہ پیپر دینے والی عورتیں کام کرتی ہوں، تو عورتوں کو ووٹ کے لئے جانا جائز ہے، اور غیر محرم مرد ہوں تو عورتیں نہ جائیں، بلکہ مطالبہ کریں کہ ان کے لئے زنانہ منتظم مقرر کئے جائیں۔(کفایت المفتی ص۲۶۴ ج۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

مروجہ مغربی طرز پر ہونے والے انتخابات میں علماء کا حصہ لینا

سوال:......مروجہ انتخابات جو کہ مغربی طرز جمہوریت پر ہوا کرتے ہیں، علماء کرام ان انتخابات میں حصہ کیوں لیتے ہیں؟

الجواب:......علماء کرام کے لئے لازم ہے کہ اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے سیاسی لائن پر منکرات کا سد باب کریں، اور برسر اقتدار طبقہ کو خلاف شرع امور کی نشاندہی کرتے ہوئے منکرات سے بچائیں، اور اس قسم کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انتخابات میں شرکت کئے بغیر صحیح طریقہ سے حاصل نہیں ہوسکتے، اسی لئے علماء کرام ضرورت کے تحت مروجہ انتخابات کے ذریعہ ایوان اقتدار میں پہنچ کر حق کی آواز بلند کرتے ہیں۔

فقہ کا مشہور قاعدہ ہے جسے علامہ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

’’من ابتلی ببلیتین وهما متساویان یأخذ بایتهما شاء ‘ وان اختلفا یختار اهونهما لان مباشرة الحرام لا یجوز الا لضرورة ، ولا ضروة فی حق الزیادة۔

(الاشباه والنظائر مع شرح الحموی ص۲۸۶ج۱، القاعدة الخامسة :الضرر یزال)

انتخابات میں مروجہ طریقہ کےتحت حصہ لینا ترکِ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اہون ہے،اس وجہ سےبھی علماءکرام مغربی طرزجمہوریت کےمطابق منعقدہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں۔(فتاوی حقانیہ ص۳۱۳ج۲)

انتخابی مہم میں مخالف امیدوار پر نازیبا الفاظ استعمال کرنا

سوال:......انتخابات کے دوران بعض امیدوار انتخابی جلسوں میں لاؤڈ سپیکر پر اعلانیہ ایک دوسرے(مخالف امیدوار)کوگالی گلوچ اور نازیبا الفاظ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں،از روئے شرع کسی پر نازیبا الفاظ کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......شریعت مطہرہ نے کسی مسلمان کی بے جا تحقیر کرنے یا اس کے بارے میں نازیبا الفاظ زبان سے نکالنے کو ایک بری خصلت قرار دیا ہے،اسی طرح کسی مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق وفجور کی علامت ہے،ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو ہر وقت قابو میں رکھے،اور کسی کی دل آزاری نہ کرے، جذبات کی رَو میں بہہ کر اپنی مسئولیت کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہئے،اسلامی اقدار کا ہر میدان میں خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

لما روی البخاری : عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه ، ومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یؤذ جاره ، ومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیصمت۔(بخاری ص۸۸۹ج۲، باب لا تحقرن جارة لجارتها ، کتاب الادب)

وايضا : عن النبى صلى الله عليه وسلم : قال : سباب المسلم فسوق وقتاله كفر۔

(سنن النسائی ص۱۵۶ج۲، كتاب المحاربة ۔فتاوی حقانیہ ص۳۱۴ج۲)

کبھی امیدوار کے حقائق کے اظہار کی ضرورت ہوتو؟

کبھی انتخابت کا موقع ایسا ہوتا ہے کہ کسی امیدوار کے بارے میں حقائق منظر عام پر لانے کی واقعی ضرورت بھی ہوتی ہے، تاکہ عوام کو دھوکے اور نقصان سے بچایا جاسکے، اس لئے کسی امیدوار کے حقیقی اوصاف بیان کرنے کی توجیہ کی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لئے اول تو یہ ضروری ہے کہ کوئی بات ضروری تحقیق کے بغیر نہ کہی جائے، اور دیانت داری اور انصاف سے ہر حال میں کام لیا جائے۔

دوسرے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ ناگوار فریضہ صرف بقدر ضرورت ہی انجام دیا جائے، اسے محض مزے لینے اور مجلس آرائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے، ورنہ اگر وہ بہتان نہ ہو تب بھی غیبت کے اس گناہ عظیم میں داخل ہے جسے قرآن کریم نے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں کسی شخص نے حجاج بن یوسف کی برائی بیان کرنی شروع کردی، حجاج کا ظلم وستم لوگوں میں مشہور تھا، لیکن چونکہ اس مقام پر برائی کرنے کا کوئی صحیح مقصد یا فائدہ نہیں تھا، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: یہ غیبت ہے، اور اگر حجاج نے بہت سے لوگوں پر ظلم کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہر شخص کے لئے اس کی غیبت حلال ہوگئی ہے، یادرکھو کہ اللہ تعالی اگر حجاج سے بے گناہوں کے خون کا حساب لے گا تو اس کی ناروا غیبت کا بھی حساب لے گا۔

(ووٹ کی اسلامی حیثیت ۔فقہی مقالات ص۲۹۹ج۲)

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

موجودہ طریق انتخاب میں فرق مخالف کو نیچا دکھانے کے لئے اس پر کیچڑ اچھالنا اور اس کے خلاف نت نئے افسانے تراشنا لازمۂ سیاست سمجھا جاتا ہے، اور تکبر، غیبت، بہتان، مسلمان کی بے آبروئی جیسے اخلاق ذمیمہ کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے، افراد و اشخاص اور جماعتوں کے درمیان بغض ومنافرت جنم لیتی ہے، اور پورے معاشرے میں تلخی، کشیدگی اور بیزاری کا زہر گھل جاتا ہے، یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں حرام اور قبیح ہیں، کیونکہ ملک وملت کے انتشار وافتراق کا ذریعہ ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۲۰۰ ج۸)

انتخابات میں خود امیدوار بننا

سوال:......ایک این اے، اور ایم پی اے، کی مراعات اور اسے منافع بخش کاروبار سمجھتے ہوئے لوگ خود اس میدان میں اتر آتے ہیں، جن میں سے اکثر کا نہ تو کوئی منشور ہوتا ہے اور نہ ہی ملک کو بہتری کا کوئی پروگرام ان کے پیش نظر ہوتا ہے، تو کیا ذاتی طور پر انتخابات میں امیدوار بننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......شریعت مطہرہ اصولی طور پر کوئی عہدہ طلب کرنے کے خلاف ہے، امارت یا وزارت وغیرہ کے عہدہ پر فائز ہونے کے لئے مناسب یہ ہے کہ عوام میں سے دانشور لوگ کسی کو منتخب کریں، اور جو کوئی خود اپنے آپ کو امارت و وزارت کے لئے پیش کرتا ہو تو شریعت ایسے اقدام کی نفی کرتی ہے۔

لقوله عليه السلام : انا والله لا نولّی علی هذا العمل احدا سأله ولا احدا حرص عليه۔ (مسلم ص۱۲۰ ج۲، کتاب الامارة)

وايضا : عن عبد الرحمن بن سمرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی

الله عليه وسلم : لا تسأل الامارة ' فانک ان اعطيتها عن مسئلة وكلت اليها ' وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت عليها۔ (سنن النسائی ص۲۵۸ ج۲، کتاب الامارۃ)

تاہم جہاں کہیں نااہل نمائندوں کی وجہ سے عوام کے حقوق ضائع ہوتے ہوں یا بے دین اور فساق و فجار کے ممبر منتخب ہونے سے معاشرہ میں بے دینی کی ترویج کا خطرہ ہوتو فواحش اور مظالم کے انسداد کے لئے انتخابی میدان میں آنا کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ امیدوار خود کسی خلاف شرع امور میں ملوث ہونے کا خطرہ محسوس نہیں کرتا ہو، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: ﴿اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم﴾۔ (سورۂ یوسف، آیت نمبر:۵۵)

ورنہ جہاں کہیں ایسے میدان میں خود آنا (جہاں) بے دینی کا ذریعہ بننا یقینی ہوتو بے دینی کے لئے سبب بننا خود جرم ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص۳۱۵ ج۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لئے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو' وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے: ایک یہ کہ: وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے، جس کا امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ: وہ دیانت وامانت داری سے اس کام کو انجام دے گا، اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعوی میں سچا ہے، یعنی قابلیت رکھتا ہے، اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا' تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے۔

اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہوتو قوم کا غدار

اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لئے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود غدر وخیانت کا مجرم ہوکر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا۔

اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لئے کھڑا ہوتا ہے اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال ہی تک محدود تھی ، کیونکہ بنص حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے، اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے، اور وہ دنیا وآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

(جواہر الفقہ ص۵۳۲ ج۵، جدید)

انتخابی وعدوں کا شرعی حکم

سوال:......انتخابی مہم کے دوران ایک امیدوار نے لوگوں سے قسم قسم کے وعدے کئے، اور لوگوں نے بھی اس سے عہد و پیمان لیا کہ کامیاب ہونے کے بعد آپ فلاں فلاں کام کریں گے، لیکن جب وہ کامیاب ہوگیا تو نہ اسے وعدے یاد رہے اور نہ ہی کوئی کام کیا، بلکہ اپنی عیش وعشرت میں مصروف رہا، ایسے وعدے پورے نہ کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب:......شریعت میں کسی کے کام کرنے کے لئے دو قسم کے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کو کہتے ہیں: وعدہ، اور دوسرے کو کہتے ہیں: معاہدہ۔

اب شریعت مطہرہ میں معاہدہ پورا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور کبھی کبھی تو معاہدہ قسم کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے، اور اگر معاہدہ توڑ دیا جائے تو یمین یعنی قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

لما قال الامام ابو بكر الجصاص رحمه الله فى تفسير قوله تعالى:﴿واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها﴾ العهد ينصرف على وجوه: فمنها الامر ، قال الله تعالى :﴿ولقد عهدنا الى آدم من قبل﴾ وقال : ﴿الم اعهد اليكم ينبى ادم﴾، والمراد الامر وقد يكون العهد يمينا ، ودلالة الأية على ان المراد فى هذا لموضع اليمين ظاهر لانه ، قال : ﴿ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها﴾ ولذلک قال اصحابنا : ان من قال على عهد الله ان فعلت كذا انه حالف ، وقد روى فى حديث حذيفة رضى الله عنه:حين اخذه المشركين واباه فاخذوا منه عهد الله ان لا يقاتلوا مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما قدما المدينة ذكرا ذلک للنبى صلى الله عليه وسلم فقال : تفى لهم بعهدم و تستعين الله عليهم۔

(احکام القرآن ص۲۳۵ ج۳،سورۃ النحل)

دوسری قسم وعدہ کی ہے، وعدہ وفا کرنے کو شریعت مطہرہ نے مکارم اخلاق سے شمار کیا ہے، اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے کہ میں انشاءاللہ آپ کے لئے فلاں کام کروں گا، اور وعدہ کرتے وقت وہ کام کرنے کا ارادہ بھی تھا، تو بعد میں کسی وجہ سے کام نہ کر سکنے پر گنہگار نہ ہوگا، تاہم وعدہ کو بروقت پورا کرنا ایک مستحسن فعل ہے، اور انسانی مروت کا شیوہ ہے۔

لما روى ابو داؤد فى سننه : عن زيد بن ارقم رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : اذا وعد الرجل اخاه ومن نيته ان يفى فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا اثم عليه ۔(سنن ابی داؤد ص۳۲۶ ج۲، باب فى العدة ،كتاب الادب)

وقال العلامة فخر الحسن الجنجوهى رحمه الله فى شرح هذا الحديث: قوله : ’’فلا اثم عليه ‘‘ قيل فيه دليل على ان الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعى بل هو من

مکارم الاخلاق بعد ان کان نیته الوفاء ۔

(تعلیق المحمود علی هامش ابی داؤد ص۳۲۶ ج ۲، باب فی العدة ، کتاب الادب)

ان دونوں میں دیکھنا ہوگا کہ امیدوار کا وعدہ کس قسم سے تھا؟ اگر معاہدہ کی قسم سے ہوتو اسے اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا، ورنہ گنہگار رہوگا، اور اگر وعدہ کی حد تک ہوتو پھر بھی انسانی اخلاق وشرافت کا تقاضا یہ ہے کہ وعدہ پورا کرے، بصورت دیگر گنہگار نہ ہوگا، ہاں وعدہ کرتے وقت اسے پوا رکرنے کی نیت کا ارادہ کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر نفاق کی علامت ہوگی۔

(فتاوی حقانیہ ص۳۱۶ ج ۲)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مروجہ طریق انتخاب میں الیکشن جیتنے کے لئے جو کچھ کیا جاتا ہے، وہ اول سے آخر تک غلط ہے۔ رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لئے سبز باغ دکھانا' غلط پروپیگنڈہ' جوڑ توڑ' نعرہ بازی' دھن' دھونس' یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں ناروا ہیں، اور یہ غلط روش قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ص۲۰۰ ج ۸)

کیا عورت رکن پارلمنٹ بن سکتی ہے؟

سوال:......عصر حاضر میں انتخابات کے موقع پر مرد اور عورتیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، کیا اسلام میں یہ جائز ہے کہ عورت کو قومی اسمبلی یا پارلمنٹ کی رکن منتخب کیا جائے؟

الجواب:......اس پرفتن دور میں حالات کے پیش نظر عورت کو اسمبلی یا پارلمنٹ کی رکنیت حاصل کرنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ موجودہ حالات میں انتخابات کے لئے مہم چلانے کے دوران عورت کے لئے پردہ برقرار رکھنا مشکل نظر آتا ہے، تاہم اگر عورت انتخابات میں اس طرح حصہ لے کہ شرعی پردے کا خاص خیال رہے، اور کسی غیر شرعی امور کا

ارتکاب نہ کرے تو اس صورت میں عورت کے لئے انتخابات لڑنا اور پارلمنٹ میں اس کو رکنیت دینا شرعاً جواز کی گنجائش ہے۔

اس لئے کہ ارکان اسمبلی و پارلمنٹ عوام اور قوم کی طرف سے ان کے وکلاء ہوتے ہیں، اور عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی فرد کی وکیل بنے، فقہ حنفی کی کتابوں میں وکیل کی شرائط میں کہیں بھی ذکورت کی شرط موجود نہیں، اور ''بدایة المجتهد'' کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک عورت کی وکالت صحیح ہے، صرف عقد نکاح میں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عورت وکیل نہیں بن سکتی۔

لما قال الامام ابن رشد الحفيد : وشروط الوكيل لا يكون ممنوعا بالشرع من تصرفه فی الشیء الذی وكل فيه ، فلا يصح توكيل الصبی ولا المجنون ولا المرأة عند مالک و الشافعی علی عقد النكاح۔

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد ص۲۹۶ج۲، الباب الاول ، كتاب الوكالة)

اسی طرح ارکان اسمبلی و پارلمنٹ کی حیثیت اہل حل وعقد کی ہے، ان ہی کے ووٹوں سے پھر وزیر اعظم اور صدر مملکت کا انتخاب ہوتا ہے، سیاست کے مشہور امام علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے اہل حل وعقد کی شرائط میں ذکورت کا ذکر نہیں کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

فاما الاختيار فالشروط المعتبرة فيهم ثلاثة : احدها : العدالة الجامعة لشروطها ، والثانی : العلم الذی يتوصل به الی معرفة من يستحق الامامة علی الشروط المعتبرة فيها ، والثالث : الرائی والحكمة الموديان الی اختيار من هو للامامة اصلح و بتدبير المصالح اقوم و اعرف۔

(الاحكام السلطانية للماوردی ص٦، الباب اللاول فی عقد الامامة)

اگر اسلامی تاریخ اور اسماء الرجال کی کتب پر نظر ڈالی جائے تو صاف طور پر نظر آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک صحابیہ کو بازار کے نظم ونسق پر مامور کیا تھا، اور اس صحابیہ کو رائے اور مشورہ دینے میں ترجیح دیتے تھے، اس صحابیہ کا نام حضرت شفاء رضی اللہ عنہا ہے۔

علامہ ابن الحجر العسقلانی رحمہ اللہ اسی صحابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشفاء بنت عبد الله بن عبد شمس بن خلف...... وكان عمر رضى الله عنه يقدمها فى الرائى و يرعاها و يفضلها و ربما ولاها شيئا من امر السوق۔

(الاصابة فى تميز الصحابة ص۳۴۱ ج۴)

اس کے علاوہ صحابہ کرام میں ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بڑا مقام تھا، صحابہ کرام کو جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تو آپ سے اس کے بارے میں ضرور پوچھا جاتا تھا، اور آپ کی رائے کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔

علامہ ابن الحجر العسقلانی رحمہ اللہ آپ کی شان میں یوں رقمطراز ہیں:

وقال ابو الضحى عن مسروق: رأيت مشيخة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الاكابر يسألونه عن الفرائض ،

وقال عطاء بن ابى رباح رحمه الله : كانت عائشة رضى الله عنها افقه الناس واعلم الناس' واحسن الناس رأياً فى العامة ،

وقال ابو بردة بن ابى موسى رضى الله عنه عن ابيه : ماا شكل علينا امر فسألناه عائشة رضى الله عنها الا وجدنا عندها فيه علما۔

(الاصابة فى تميز الصحابة ص۳۴۱ ج۴، ترجمة عائشة رضى الله عنها)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھریلو معاملات کے علاوہ انتظام مملکت میں بھی کچھ کردار ادا کرنے کی اجازت ہے، احناف کے نزدیک حدود اور قصاص کے علاوہ دیگر مسائل میں عورت قاضیہ بن سکتی ہے۔

اگر عورت امور شرعیہ کا خیال رکھتے ہوئے اسمبلی یا پارلمنٹ کی ممبر بن جائے تو شرعا اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن عصر حاضر میں پارلمنٹ میں عورتوں کے کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی اجازت دینا کسی دینی مقصد کے لئے فائدہ مند نہیں، بلکہ عموما پارلمنٹ میں عورتیں احیاء حقوق نسواں کے نام سے بے دینی کا کام زیادہ کرتی ہیں، اس لئے انہیں اسمبلیوں میں نہ بھیجنا زیادہ راجح ہے۔

تاہم دلائل مذکورہ سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے، اس لئے کہ عورت کی سربراہی کے بارے میں احادیث اور قرآن مجید میں واضح دلائل موجود ہیں، اس کے علاوہ جہاں بھی امامت کبری کی شرائط بیان ہوئی ہیں وہاں ذکورت کی شرط لازمی ذکر ہوئی ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۱۳۷ ج ۲)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: ...... اگر اس کا اطمینان ہو کہ عورتیں حجاب شرعی کی رعایت رکھیں گی اور کسی نا مشروع فعل کی مرتکب نہ ہوں گی، تو ان کو ووٹ دینا مباح ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۶۱ ج ۳، طبع: ادارۃ الفاروق کراچی)

ایک اور جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

عورتوں کا ووٹر بننا ممنوع نہیں ہے، ہاں ووٹ دیتے وقت شرعی پردہ کا لحاظ رکھنا لازم

ہوگا۔اور بطور امیدوار کھڑا ہونا عورتوں کے لئے مستحسن نہیں ، کیونکہ اس میں ضروریات شرعیہ کی رعایت کے ساتھ کونسل یا اسمبلی کی شرکت عورتوں کے لئے متعذر رہے۔

(کفایت المفتی ص۲۶۱ ج۳،طبع :ادارۃ الفاروق کراچی)

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب:......اس کے علاوہ اگر عورت پارلمنٹ کی ممبر بنے گی تو کئی ممنوعات کا ارتکاب ہوگا، بے پردگی ہوگی ، نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط اور بعض موقعوں پر خلوت اور تنہائی کا موقع بھی آ سکتا ہے،ان کے ساتھ بے تکلفانہ بات چیت اور نامحرم مردوں کے ساتھ آمد و رفت ہوگی ،عورت کا بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا وغیرہ وغیرہ مفاسد کی وجہ سے عورت کو ووٹ میں امیدوار بننے سے احتراز کرنا چاہئے ۔(فتاوی رحیمیہ ص۱۹۲ ج۲)

چند مزید مفید باتیں

(۱):......جن کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا، ان کی ذمہ داری ووٹ دینے والے پر بھی عائد ہوگی، وہ اس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے۔

(۲):......اس معاملہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب و عذاب بھی محدود، قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اس کا ادنی نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سب بن سکتا ہے، اس لئے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳)...... سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے آپ کے حلقۂ انتخاب

میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل ودیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۴):……جو امیدوار نظام اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ (جواہر الفقہ ص ج ۵)

(۵):……ہمارے عوام نے ووٹ کو محض ہار جیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے، اس لئے ووٹ کا حق کبھی پیسوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے، کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے، کبھی ناپائدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تو اور لکھے پڑھے دیندار مسلمان بھی نا اہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت وعذاب بن رہے ہیں۔

(معارف القرآن ص۹۷ ج۳)

(۶):……جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا، نفع پہونچائے گا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس کو ووٹ دیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۶۱۸ ج ۴، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۷):……اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کو رائے دینی چاہیے جو اہل اسلام کی مذہبی' معاشرتی' سیاسی صحیح ترجمانی اور نمائندگی کر سکے، اور جو شخص اس کے خلاف کسی ایسے شخص کو رائے دے جس سے یہ توقع نہ ہو بلکہ اس میں مضرت کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہے اور اس کی اعانت کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ ص ۶۱۹ ج ۴، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۸):……انتخاب میں کامیابی کے لئے خود اپنی تعریف اور اپنی خدمات کا مبالغہ آمیز تذکرہ کیا جاتا ہے، اسلام نے خودستائی' نام ونمود کو مذہب کے ہر نظام میں گناہ یا کم از کم برا ضرور

سمجھا ہے۔

(۹):...... جلسے اور اشتہار بھی انتخابی سرگرمیوں کا ایک لازمی حصہ ہیں، اگر یہ شرافت کی حدود میں ہوں تو ناجائز بھی نہیں۔

(۱۰):......انتخابی جلسے ایسے عام راستوں میں منعقد کرنا جن کی وجہ سے شہر کی آبادی کے لئے نقل وحرکت محال ہوجائے اور ٹریفک کا مسئلہ کھڑا ہوجائے، جو بے گناہ شہریوں کو عذاب میں مبتلا کردے، (ناجائز وحرام ہے) نہ جانے کتنے ضعیف اور بیمار اس قسم کی بدنظمی کی وجہ سے اپنے علاج سے محروم رہ جاتے ہیں، کتنے ضرورت منداپنے روزگار تک نہیں پہنچ پاتے، یہ سب گناہ عظیم ہیں۔

(۱۱):......لوگوں کی دیواروں اور شخصی اور سرکاری عمارتوں پر اشتہارات چسپاں کرنا، جس کے نتیجے میں شہر کی بیشتر عمارتیں متضاد نعروں اور اشتہارات سے داغدار نظر آتی ہیں، اور کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال نہیں آتا کہ کسی دوسرے کی عمارت کو اس کی مرضی کے بغیر استعمال کرکے اس کا حلیہ بگاڑنا درحقیقت چوری اور غصب کے مترادف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: کسی دوسرے کی ملکیت کو اس کی خوش دلی کے بغیر استعمال کرنا حلال نہیں۔

عمارتیں اور دیواریں کسی نہ کسی کی ملکیت ہوتی ہیں، اور ان کو اپنے اشتہار کے لئے استعمال کرنا مالک کی اجازت کے بغیر حرام ہے، چہ جائیکہ ان کو خراب اور بدنما بنایا جائے، لیکن غربت اور جہالت کے خاتمے کے دعویدار بے تکان اس چوری اور غصب کا ارتکاب کرتے ہیں، اور اگر کوئی شریف انسان اس عمل سے روکنے کی کوشش کرے تو اسے پتھروں اور فائرنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (ووٹ کی اسلامی حیثیت، فقہی مقالات ص۳۰۱ ج۲)

(۱۲):......اپنے لیڈر کی بے جا تعریف کرنا' یا ایسی بات پر تعریف کرنا جو اس کے اندر نہیں

پائی جاتی، یا ایسی چیز پر تعریف کرنا جو شرعاً مستحسن نہ ہو جائز نہیں۔ اور مخالف لیڈر کے ذاتی عیوب ونقائص کو بیان کرنا یہ بھی غیبت ہے، البتہ اگر اس کی کوئی پالیسی یا بیان وتقریر ملک و ملت کے مفاد کے خلاف ہو تو اس پر تنقید جائز ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۱۹۹ ج ۸)

(۱۳):......انتخاب ہر پانچ سال بعد کرانا کوئی شرعی فرض نہیں، لیکن اگر حکمران میں بھی کوئی ایسی خرابی نہ پائی جائے جو اس کی معزولی کا تقاضا کرتی ہو تو اس کو بدلنا بھی جائز نہیں۔ در اصل اسلام کا نظریہ اس بارے میں یہ ہے کہ وہ حکومت تبدیل کرنے کے مسئلہ کو اہمیت دینے کے بجائے منتخب ہونے والے حکمران کی صفات اہلیت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، اسلامی ذوق سے قریب تر بات یہ ہے کہ قوم کے اہل رائے حضرات صدر یا امیر کا چناؤ کریں اور پھر وہ اہل الرائے کے مشورے سے اپنے معاونین ورفقاء کو خود منتخب کرے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۰۲ ج ۸)

ادائیگیٔ ووٹ کے وقت کی روشنائی سے غسل ووضو کا حکم

(۱۴):......ووٹ دیتے وقت علامت کے طور پر انگلی پر جو روشنائی لگائی جاتی ہے، جس کا اثر کئی دنوں تک رہتا ہے وہ چونکہ تہہ دار ہوتی ہے، اس لئے اس کے لگے رہنے کی حالت میں غسل اور وضو درست ہے:" ولا یضر بقاء اثر کلون و ریح " الخ۔

(شامی زکریا: ۱/۲۸۵۔ کتاب المسائل ص ۱۵۳ ج ۱)

اعتکاف کی حالت میں ووٹ کے لئے نکلنا

(۱۵):......ووٹ کے لئے مسجد سے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، (اگر ضروری ہی ہو تو اعتکاف کی نذر مان کر پہلے ہی سے ووٹ کے لئے جانے کی نیت کر لے اور کم سے کم

وقت میں آجائے)۔(سوغات رمضان ص۱۲۶۔تفصیل کے لئے دیکھئے! خیرالفتاوی ص۱۴۱ ج۴)

عدت میں ووٹ ڈالنے کے لئے جانا

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱۶):......الیکشن میں ووٹ ڈالنا ایسی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے عدت میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے۔(فتاوی محمودیہ ص۳۹۸ ج۱۳،مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ،کراچی)

ٹیلیفون کے آداب ومسائل

اس رسالہ میں ٹیلیفون کے مسائل مع دلائل جمع کیے گئے ہیں، اکثر مسائل کے ساتھ حوالہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القرأت، کفلیتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحی ونبوت کا سلسلہ سب سے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور چلتا رہا اور حضرت اقدس جناب نبی کریم ﷺ پر آکر ختم کر دیا گیا اور اس اختتام کا قرآنی اعلان ان الفاظ میں ہوا: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو۔ دین اسلام کی تکمیل تو صدیوں پہلے ہو چکی اور اس دین کو قیامت تک باقی رہنا ہے، اور زمانہ جوں جوں گذرتا جائے گا انسانی ضروریات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا، اور زندگی متحرک وتغیر پذیر ہے: ع

جاوداں، پیہم دواں، ہر دم رواں ہے زندگی

اوران ضروریات کے ساتھ مسائل کی نئی نئی شکلیں سامنے آئیں گی۔ اب آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد انسان رہنمائی کس طرح اور کس سے حاصل کرے؟ قرآن کریم کی آیت کا ایک ٹکڑا اس کا حل بتاتا ہے کہ: ﴿فاعتبروا یا اولی الالباب﴾ اے بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالی نے اہل بصیرت کونت نئے مسائل کے حل کے لئے قیاس اور غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ الحمد للہ ہر زمانہ میں علماء امت نے اس حکم ربانی کو سامنے رکھ کر جدید مسائل میں قرآن وحدیث اور فقہاء کے اصول وعلمی ذخیرے سے مسائل کا حل بخوبی نکالا ہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ بلا شک موجودہ دور سائنسی ترقی اور علمی اکتشاف کا دور ہے، حق تعالی کی عطا فرمودہ عقل سے انسان نے ایسی چیزوں کو وجود بخشا کہ ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان ایجادات میں ایک اہم حصہ ابلاغ اور مواصلات کے ذرائع میں ہونے والی حیرت انگیز ترقی کا ہے۔ کل تک

جس آواز کا تھوڑا دور پہنچانا مشکل تھا آج ریڈیو، ٹیلیویژن اورفون نے ہزاروں میل کی دوری کوایسا بنادیا گویا کہ وہ سامنے ہے۔ ٹیلی فون بھی ان ایجادات میں ایک ایسی نفع بخش ایجاد ہے جوغمی، خوشی میں فوری شرکت کا بدل ہے۔

۱۸۷۶ء میں اسکاڈلینڈ (برطانیہ) میں پیدا ہونے والے اور بعد میں بوسٹن یونیورسٹی امریکہ کے پروفیسر ''alexander graham beell'' نے فون کوایجاد کیا (اس ۷۵ سالہ پروفیسر نے اور بھی کئی نئے کام کئے ہیں)۔اوراب موبائیل نے تو ترقی کی وہ منزل طے کی الامان والحفیظ۔ زمانے کی رفتار سے یہ اتنا عام ہوگیا کہ کیا غریب کیا امیر، کیا شہری کیا دیہاتی، ان پڑھ ہو یا تعلیم یافتہ ہر انسان کی لوازم زندگی کا ایک حصہ بن گیا۔ علماء امت نے اس نئے ایجاد کے مسائل کی ضرورت کو بھی نظرانداز نہیں کیا، بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ٹیلی فون کے مسائل بھی لکھے۔ اس رسالہ میں اکابر کی محنت کو سامنے رکھ کر ٹیلی فون کے آداب ومسائل کو جمع کیا گیا ہے۔ اہتمام کیا گیا ہے کہ مسائل کے ساتھ دلائل بھی آجائیں۔ اللہ تعالی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ ناظرین کوئی قابل اصلاح بات محسوس فرمائیں تو براہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جائے۔ مسائل کی ترتیب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی ''معارف القرآن'' حضرت استاذ محترم مفتی احمد صاحب مدظلہ صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا ماہنامہ ''اذان بلال'' میں ایک مطبوعہ فتوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کا ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ میں مطبوعہ مضمون ''ٹیلی فون، احکام وآداب'' وغیرہ سامنے رہے ہیں۔ اللہ تعالی اس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ناظرین وراقم کو اسلام کے ان اصول پر عمل کی توفیق مرحمت فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی عباس بسم اللہ صاحب دامت برکاتہم

آج کے ترقی یافتہ دور میں سائنس دانوں کی جستجوئیں جدید انداز میں وجود پذیر ہورہی ہیں، جن کے صحیح استعمال سے مختلف النوع فوائد حاصل ہورہے ہیں، اور ان کے غلط استعمال سے انتہائی غیر مناسب نتائج برآمد ہورہے ہیں، بلکہ انسانیت، تہذیب وتمدن اور ایک مؤمن کے لئے زبردست دینی نقصان بھی ہورہا ہے۔ایسی ہی سائنسی ایجادات میں سے ٹیلیفون موبائل کی ایجاد بھی ہے۔اس کی کی تلاش میں برسوں گذر چکے اور آج بازار میں عجیب عجیب قسم کے موبائل دستیاب ہیں، جس میں انسانوں کے اندر رکھی ہوئی خداداد صلاحیتیں اور پوشیدہ خوبیاں بھی واضح ہورہی ہیں۔ یہ موبائل اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے جس سے دوریاں کم ہوچکی ہیں اور مسافت سمٹ چکی ہے،اس کا صحیح استعمال راحت رسانی کا بہترین آلہ ہے اور اس کا غلط استعمال بجائے رحمت کہ زحمت اور تکلیف دہ ہے،ان کے استعمال کرنے والوں کے لئے مختلف قسم کے مسائل کا سامنا ہورہا ہے جن کا حل اسلامی قوانین میں موجود ہے،جس سے ہرنئی ایجادات سے انتفاع کا شرعی راستہ انسان کومل جاتا ہے۔انہی شرعی حلوں کی ایک کامیاب سعی ''ٹیلیفون کے آداب ومسائل'' نامی رسالہ میں مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے کی ہے، جس کے مطالعہ سے مستفید ہوا، اپنے موضوع پر رسالہ کونفع بخش پایا، جبکہ موجودہ دور میں موبائل ضروریات زندگی کا ایک اہم آلہ بن چکا ہے تو یہ کاوش ومحنت انشاء اللہ نافع ومفید ثابت ہوگی۔دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی شانہ اس رسالہ کی افادیت کو عام فرما کر صاحب رسالہ کو بہترین اجر عطا فرمائے اور مزید ایسے کارخیر کی توفیق سے مالا مال فرمائے، آمین یارب العالمین۔فقط

عباس بن داؤد بسم اللہ عفی عنہ

۱۸/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴/فروری ۲۰۰۹ء بروز شنبہ

تقریظ از: مولانا مفتی رشید احمد صاحب لاجپوری مدظلہ

خدائے لم یزل ولایزال نے اس عالم رنگ وبو میں اشرف المخلوقات حضرت انسان کی آبادی سے پہلے اس کی ضرورت کے اسباب اور سامان پیدا فرمادیئے، پھر حضرت انسان کو عقل وشعور کی عظیم نعمت سے مالا مال فرمایا۔ اس بنی آدم نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو ایک دوسرے سے منظبط فرما کر نئی نئی ایجادات کیں، پچھلے دس پندرہ سالوں میں اہل سائنس نے اس میدان میں وہ ترقی حاصل کی جس پر عالم انسانیت حیران ہے، انہیں ایجادات میں موبائل بھی ہے، اس چھوٹے سے آلہ نے نہ جانے کیسی کیسی چیزوں کو اپنی اندر محفوظ کرلیا ہے، گھڑی' الارام' کتب خانے' ٹیپ ریکارڈ' ریڈیو' کیمرہ' انٹرنیٹ گویا کہ بہت ساری چیزوں کا جامع ہے اور بعض ایسی ضروری چیزیں جو دور حاضر کے انسانوں کے لئے جزء لاینفک بن چکی ہے۔ بایں وجہ اس کا استعمال عام وخواص' امیر غریب سبھی کررہے ہیں۔ یقیناً اس میں بعض چیزوں بلکہ بعض استعمال کے طرق خلاف تہذیب وتمدن' خلاف شرم وحیا بلکہ خلاف فطرت وشریعت ہے، لہذا اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ موبائل کے استعمال کا دینی وشرعی طریق کیا ہونا چاہئے، اس موضوع پر مربی ومشفق برادر معظم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم' مقیم ڈیوزبری (جو ماشاء اللہ کئی مفید رسائل کے مؤلف ہیں) نے ایک جامع اور مدلل رسالہ بنام ''ٹیلیفون کے آداب ومسائل'' تالیف فرما کر امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ بالاستیعاب رسالۂ ھذا کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، ہر اعتبار سے اس کو نافع ومفید پایا۔ دعا گو ہوں کہ رب اکرم اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں عالی میں قبول فرما کر عند الناس مقبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت برادر معظم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ فقط

بندہ رشید احمد لاجپوری غفرلہ

۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹/فروری ۲۰۰۹ء بروز پنجشنبہ

ٹیلیفون کے آداب ومسائل

مسئلہ:......فون من وجہ ایک ملاقات ہے، اس لئے جو احکام ملاقات کے ہیں وہی فون پر گفتگو کے بھی ہیں۔

فون پر سلام کریں''ہلو'' وغیرہ الفاظ سے اجتناب کریں

مسئلہ:......اگر کسی مسلمان کو فون کرے تو اولاً'' السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته'' کہنا چاہئے، چونکہ سلام کے یہ کلمات مسلمانوں کے ساتھ خاص ہیں، اس لئے غیر مسلموں کو کسی اور کلمہ ٔ احترام سے مخاطب کرنا چاہئے۔

مسئلہ:......مسلمان کو فون پر'' ہلو'' وغیرہ الفاظ سے خطاب کرنا اسلامی تعلیم اور سنت کے خلاف ہے۔

فون پر سلام کے چند مسائل

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مرادآبادی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ:...... جب دو آدمی ملاقات کریں تو گفتگو سے پہلے سلام مسنون ہے، اسی طرح فون پر ملاقات میں بھی سلام کا وہی حکم ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے:'' السلام قبل الكلام ''یعنی بات چیت سے پہلے سلام کرو۔ (ترمذی ص۹۹ ج۲)

مسئلہ:......اسلام میں اس کا حکم ہے کہ جو گفتگو کی ابتدا کرے، سلام کی ابتداء بھی وہی کرے گا۔

مسئلہ:...... بار بار ٹیلیفون کرنا پڑے تو ہر بار سلام مسنون ہوگا۔ شریعت مطہرہ میں اس کی

بڑی تاکید آئی ہے، حتی کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ: ’’جب بھی تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے، لہذا دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار حائل ہوجائے یا پتھر کی آڑ ہوجائے پھر ملاقات ہوجائے تو پھر سلام کرے۔

(ابوداؤد ر۷۰۷ ج۲)

مسئلہ:......ٹیلیفون پر گفتگو کے ختم کے بعد بھی سلام مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ’’تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہونچ جائے تو اہل مجلس کو سلام کرے، پھر جب اٹھ کر واپس جانے کا ارادہ کرے تو پھر دوبارہ سلام کرے، اس لئے کہ پہلے والا سلام دوسرے سلام کے مقابلہ میں زیادہ افضل نہیں بلکہ دونوں برابر ہے۔ (ابوداؤد ص۷۰۷ ج۲)

بعض حضرات ٹیلفون پر سلام کو اس لئے اچھا نہیں سمجھتے کہ شاید غیر مسلم ہو یا کوئی غیر محرم عورت ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مسلم کو مسلم سمجھ کر سلام کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اسی طرح غیر محرم عورت کو سلام اس وقت ممنوع ہے جب ہیجان اور فتنہ کا خطرہ ہو۔ اور بے خبری میں کوئی ہیجان کا خطرہ نہیں ہے۔

نوٹ: ٹیلفون پر ملاقات اور سلام کا مسنون طریقہ وہی ہے جو آمنے سامنے ملاقات کا ہے۔ علماء اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ جس تیزی کے ساتھ فون پر ملاقات کا سلسلہ بڑھتا جارہا ہے، اسی تیز رفتاری سے فون پر سلام کو بھی عام کیا جائے۔ (انوار رحمت از ص۱۰۵ تا ۱۲۷)

فون پر اپنا نام ظاہر کرے، چپ رہنے یا ’’میں‘‘ کہنے سے احتراز کرے

مسئلہ:......فون پر اپنا نام ظاہر کردینا چاہئے۔ بعض حضرات باوجود دریافت کرنے کے نام بتانے سے گریز کرتے ہیں، یہ خلاف ادب ہے، اس سے مخاطب کو وحشت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’مسئلہ:......اس سے بھی زیادہ برا یہ طریقہ ہے جو آج کل بہت سے لکھے پڑھے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں کہ دروازہ پر دستک دی، جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون صاحب ہیں؟ تو خاموش کھڑے ہیں، کوئی جواب ہی نہیں دیتے، یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالنے اور ایذا پہنچانے کا بدترین طریقہ ہے جس سے استیذان کی مصلحت ہی فوت ہوجاتی ہے۔

(معارف القرآن ص ۳۷۸ ج ۶ ۔تحت آیت ۲۷ ر سورۂ نور)

مسئلہ:......فون پر نام پوچھا جائے تو لفظ ’’میں‘‘ سے بھی جواب نہ دیا جائے کہ شریعت نے اسے پسند نہیں فرمایا۔

لفظ ’’میں‘‘ سے تعارف نہیں ہوتا، مخاطب نے اول مرتبہ آپ کو آواز سے نہیں پہچانا تو لفظ ’’میں‘‘ سے کیسے پہچانیں گے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر آکر یہ الفاظ کہے ’’السلام علی رسول اللہ ، السلام علیکم ، أیدخل عمر ‘‘یعنی سلام کے بعد کہا کہ کیا عمر داخل ہوسکتا ہے؟

اور ’’صحیح مسلم‘‘ میں ہے کہ: حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو استیذان کے لئے یہ الفاظ فرمائے: ’’السلام علیکم ھذا ابو موسی، السلام علیکم ھذا الاشعری ‘‘اس میں بھی پہلے اپنا نام ابوموسی بتلایا، پھر مزید وضاحت کے لئے اشعری کا ذکر کیا۔ اور یہ اس لئے کہ جب تک آدمی اجازت لینے والے کو پہچانے نہیں تو جواب دینے میں تشویش ہوگی، اس تشویش سے بھی مخاطب کو بچانا چاہئے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ صرف نام سے مکمل تعارف نہ ہوسکتا ہو تو مزید وضاحت بھی کردینی چاہئے۔

مسئلہ:......اوراس معاملہ میں سب سے براوہ طریقہ ہے جوبعض لوگ کرتے ہیں کہ باہر سے اندرداخل ہونے کی اجازت مانگی ،اپنا نام ظاہرنہیں کیا۔اندرمخاطب نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو جواب میں یہ کہہ دیا کہ ’’میں‘‘ ہوں، کیونکہ یہ مخاطب کی بات کا جواب نہیں،جس نے اول آواز سے نہیں پہچانا وہ ’’میں‘‘ کے لفظ سے کیا پہچانے گا۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں علی بن عاصم واسطی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو حاضر ہوئے ،دروازہ پر دستک دی ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو جواب دیا’’انا‘‘ (یعنی میں ہوں)تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نہیں جس کا نام’’انا‘‘ ہو، پھر باہر تشریف لائے اوران کو حدیث سنائی کہ ایک روز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت لینے کے لئے دروازہ پر دستک دی ،آنحضرت ﷺ نے اندر سے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو جابر رضی اللہ عنہ نے یہی لفظ کہہ دیا’’انا‘‘یعنی میں ہوں۔آپ ﷺ نے بطور زجروتنبیہ کے فرمایا’’انا،انا‘‘،یعنی’’انا،انا‘‘ کہنے سے کیا حاصل ہے،اس سے کوئی پہچانا نہیں جاتا۔(معارف القرآن ص۳۷۸ج۶)

بار بار فون کرنا مناسب نہیں

مسئلہ:......بلاضرورت بار بار فون کرنا مناسب نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ناغہ کر کے ملاقات کیا کرو،محبت زائد رہے گی۔

(مجمع ص۱۷۵ج۷۔شمائل کبری ص۱۳۸ج۳)

مسئلہ:......خاص اہل تعلق سے روزانہ فون کرنے میں مضائقہ نہیں،لیکن اس زمانہ میں

احتیاط ہی کرنا اچھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ: ہم لوگوں پر کوئی دن ایسا نہ گذرا کہ آپ ﷺ دن کے دونوں حصے صبح وشام تشریف نہ لاتے۔ (بخاری شریف ص۸۹۸ ج۲)

فائدہ:......مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل آپ ﷺ ہر دن صبح وشام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں دینی گفتگو فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مخلص دوست ہو اور ان کو گرانی کے بجائے خوشی ہوتی ہو۔ دیگر دوسرے دینی گفتگو کا بھی موقع ملتا ہو تو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

ابن بطال رحمہ اللہ کے حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اگر وہ مخلص اہل محبت میں سے ہے تو ملاقات کی کثرت سے محبت ہی بڑھے گی، اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ''صحیح بخاری'' میں باب قائم کیا ہے ''ھل یزور صاحبہ کل یوم او بکرۃ و عشیا''، جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ مخلص اہل محبت کے پاس ہر دن اور صبح وشام ملنے اور ملاقات کے لئے جایا جاسکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس صبح وشام جایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص۸۹۸ ج۲)

خیال رہے کہ یہ زمانہ حقوق کی پامالی اور غلبۂ نفس کا ہے، اس لئے کم ہی جانا بہتر ہے۔ (شمائل کبریٰ ص۱۳۸ ج۳)

اس بات کی وضاحت کردیں کہ میں فلاں شخص سے بات کرنا چاہتا ہوں

مسئلہ:......جس شخص سے گفتگو کرنی ہو، اگر اس کا نام ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہ ہو تو خود ہی وضاحت کردینی چاہئے کہ میں فلاں شخص سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی نظیر آنحضرت ﷺ کے مکتوبات ہیں۔ آپ ﷺ نے جتنے خطوط تحریر فرمائے

ہیں، ان میں خط کے آغاز پر اپنا نام پھر مکتوب الیہ کا نام لکھا ہے۔

زیادہ دیر تک گھنٹی بجانا مناسب نہیں

مسئلہ:...... ٹیلی فون کی گھنٹی گویا ملاقات کی اجازت ہے، اس لئے عرف میں گھنٹی کی مقدار سے زیادہ بجنے نہ دینا چاہئے۔ تقریباً پانچ، چھ مرتبہ (یا ہر جگہ کے عرف کے اعتبار سے) گھنٹی بجنے پر فون نہ اٹھایا جائے تو ریسیور رکھ دینا چاہئے، بار بار گھنٹی بجا کر تنگ کرنا مناسب نہیں۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن له فلیرجع"۔

یعنی جب کوئی آدمی تین مرتبہ استیذان کرے اور کوئی جواب نہ آوے تو اس کو لوٹ جانا چاہئے۔ (بخاری۔ معارف القرآن ص ۳۸۰ ج ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹیلی فون کرنے والا محسوس کرے کہ صاحب خانہ فون اٹھانا نہیں چاہتا تو چھوڑ دے، اس کو مجبور نہ کرے۔

مخاطب کے اوقات کی رعایت کرنا چاہئے

مسئلہ:...... جن اوقات میں مخاطب کے آرام کرنے یا ضروری مشغولیات کا غالب گمان ہو ان اوقات میں فون کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ دروازہ پر اس طرح دستک دیتے اور اس طرح سلام فرماتے کہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہونے پائے، اس سے معلوم ہوا کہ فون پر بھی مخاطب کی راحت رسانی کا خیال کیا جائے۔ ہمارے معاشرہ میں دین صرف عبادت تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، ان معاملات کو دین سے بالکل خارج کر دیا گیا کہ کسی کو ہماری طرف

سے تکلیف نہ ہو۔کئی لوگ بے وقت فون کرتے ہیں اوراس کا خیال تک نہیں آتا کہ یہ سخت گناہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اللہ پاک فرماتے ہیں: جب کسی کے گھر جاؤ بغیر اجازت کے نہ جاؤ اور جاکر سلام کرو اور ایسے وقت جائے کہ اس کے کھانے کا وقت نہ ہو، آرام کا وقت نہ ہو۔ یہ فرائض میں ہے، اس کے خلاف کرنا حرام ہے، اس کو گناہ نہیں سمجھتے۔ چاہے جس وقت کسی کے گھر چلو! دھڑ دھڑ کرنے لگے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کی ایذاء سے بچو، کسی کی ناگواری سے بھی بچو، کسی کے دل پر بار نہ آنے پائے۔ ٹیلی فون والوں کو بارہ بجے بھی ایذاءرسانی بلاوجہ دیدیتے ہیں، بے رحموں کو کچھ فکر نہیں، اس میں احتیاط رکھیں۔ غرض اس ٹیلی فون کی وجہ سے بھی بعض لوگ گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ آج وزٹنگ کارڈ انگریز کی برکت سمجھتے ہیں، اس کی اصل اسلام نے سکھائی ہے، عوام (اب تو خواص بھی، مرتب) اس کو قرآن کے آداب ہی نہیں سمجھتے، کسی کے دل کو مجروح کرنا اس سے بڑا دنیا میں گناہ نہیں اور کسی مؤمن کا کسی طریقہ سے دل خوش کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ (مجالس مفتیٔ اعظم ص۲۰۶)

حضرت رحمہ اللہ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

’’کسی شخص کو ایسے وقت ٹیلی فون پر مخاطب کرنا جو عادۃً اس کے سونے یا دوسری ضروریات میں یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو بلاضرورت شدیدہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں بھی وہی ایذارسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ص۳۸۲ ج۶)

مسئلہ:......جس شخص سے ٹیلی فون پر بات چیت اکثر کرنا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس سے

دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو ٹیلی فون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوتی ہے، پھر اس کی پابندی کرے۔ (معارف القرآن ص۳۸۲ ج۶)

طویل گفتگو کرنی ہوتو اجازت حاصل کرلیں

مسئلہ:…… کسی شخص سے طویل گفتگو کرنی ہوتو پہلے اجازت حاصل کر لینا چاہئے۔ بعض لوگ مشغولی کے اوقات میں فون پر تفصیلی بات شروع کردیتے ہیں، یہ شریعت اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا اصول بتاتے ہوئے کہا ہے کہ ﴿هو ازكى لكم﴾۔ (سورۂ نور، آیت ۲۸)

یعنی اس اخلاق اور برتاؤ سے تمہارے قلوب ایک دوسرے سے پاک اور صاف رہیں گے۔ قرآن کریم کے اس حکم سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی مشغولی کی وجہ سے گفتگو کرنے سے معذرت کرے تو اس کو برا نہ ماننا چاہئے اور نہ اسے تکبر پر محمول کرے، کیونکہ ہر شخص کے اپنے مشاغل ہوتے ہیں اس میں دخل اندازی کسی طرح مناسب نہیں۔

بعض حضرات سلف سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ: میں عمر بھر اس تمنا میں رہا کہ کسی کے پاس جا کر استیذان کروں اور وہ مجھے یہ جواب دے کہ لوٹ جاؤ تو میں اس حکم قرآن کی تعمیل کا ثواب حاصل کروں، مگر عجیب اتفاق ہے کہ مجھے کبھی یہ نعمت نصیب نہ ہوئی۔ (معارف القرآن ص۳۷۹ ج۶)

پبلک مقامات پر فون کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں

مسئلہ:…… پبلک مقامات جیسے ایرپورٹ، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، سرکاری اور نجی عوامی اداروں، مدارس، اکیڈمیوں کو ان کے مقررہ اوقات کار میں کسی بھی وقت فون کیا جاسکتا ہے اور ان اداروں سے متعلق تفصیلی استفسار پیشگی اجازت کے بغیر بھی کرنے کی گنجائش ہے۔

قرآن مجید نے ایسی جگہوں پر بلا اجازت آنے کی اجازت دی ہے، جو رہائشی نہ ہو۔

(سورۂ نور، آیت ۲۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ...... ’’ٹیلی فون پر اگر کوئی طویل بات کرنی ہو تو پہلے مخاطب سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو ذرا سی فرصت ہو تو میں اپنی بات عرض کروں، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی آنے پر آدمی طبعاً مجبور ہوتا ہے کہ فوراً معلوم کرے کہ کون کیا کہنا چاہتا ہے، اور اس ضرورت سے وہ کسی بھی حال میں اور اپنے ضروری کام میں ہو تو اس کو چھوڑ کر ٹیلی فون اٹھاتا ہے۔ کوئی بے رحم آدمی اس وقت لمبی بات کرنے لگے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

(معارف القرآن ص۳۸۲ ج۶)

گھر میں ہوتے ہوئے عدم موجودگی کی اطلاع دینا گناہ ہے

مسئلہ:...... گھر میں ہوتے ہوئے ٹیلیفون پر عدم موجودگی کی غلط اطلاع دلوانا گناہ ہے۔

البتہ اگر جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے جھوٹ بولنے کے سوا چارہ نہ ہو اور سچی اطلاع دینے میں کسی مسلمان کو ناحق تکلیف وگزند پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ایک اہم تر مقصد کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے، لیکن عام حالات میں اس طرح جھوٹ بولنا نہ شرعاً درست ہے نہ اخلاقاً۔

فون اٹھانا واجب نہیں، مگر بداخلاقی ہے

مسئلہ:...... فون کی گھنٹی بج رہی ہو تو اس کا اٹھانا واجب نہیں۔

مسئلہ:...... بلا وجہ فون نہ اٹھانا بداخلاقی کی بات ہے۔

اس سلسلہ میں ’’احسن الفتاوی‘‘ اور ’’معارف القرآن‘‘ کی عبارت میں تضاد سا معلوم

ہوتا ہے، راقم نے اس کی تحقیق کے لئے ایک استفتاء دارالعلوم کراچی روانہ کیا تھا، وہ اور اس کا جواب نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

از: مرغوب احمد لاجپوری

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ:......بعض لوگ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتے، نہ پوچھتے ہیں کہ کون ہے؟ کیا کہنا چاہتا ہے؟ یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے، جیسے حدیث میں آیا ہے: ((ان لزورک علیک حقا)) یعنی جو شخص آپ کی ملاقات کو آئے اس کا تم پر حق ہے کہ اس سے بات کرو اور بلا ضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو، اسی طرح جو آدمی ٹیلی فون پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں۔ (معارف القرآن ص۳۸۲ ج۶)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی:

سوال:......اگر فون کی گھنٹی بج رہی ہو تو فون اٹھانا اور سننا واجب ہے یا نہیں؟

جواب:......واجب نہیں، کیونکہ اگر کوئی شخص دور سے ملنے آئے اور دروازے پر دستک دے تو اہل خانہ پر اس سے ملنا لازم نہیں۔

قال الله تعالى: ﴿ يايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على اهلها (الى قوله) وان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو ازكى

لکم﴾۔(۲۴۔۱۸)

فون تو انسان اپنے گھر یا کہیں دور سے کرتا ہے، اس سے ملنا بطریق اولی لازم نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم ۔(احسن الفتاوی ص ۲۵۵ ج ۸)

ان دونوں بزرگوں کی تحریر میں کچھ تضاد معلوم ہوتا ہے۔امید کہ اس مسئلہ کا تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے کہ فون سننا لازم وضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامدا و مصليا

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی دلجوئی اور خوشدلی کے لئے فون اٹھانا چاہئے ،لہذا فون کا جواب نہ دینا عرفی اور اخلاقی اعتبار سے حق تلفی ہے، لیکن شرعی اعتبار سے فون کا جواب دینا واجب نہیں جیسا کہ ''احسن الفتاوی'' میں ہے، لہذا دونوں عبارات میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت اخلاقی پہلو اور استحباب پر محمول ہے اور'' احسن الفتاوی'' کی عبارت' فتوی اور وجوب پر محمول ہے۔و الله سبحانه وتعالى اعلم،

سید مسعود احمد شاہ

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ بندہ محمود اشرف غفرلہ اصغر علی ربانی غفرلہ

قرض خواہ کے تقاضے سے بچنے کے لئے فون بند رکھنا

مسئلہ:......قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا شرعا ظلم ہے، اس کے لئے جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ درست نہ ہوگا، لہذا قرض خواہ کو پریشان کرنے کی غرض سے موبائیل کو اس طرح سیٹ کرنا (یا گھر کے فون کو بند کرنا) کہ قرض خواہ کا رابطہ نہ ہو سکے' درست نہیں

ہے،اگر مہلت کی ضرورت ہوتو صاحب معاملہ سے پوری بات کر کے مہلت لے لے۔عن ابن عمر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : مطل الغنی ظلم۔(مسلم شریف ص۸۱ ج۲) (از:مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ)

فون پر موسیقی لگانا‘ اوراس کا سننا‘ ناجائز ہے

مسئلہ:......بعض حضرات فون پر موسیقی لگا لیتے ہیں،اگر فون کرنے والوں کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے تو وہ اس ساز سے محظوظ ہو سکے۔اسلام نغمہ وموسیقی اور ساز وسارنگی کا قائل نہیں،اس لئے فون کے ساتھ موسیقی لگانا جائز نہیں۔ اس طرح موسیقی لگانے میں دوہرا گناہ کا ارتکاب ہے کہ ہر فون کرنے والا اس موسیقی کے سننے پر مجبور ہوگا۔اسی طرح بعض اوقات ناگوار خبر دینے کے لئے فون کیا جاتا ہے،ظاہر ہے ایسے لوگوں کے لئے یہ موسیقی بار خاطر ہوگی۔

مسئلہ:......بعض ادارے جب کسی کو فون ہولڈ کرنے کو کہتے ہیں تو میوزک لگا دیتے ہیں تا کہ فون پر موجود شخص یہ سمجھ کر کہ فون بند ہو گیا ہے رابطہ منقطع نہ کرے۔ظاہر ہے ادارہ کا یہ فعل ناجائز وگناہ ہے۔اس میوزک کے گناہ کا وبال ادارے کے پالیسی ساز افراد پر ہوگا۔ اور اسے چلا کر سنوانے والے حضرات پر بھی ہوگا۔ نیز دوسری جانب فون پر سننے والا اگر اپنے اختیار اور شوق سے تلذذ کے طور پر سن رہا ہوتو وہ بھی گنہگار ہوگا۔

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی‘ رجب ۱۴۲۹ھ مطابق اگست ۲۰۰۸ء)

فون میں بلا اجازت گفتگو ٹیپ کرنا

مسئلہ:......عام حالات میں بلا اجازت موبائیل (یا گھر کے فون) میں کسی کی گفتگو ٹیپ کرنا جائز نہیں،کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے:’’ المجالس بالامانة ‘‘ مجلسوں

میں کہی گئی بات امانت ہے۔اور موبائیل میں کسی مجلس کی بات ریکارڈ کرنے کی وجہ سے امانت محدود نہ رہ سکے گی، بلکہ اس کے دوسروں تک پہنچنے کا عین امکان ہے۔

عن جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : اذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فهی امانة ـ

وقال محشیه : قوله " ثم التفت " یعنی اذا حدث احد عنده حدیثا ، ثم غاب صار حدیثه امانة عندک لا یجوز اضاعتها والخیانة فیها بافشائها۔

(ترمذی ص ۱۷ ج ۲، حاشیۃ الترمذی ۶/) (از: مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ)

چپکے چپکے دوسرے کا فون سننا، گناہ ہے

م:......بعض حضرات چپکے چپکے دوسرے کا فون سنتے رہتے ہیں۔ یہ خیانت اور ناجائز ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه و سلم : ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ، ولا تحسسوا ' ولا تجسسوا ' ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ' ولا تباغضوا ' ولا تدابروا ' وکونوا عباد الله اخوانا ، متفق علیه۔

(مشکوۃ ص ۴۲۷، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الاول)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: بدگمانی قائم کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ بدگمانی باتوں کا سب سے بدتر جھوٹ ہے، (اپنے سے غیر متعلق امور اور بلاضرورت دوسروں کے احوال کی) ٹوہ میں نہ رہو، کسی کی جاسوسی نہ کرو، کسی کے سودے نہ بگاڑو، آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اور سارے مسلمان خدا کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو۔(مظاہر حق ص ۵۷۷ ج ۴)

صاحب مظاہر حق رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

''بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ''تجسس'' کے معنی ہیں: اچھی خبروں کو ہوشیاری اور نرمی کے ساتھ دریافت کرنا، اور ''تحسس'' کے معنی ہیں: ان خبروں کو قوت حاسہ کے ذریعہ دریافت کرنا، جیسے کوئی شخص کسی بات کو چوری' چھپے سنتا' اور دیکھتا ہے۔ (حوالۂ بالا)

فون پر ستانا' دھمکیاں دینا' فحش بات کرنا وغیرہ گناہ کبیرہ ہے

مسئلہ:......بعض لوگ مذاق میں یا ستانے کے لئے بار بار فون کی گھنٹی بجا کر رکھ دیتے ہیں، یا فون پر گالی گلوچ کرتے ہیں، یا فحش بات کرتے ہیں۔ دھمکیاں دیتے ہیں، یہ ساری باتیں ناجائز اور کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔

فون پر بلاضرورت لمبی بات کرنا' وقت اور مال کا اسراف ہے

مسئلہ:......فون ایسی ملاقات ہے جس پر وقت اور پیسے خرچ ہوتے ہیں، اس لئے فون پر مختصر اور ضروری باتیں کرنی چاہئے، غیر ضروری اور لمبی باتیں کرنا اسراف میں داخل ہے۔

نوٹ:......اگر فون فری ہو تو بھی وقت کا اسراف بہر حال ہے۔

فون پر بھی خوش اخلاقی سے بات کریں

مسئلہ:......اسلام خوش خلقی کی تعلیم دیتا ہے، اس لئے فون پر نرم اور اچھے انداز سے بات کرنی چاہئے۔ بے ادبی اور مخاطب کی دل آزاری ہو اس طرح بات کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عورتیں' غیر محرم سے بلاضرورت بات نہ کریں

مسئلہ:......عورتوں کو غیر محرم سے بات کرنی پڑے تو ضرورت سے زیادہ بات کرنے سے

بالکلیہ پرہیز کیا جائے۔ اور بات کا انداز بھی نرم اور دل کو مائل کرنے والا نہ ہو۔

قرآن کریم نے اپنے نرالے اسلوب میں اس بات کو اس طرح بیان فردیا: ﴿ **فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض** ﴾۔ (سورۂ احزاب ۳۲)

یعنی کسی غیر محرم سے پس پردہ بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے تو کلام میں اس نزاکت اور لطافت کے لہجہ سے بتکلف پرہیز کیا جائے جو فطرۃً عورتوں کی آواز میں ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ص۱۳۲ ج ۷)

فون کے اختتام پر بھی سلام کریں، خدا حافظ مناسب نہیں

مسئلہ: ...... فون کے اختتام پر بھی سلام کرنا چاہئے۔ خدا حافظ سے فون کا اختتام مناسب نہیں۔ "احسن الفتاوی" میں ہے:

سوال: ...... اس ترقی کے دور میں رخصت کے وقت "السلام علیکم" کے بجائے "خدا حافظ" کہنے کا عام دستور ہو گیا ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ...... یہ رسم ناجائز ہے، اگر "السلام علیکم" کے بجائے "خدا حافظ" کہا تو شریعت کی تحریف ہے اور اگر "السلام علیکم" کے ساتھ کہا تو شریعت پر زیادتی ہے، البتہ اگر سلام وداع سے الگ "خدا حافظ" اور کبھی کچھ اور دعائیہ کلمات کہہ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں، مگر انہی الفاظ کے التزام سے واضح ہے کہ موقعۂ وداع کے لئے اپنی طرف سے مخصوص الفاظ متعین کئے جا رہے ہیں، جس کا زیادتی فی الدین ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر یہ اصطلاح کسی غیر قوم سے لی گئی ہے تو اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۳۸۵ ج ۱)

ٹیلی فون بل کی چوری کا مسئلہ

سوال: ...... آج کل ایک نئی صورت سامنے آئی ہے کہ بعض حضرات ایسے ہیں جن کا ٹیلی

فون ایکسچینج میں کام کرنے والوں سے معاہدہ ہے کہ وہ یومیہ سو روپیہ دیا کریں گے جس کے عوض یہ ورکرس ان کے ٹیلی فون بل کو جام کر دیتے ہیں اور کتنے بھی فون کریں بل ان کے نام نہیں آتا، اب یہ حضرات عام لوگوں سے فون چارج کم وصول کرتے ہیں، اس لئے لوگ دوسرے ٹیلی فون کے مقابلہ میں اس قسم کے ٹیلی فونوں سے زیادہ فون کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح ٹیلی فون عملہ سے ٹیلی فون بل جام کروانا شرعا جائز ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ: ہندوستان چونکہ دار الحرب ہے، اس لئے اس طرح کرنا جائز ہوگا، اسی ذیل میں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اس قسم کے ٹیلی فون کے ذریعہ فون کرتے ہیں، ان کے لئے فون کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب:...... یہ سراسر چوری ہے جو کسی طرح حلال نہیں۔ ٹیلی فون ایکسچینج کے عملہ سے میل کر کے جب کوئی اس طرح فون کرتا ہے کہ اس کی اجرت (بل) اس کو ادا نہیں کرنی پڑتی، اب یا تو محکمۂ فون کا عملہ ایسی ترکیب کرتا ہے کہ یہ بل کسی دوسرے ٹیلی فون پر منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طرح دوسرے اشخاص کے حق میں عملہ کی سازش سے چوری کی جاتی ہے، یا پھر خود محکمۂ ٹیلی فون کا ہی نقصان ہوتا ہے جو عوامی خدمت کا ایک ادارہ ہے۔

بہر صورت یہ زائد بل دیگر اشخاص کے ذمہ جائے، یا محکمۂ ٹیلی فون کے ساتھ چوری کی جائے، شرعا جائز نہیں۔ آپ کسی بھی ملک میں ہوں اور کوئی سا نظام حکومت ہو، مسلمانوں کے لئے محرمات سے پرہیز واجب ہے، چوری کی حرمت منصوص ہے اور اجماعی ہے۔ اس حرام کو حلال کرنے کی ایسی تاویلات یہودیوں کے مزاج سے موافقت رکھتی ہیں، مسلمانوں کے مزاج سے نہیں۔ ’’المسلم ملتزم باحکام الاسلام حیثما کان‘‘۔

(بدائع الصنائع ص۱۹۶ ج ۷)

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو احکام اسلام کا پابند ہے۔ دارالحرب کی بحث بھی جہاں فقہاء نے لکھی ہے وہاں ''مـــن دون غـــر'' کی قید لگائی ہے، یعنی دھوکا اور غدر کہیں بھی جائز نہیں ہے اور یہ چوری صراحۃ غدر اور دھوکا ہے، لہذا اس کے حلال ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (الموسوعۃ الفقہیہ ص۲۱۴ ج ۲۰، بحوالہ البدائع ص۱۳۳ ج ۷۔ الخرشی ص۱۱۶ ج ۲)

فقط واللہ تعالی اعلم ۔ (فتاوی قاضی ص۲۲۲، از: حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب رحمہ اللہ)

رشتہ دار کے گھر فون کرنے کا بل کس کے ذمہ ہے؟

سوال:......ایک آدمی سفر پر جاتا ہے' اور اپنی گھر والی کے کسی قریبی رشتہ دار کو گھر میں چھوڑ جاتا ہے' کیونکہ اس کی بیوی اکیلی ہے' اور بیمار بھی ہے' تو وہ رشتہ دار اپنے کام سے اس شخص کے گھر سے فون کرتا ہے' پھر جب بل آتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں دوں گا' اور بل بھی زیادہ ہے۔ اب یہ بل کس کے ذمہ ہے؟ جبکہ اس گھر والی اپنے عزیز سے کہتی ہے کہ آدھا بل آپ دیں' آدھا میں دوں' اور میرے شوہر کے اوپر ہم بوجھ نہ ڈالیں۔ اب وہ عزیز نہیں مانتا ہے۔ مجھے صرف شرعی مسئلہ درکار ہے کہ یہ بل کس کے ذمہ ہے؟

جواب:......بیوی کے عزیز کے لئے اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر ٹیلیفون کا استعمال جائز نہیں تھا۔ اور اس کا بل ادا کرنا شرعاً واخلاقاً اسی عزیز کے ذمہ ہے' جس نے امانت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ (از: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ)

(مجموعہ فتاوی برائے خواتین ص۳۵۱ ج ۲)

فون کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان

مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ کے فتاوی میں ہے:

سوال:......دواخانہ میں تولد شدہ لڑکا یا لڑکی کے کان میں اذان کے الفاظ فون کے ذریعہ

بولنے سے بچہ کے کان میں اذان کہنے کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:...... بچے کو اذان کس وقت دی جائے؟ اس سلسلہ میں حدیث میں کسی خاص وقت کی صراحت منقول نہیں، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی المقدور جلد اذان و اقامت کے کلمات بچہ کے کان میں کہہ دے، کیونکہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ولادت ہوئی، آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان دی:

''حین ولدته فاطمة''۔ (مرقاۃ المفاتیح ص۱۵۹ ج۸)

اس تعبیر سے خیال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اذان دینا بلا تاخیر تھا، اس لئے ممکن حد تک عجلت کرنی چاہئے تاکہ بچہ کے کان میں جو پہلی آواز جائے وہ اذان اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاک ذکر سے متعلق ہو۔

چونکہ اصل مقصود بچہ کے کان میں اذان کی آواز کا پہنچنا ہے، اس لئے فون کے ذریعہ اذان و اقامت کہنا بھی کافی ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)، لیکن بہتر یہی ہے کہ بالمشافہ اذان دی جائے، کیونکہ کان میں اذان کہنے کے جو آداب فقہاء و محدثین نے ذکر کئے ہیں، وہ اسی وقت ادا ہو سکتے ہیں۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نومولود کو ولادت کے وقت قبلہ رخ کر کے ہاتھوں پر رکھا جائے اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں کان میں اقامت، نیز ''حی علی الصلوة'' میں دائیں جانب اور ''حی علی الفلاح'' میں بائیں جانب رخ کیا جائے''۔

(دیکھئے! تکملۂ رافعی علی الرد المحتار ص۱۴۵ ج۲)

ظاہر ہے یہ آداب فون پر ادا نہیں ہو سکتے۔ (کتاب الفتاوی ص۱۵۵ ج۲)

ٹیلیفون کے ذریعہ جھاڑ پھونک

س:......ایک مسجد کے امام صاحب ٹیلیفون پر مریضوں کو جھاڑ پھونک کرتے ہیں' جبکہ مریض ان کے سامنے موجود نہیں ہے .... یہ واضح رہے کہ مریضوں کو اس غائبانہ جھاڑ پھونک سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔

ج:...... جھاڑ پھونک میں قرآن پاک یا احادیث میں وارد معوذات پڑھ کر مریض پر اس طرح دم کیا جاتا ہے کہ وہ مریض کے جسم تک پہنچے اور اس طرح ان معوذات کی برکات کو مریض کی کھال تک پہنچانا مقصد ہوتا ہے۔ ''مجمع البحار'' میں ہے:''لان النفث ینبغی ان یکون بعد التلاوۃ لیوصل برکۃ القرآن الی بشرتہ''۔(ص۴۴۷ج۴)

اس سے معلوم ہوا کہ دم اس انداز سے ہونا چاہئے کہ بیمار کے جسم تک اس کا اثر پہنچے۔ ٹیلیفون پر جھاڑ پھونک کرنے سے اگر یہ مقصد حاصل ہوتا ہو تو ٹھیک' ورنہ درست نہیں۔

(فتوی حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم۔ ماخوذ از: ماہنامہ''اذان بلال'' آگرہ،شعبان ۱۴۲۹ مطابق اگست ۲۰۰۸)

(ظاہر ہے کہ ٹیلفون پر یہ مقصد قطعاً حاصل نہیں ہوتا،اس لئے یہ طریقہ ایک طرح کا مذاق اور دین کے نام پر کھلواڑ اور کمانے کا چکر ہے۔ اللہ تعالی امت کو صحیح ہدایت نصیب فرمائے۔مرغوب)

فون سے آیت سجدہ سننے پر' سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہے

مسئلہ:...... ٹیلی فون میں متکلم کی آواز بعینہ ہوتی ہے،اس لئے ٹیلی فون سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہے۔(منتخبات نظام الفتاوی ص۲۷ج۱)

فون کی آواز پر نماز توڑنے کا حکم

سوال :……مکان میں تنہا ہو اور کسی نے دروازہ پر دستک دی یا فون کی گھنٹی بجی تو اس حالت میں نماز توڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :……اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو اور اسے فوری مدد کی ضرورت ہو، جیسے کوئی ڈوب رہا ہو، یا اس کے گرد وپیش آگ لگ گئی ہو اور وہ آواز دے، تو خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز، توڑ کر اس کی فریاد کا جواب دینا اور اس کی مدد کرنا واجب ہے۔

اگر والدین میں سے کسی نے آواز دی اور کسی ضروری کام میں اعانت کے طالب ہوں تو ان کے لئے بھی نماز کو توڑنا جائز ہے۔

اگر والدین نے کسی ضرورت کے بغیر آواز دی، ان کو معلوم نہیں کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اور نماز نفل ہو تو توڑ کر جواب دیا جا سکتا ہے، فرض نماز ہو تو نماز توڑ کر جواب دینا درست نہیں۔ یہ تفصیل علامہ طحطاوی اور علامہ شامی رحمہما اللہ وغیرہ نے لکھی ہے۔

(شامی ص۴۲۵ ج۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عام حالات میں دستک دے اور نماز میں مصروف ہو یا نماز کے دوران فون آئے تو نماز نہیں توڑنی چاہئے، البتہ اگر دروازہ اتنا قریب ہو کہ ان تک آواز پہونچ سکے تو ایسے موقع پر مردوں کو ''سبحان اللہ'' کہنا چاہئے اور عورتوں کو ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کے اوپری حصہ پر تھپتھپانا چاہئے، جس کو حدیث میں ''تصفیق'' کہا گیا ہے۔ (کتاب الفتاوی ص۲۵۵ ج۲)

ٹیلی فون کے نکاح کا حکم

مسئلہ :……ہمارے اکابر کے اکثر فتاوی میں لکھا ہے کہ ٹیلی فون پر نکاح صحیح نہیں، اس لئے

کہ نکاح کے صحیح ہونے کی شرطوں میں ایک مجلس کا متحد ہونا بھی ہے۔

’’ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس‘‘۔

(الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص۳۶۶ ج۲)

’’ومنھا ان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد‘‘۔

(عالمگیری ص۲۶۹ ج۱، کتاب النکاح۔ مجموعۂ قوانین اسلامی ص۴۰)

البتہ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ٹیلی فون پر یا خط سے لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے، اس طرح نکاح صحیح ہوجائے گا۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۶۲ ج۱۱۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۴۰ ج۵۔ نظام الفتاوی ص ۱۱۸ ج۳، جزاول۔ جدید فقہی مسائل ص۲۸۸ ج۱)

مگر اب فون کی نوعیت مختلف ہے، آجکل ٹیلی فون کئی قسم کے ملتے ہیں:

(۱)......وہ ٹیلی فون جس کی آواز صرف وہی سن سکتا ہے جس نے ٹیلی فون اٹھایا ہو۔

(۲)......وہ ٹیلی فون جس کے ذریعہ بات کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔

(۳)......وہ ٹیلی فون جس کے ذریعہ بات چیت کو حاضرین مجلس بھی سن سکتے ہیں۔

ان صورتوں میں اول الذکر میں نکاح صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ گواہوں کے لئے ایجاب وقبول کا ایک ساتھ سننا ضروری ہے جو اس صورت میں مفقود ہے اور اخیر کی دو صورتوں میں چونکہ شہادت کے تمام تقاضے پورے ہوسکتے ہیں، لہذا نکاح درست ہے۔ فون کے ذریعہ جو براہ راست آواز آتی ہے اسے رسول کے پیغام ایجاب یا خط کے مضمون کے اعادہ کی طرح قرار دیں گے۔ اور فقہاء نے بلا توکیل کتابت کے ذریعہ غائب کا ایجاب معتبر مانا ہے اور اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اس وجہ سے کہ اس میں مجلس کا اتحاد

معنوی کافی ہے تو فون کے ذریعہ گواہ غائب کے ایجاب کو واضح طور پر پہچانیں اور اس کی آواز کی اچھی طرح شناخت کریں تو بطریق اولی جائز ہونا چاہئے۔

(خیر الفتاوی ص ۱۷۱ ج ۴۔ فتاوی حقانیہ ص ۳۱۲ ج ۴)

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے ''مجموعہ قوانین اسلامی'' میں لکھا ہے: ''موجودہ دور میں رسل ورسائل کی ترقی اور آسانی کے پیش نظر فون پر نکاح کا ایجاب وقبول ہوسکتا ہے، بشرطیکہ ایجاب اور قبول کو دونوں گواہان بھی بیک وقت سن سکیں اور آواز پہچانتے ہوں''۔

(مجموعہ قوانین اسلامی ص ۱۲۱ ج ۱)

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ اپنے ایک تفصیلی غیر مطبوعہ فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

''خرید وفروخت وغیرہ عقود کے انعقاد میں ایجاب وقبول کا مجلس واحد میں ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، یہاں مجلس سے جگہ کا ایک ہونا مراد ہے؟ اس کی تصریح نظر سے نہیں گذری، بلکہ اس سلسلہ میں جو جزئیات کتب فقہ میں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعاقدین ایک دوسرے سے دور الگ الگ جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور اس دوری کی وجہ سے ان کی گفتگو میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہو رہی ہے، بلکہ دونوں فریق دوری کے باوجود ایک دوسرے کی بات کو خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہیں تب بھی باوجود دوری کے عقد درست قرار دیا جائے گا''۔

پھر تفصیلی بحث اور فقہاء کی عبارتیں نقل فرما کر آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس لئے ڈاکٹر صاحب کی تحریر فرمودہ اس دفعہ سے میں بھی پورا اتفاق کرتا ہوں، البتہ اس سلسلہ میں دوسرے علماء سے بھی دریافت کرلیں''۔

ٹیلی فون سے طلاق

مسئلہ:......اگر کوئی شخص ٹیلی فون سے طلاق دے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ طلاق کے لئے بیوی کی موجودگی ضروری نہیں، البتہ محض فون کی آواز اس کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں، اس لئے کہ دو آوازوں میں کافی مماثلت اور یکسانیت پائی جاتی ہے، اس لئے محض فون سے طلاق ثابت نہیں ہوسکتی، اگر شوہر کو انکار ہو کہ اس نے فون نہیں کیا تھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ عورت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اپنا نفس مرد کے حوالے کرے۔ [۱] مرد اگر جھوٹ بول رہا ہے تو عند اللہ سخت گنہگار ہوگا اور زانی قرار پائے گا۔ ہاں اگر مرد کو خود ہی اقرار ہو یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے خود مرد کو فون پر طلاق دیتے ہوئے دیکھا اور سنا تو اب شرعی اصول کے مطابق طلاق ثابت ہوجائے گی۔ (جدید فقہی مسائل ص ۳۰۵ ج ۱)

فون پر شہادت و گواہی

مسئلہ:......فون پر شہادت و گواہی معتبر نہیں۔ گواہی کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ گواہ قاضی کے سامنے حاضر ہو کر گواہی دے، بلکہ فقہاء نے گواہی کی تعریف میں ہی اس بات کو داخل کیا ہے کہ مجلس قضاء میں وہ بات کہی گئی ہو۔ علامہ حصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی‘‘۔

(رد المحتار ص ۳۴۰ ج ۴)

---

[۱]......اگر عورت کو مرد کی آواز کا یقین کامل ہے اور اس نے براہ راست شوہر سے طلاق کے الفاظ سنیں تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرے، بلکہ علیحدہ رہے اور شوہر کو قابو نہ دے۔ مرغوب احمد

یعنی گواہی کسی کے حق کے ثبوت کے سلسلہ میں کسی سچے آدمی کی خبر کا نام ہے جو قاضی کی مجلس میں حاضر ہو کر لفظ شہادت کے ذریعہ سے بیان کرے۔

فون پر کوئی بات کہی جائے تو ظاہر ہے اس میں یہ شرط مفقود ہوگی، اس لئے شہادت کے لئے فون پر اطلاع کافی نہیں۔ (جدید فقہی مسائل ص۴۵۲ ج۱)

رویت ہلال کی خبر، ٹیلی فون سے معتبر ہے یا نہیں

مسئلہ:......ٹیلی فون سے رمضان کے چاند کی خبر معتبر ہے، بشرطیکہ مخبر معتبر ہو، کلام پوری طرح سنا گیا ہو، سمجھا گیا ہو، آواز برابر پہچانی گئی ہو اور قرائن سے پورا یقین ہو کہ چاند ہوا ہے اور مستند علماء اس کو قبول کریں۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۷۹ ج۱)

مسئلہ:......عیدین کے چاند کے لئے شہادت ضروری ہے۔ اور شہادت میں ایک امر یہ بھی ضروری ہے کہ شاہد مجلس شہادت میں حاضر ہو، اس لئے عیدین کے لئے ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں۔ رمضان المبارک کے چاند کے لئے شہادت ضروری نہیں صرف خبر کافی ہے (جب مطلع صاف نہ ہو، یعنی چاند نظر آنے کی جگہ ابر یا غبار وغیرہ ہو تو ہلال رمضان میں اصطلاحی شہادت شرط نہیں، بلکہ ایک عادل یا مستور الحال کی خبر رؤیت مقبول ہے، خواہ وہ خبر دہندہ غلام یا عورت ہی ہو۔ (امداد الاحکام ص۱۲۵ ج۲)

اس لئے مذکورہ شرائط کے ساتھ رمضان کے لئے ٹیلی فون کی خبر معتبر ہوگی۔

(فتاوی محمودیہ ص۱۲۸ ج۳)

''فتاوی حقانیہ'' میں ٹیلی فون کی خبر ہلال عید ورمضان دونوں کے لئے معتبر مانی گئی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں ہے:

''اگر ٹیلی فون کے ذریعہ خبر غلبۂ ظن کے لئے مفید ہو اور کسی کے دھوکہ دینے کا اندیشہ نہ

ہوتو ٹیلی فون کی خبر پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی حقانیہ ص ۱۳۲ ج ۴)

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''ٹیلی فون سے آنے والی اطلاع اگر چہ شرعی شہادت نہیں ہوگی، کیونکہ باب شہادت میں شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور پس پردہ کی شہادت شرعاً معتبر نہیں، لیکن چونکہ اس پر دین کے ایک بہت بڑے مسئلہ کی بنیاد واقع ہو رہی ہے، اس لئے اس کو مؤثق کرنے کے لئے حتی الامکان ان قیود کا اعتبار کرنا ضروری ہے جو شہادت میں ملحوظ ہوتی ہیں۔

اس لئے ٹیلی فون کا مضمون وہی ہو جو مسئلہ :۳۰ر میں محقق وراجح کہہ کر لکھا گیا ہے، یعنی ٹیلی فون سے بولنے والا یہ اطلاع ان الفاظ میں دے رہا ہو کہ:

''میں نے خود چاند دیکھا ہے، یا مجھ سے فلاں معتبر شخص نے جس کو میں خوب جانتا ہوں' اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، یا میرے سامنے فلاں شرعی ہلال کمیٹی نے جس کو میں خوب جانتا ہوں اور اس کے تمام ارکان ذی علم اور متدین ہیں' شرعی ثبوت لے کر رویت ہلال کا حکم وفیصلہ دیا ہے''۔ یا ٹیلی فون پر کہنے والا یہ کہہ رہا ہو کہ: میرے سامنے فلاں مسلمان حاکم جو اس قسم کے معاملات میں اعلان کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس نے' یا فلاں قاضی شہر نے' یا فلاں مفتی شہر نے شرعی ثبوت لے کر رویت کا حکم وفیصلہ دیا ہے اور مسلمان حاکم اور قاضی شہر کو میں خوب جانتا ہوں اور یہ لوگ معتبر ومتدین ہیں اور پھر یہ شخص جو ٹیلی فون پر بول رہا ہے یہ بھی خوب جانا پہچانا اور معتبر ومتدین شخص ہو اور اس کی آواز بھی خوب پہچانی جا رہی ہو اور پھر ان الفاظ میں ان قیود کے ساتھ آنے والے ٹیلی فون کے بعد اس پر عمل کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(الف)......مطلع صاف ہوتو محض دو ایک ٹیلی فون کافی نہیں خواہ کمیٹی ہی ثقہ اور معتبر ہو، بلکہ ملک کے مختلف گوشوں سے ان ہی مذکورہ بالا الفاظ میں اتنی تعداد میں ٹیلیفون آجانا ضروری ہے کہ عادۃً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متصور نہ ہو یا متعذر رہو۔

(ب)......مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو تو صرف ایک ٹیلی فون بھی اپنے عمل کے لئے کافی ہوگا۔

(ج)......مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلاً شعبان یا بقر عید کا ہو تو کم از کم ان مذکورہ معتبر الفاظ میں دو ٹیلی فون کا آنا ضروری ہے جو مختلف مقامات سے کیف ما اتفق آرہے ہوں اور ان کے صادق اور معتبر ہونے کا ظن غالب حاصل ہورہا ہو، اسی طرح اگر چہ کوئی شرعی انتظام ہو اور خبر کو ثبوت شرعی کے ساتھ نشر کرنے کے اصول وضابطہ کے مطابق ان مراکز تک اطلاع پہنچنا سخت دشوار و متعذر رہو، اس حالت میں اگر یہ اطلاع ان ہی معتبر الفاظ میں آرہی ہو تو یہ بھی ان ہی مذکورہ بالا تفاصیل وقیود کے مطابق معتبر ہوسکے گی۔ (منتخبات نظام الفتاوی ص ۱۶۴ ج ۲)

اگر لا پتہ شخص دار القضاء کو فون سے اپنی اطلاع کرے؟

سوال:......اگر مفقود الخبر دار القضاء فون کر کے رابطہ کرے اور حاضر نہ ہو، نہ اپنا پتہ دے اور فون نمبر سے بھی واقف نہ کرائے، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:......اگر کوئی شخص فون پر اپنی شناخت ظاہر کرے تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ یہ فون جھوٹ پر مبنی ہوسکتا ہے، اس لئے ایسا شخص مفقود الخبر (لا پتہ) ہی کے حکم میں ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی کے لئے نفقہ چھوڑ کر گیا ہو اور عورت اپنے اندر صبر کی قوت پاتی ہو، اس کی عفت و عصمت کو خطرہ نہ ہو تو قاضی کے حکم سے چار سال انتظار کرے گی۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۷۰)

پھراس کے لئے دوسرا نکاح جائز ہوگا۔اور اگر عورت اپنے اندر اتنے دنوں قوت برداشت نہ پاتی ہوتو ایک سال انتظار کر کے قاضی اس کا نکاح فسخ کرے گا۔

(الحیلۃ الناجزۃ ص۸۱،محشی)

اوراس صورت میں عورت عدت وفات کے بجائے عدت طلاق گزارے گی۔

(الحیلۃ الناجزۃ ص۸۱،محشی)

نیز عدت گزرنے کے بعد دوسرا نکاح کی مجاز ہوگی۔ یہ فقہاء مالکیہ کا مسلک ہے اور ماضی قریب کے علماء حنفیہ نے بھی ضرورتا اسی پر فتوی دیا ہے(دیکھئے!الحیلۃ الناجزۃ)

اگر شوہر ایسی کوئی جائداد یا پیسے چھوڑ کر لاپتہ نہ ہوا ہو،جس سے نفقہ ادا کیا جاسکے تو قاضی نفقہ ادا نہ کرنے کی بنا پر فی الحال اس کا نکاح فسخ کرسکتا ہے۔(الحیلۃ الناجزۃ ص۱۲۳)

البتہ اگر قرینہ سے یہ بات معلوم ہوجائے کہ یہ فون مفقود الخبر شخص ہی کا تھا تو غائب غیر مفقود الخبر سمجھا جائے گا۔ غائب غیر مفقود الخبر سے ایسا شخص مراد ہے جس کا زندہ ہونا معلوم ہو،لیکن اس کا پتہ معلوم نہ ہو، یا اس کی جائے قیام بھی معلوم نہ ہو،لیکن وہ بیوی کے پاس نہ آتا ہو اور نہ اسے بلاتا ہو۔(الحیلۃ الناجزۃ حکم زوجہ مفقود،محشی)

قاضیٔ شریعت مناسب ثبوت وشہادت کی فراہمی کے بعد ایسے شخص کا نکاح بھی فسخ کر سکتا ہے۔(ملاحظہ ہو: مجموعۂ قوانین اسلامی،دفعہ۳۳۲)۔(کتاب الفتاوی ص۳۷۱ج۵)

فون اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بیع میں ایجاب وقبول معتبر ہوگا

مسئلہ:......فون اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بیع میں ایجاب وقبول معتبر ہوگا۔انٹرنیٹ پر بھی اگر بیک وقت عاقدین موجود ہوں اور ایجاب کے بعد فوراً دوسرے کی طرف سے قبول ظاہر ہوجائے تو بیع منعقد ہوجائے گی،اوران صورتوں میں عاقدین کو متحد المجلس تصور کیا

جائے گا۔(انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۱۷)

فون پر ہولڈ کے وقت تلاوت‘ اذان‘ حمد ونعت یا میوزک لگانے کا حکم

س:......مختلف اداروں میں جب کسی کو فون ہولڈ کرنے کو کہتے ہیں تو میوزک لگا دیتے ہیں‘ تا کہ فون پر موجود شخص یہ سمجھ کر کہ فون بند ہو گیا ہے رابطہ منقطع نہ کرے۔اس طرح بعض ادارے والے فون پر ہولڈ آن میوزک کی جگہ اسماء الحسنیٰ‘ تلاوت یا حمد ونعت لگا دیتے ہیں۔ ان کا مقصد بھی یہ ہوتا ہے کہ فون کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ فون بند ہو گیا ہے۔اور دوسری وجہ اس کو پس منظر میں ہونے والے شک سے بچانا ہوتا ہے۔

(۱)......اس طرح فون پر ہولڈ کرواتے ہوئے قرآنی آیت‘ اذان‘ اسماء الحسنیٰ یا کسی حمد و نعت کا لگانا جائز ہے؟

(۲)......بعض اداروں میں ہولڈ آن میوزک ہوتا ہے، آدمی کو نہ چاہتے ہوئے بھی سننا پڑتا ہے۔اور کچھ اداروں میں لازم ہوتا ہے کہ اگر انہیں بند کرنے کا بھی کہا جاوے تو اسے وہ بند کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔اس طرح میوزک سننے یا سنانے کا گناہ کس پر ہوگا؟ سننے والے پر یا اس ادارے کی پالیسیاں بنانے والوں پر؟

الجواب حامدا ومصلیا:......فون پر ہولڈ کرواتے ہوئے تلاوت‘ اذان اور حمد ونعت لگا دینا جائز نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم‘ کلام اللہ اور اذان شعائر اللہ میں سے ہے۔کلام اللہ اور شعائر اللہ کو کلامی مقاصد یا کلام الناس کی جگہ استعمال کرنا شرعا جائز نہیں ہے‘ بلکہ بعض فقہاء کرام نے کفر کا اندیشہ ظاہر فرمایا ہے۔نیز حمد ونعت بھی شرعا واجب الاحترام ہیں، ان میں بھی اللہ تعالی اور رسول اکرم ﷺ کے اسماء اور تعریف شامل ہوتی ہے‘ جن کا تعلق ایمانیات سے ہے اور ایمانیات کو لغویات وفضولیات اور لایعنی کام کے طور پر استعمال کرنا

بھی شدید گناہ ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے:

’’وفی الفتاوی الظهيرية : من قرأ آية من القرآن على وجه الهزل كفر، قلت : لانه تعالى قال : ﴿ انه لقول فصل وما هو بالهزل ﴾ وفی تتمة الفتاوی : من استعمل كلام الله تعالى بدل كلامه كمن قال فی ازدحام الناس : ﴿ فجمعناهم جمعا﴾ كفر، قلت : هذا انما يتصور اذا كان قائل هذا الكلام هو جامع الناس بالازدحام والا فلا مانع...... وفی المحيط : من قال لمن يقرأ القرآن ولا يتذكر كلمة﴿ والتفت الساق بالساق ﴾ الی قوله كفر ، وفيه وجه الكفر فی القولين الاولين ظاهر ، لانه وضع القرآن فی موضع كلامه ، واما القول الاخير فلا يظهر وجه كفره ‘ لانه ما جاء جمعنا هم عندنا فی القرآن وبمجرد مشاركة كلمة تكون فی القرآن من جملة اجزاء الكلام لا يخرج من الاسلام باتفاق علماء الانام ‘‘۔

(فصل فی القرأة والصلوة ،ص۲۵۰ تا۲۵۲، ط. دار الباز ،مكة المكرمة)

اسی طرح فتاوی شامی میں ہے:

’’وقد كرهوا والله اعلم و نحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر ...... قوله : لاعلام ختم الدرس‘ اما اذا لم يكن اعلاما بانتهائه لا يكره ‘ لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول ‘ فانه استعمله آلة للاعلام ، و نحوه اذا قال الحارس : لا اله الا الله و نحوه ليعلم باستيقاظه فلم يكن المقصود الذكر‘ اما اذا اجتمع القصد ان يعتبر الغالب كما اعتبرنی نظائره ‘‘۔(کتاب الحظر والاباحة ۶/۴۳۱ ط سعید)

جن اداروں میں ہولڈ آن میوزک ہوتا ہے‘ اس میوزک کے گناہ کا وبال بنیادی طور پر ادارے کے پالیسی ساز افراد پر ہوگا‘ پھر اسے چلا کر سنوانے والے حضرات پر بھی ہوگا۔ نیز

دوسری جانب فون پر سننے والا اگر اپنے اختیار اور شوق سے تلذذ کے طور پر سن رہا ہو تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا۔

مشکوۃ کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں ہے:

''فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من سن فى الاسلام سنة حسنة ، أى اتى بطريقة مرضية يقتدى به فيها (فله اجرها) أى اجر تلک السنة أى ثواب العمل بها ، وفى نسخة اجره أى اجر من سن يعنى اجر عمله ...... (ومن سن فى الاسلام سنة سئية) اى بدعة مذمومة عمل بها (كان عليه وزرها) أى اثمها (ووزر من عمل بها من بعده) أى من جهة تبعيتة (من غير ان ينقص) تقدم (من اوزارهم شئى) جمع فى الموضعين باعتبار معنى من كما افرد فى ينقص باعتبار لفظه''۔

(مرقاۃ ص ۲۷۷ ج ۱، کتاب العلم)

''فتاوی شامی'' میں ہے:

''وفى البزازية : استماع صوت الملاهى كضرب قضيب و نحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام : استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر''۔(رد المحتار مع الدر المختار ، باب حظر الاباحة٦/٣٤٩)

کتبہ: فخر السادات چترالی

الجواب صحیح — محمد عبدالمجید دین پوری

الجواب صحیح — محمد عبدالقادر

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی''

رجب ۱۴۲۹ھ مطابق اگست ۲۰۰۸ء)

موبائل فون کے مسائل

موبائل میں قرآن کریم اور احادیث شریفہ وغیرہ کو محفوظ کرنا

م:......موبائل میں قرآن وحدیث' ادعیہ ماثورہ محفوظ کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر انہیں کھول کر چلایا جارہا ہو تو اس حالت میں بیت الخلاء اور استنجاء وغیرہ میں اس موبائل کو لے جانا سخت بے ادبی شمار ہوگا، تاہم موبائل اگر بند ہے یا وہ پروگرام بند ہے جس میں آیت وغیرہ محفوظ ہیں تو بند ہونے کی حالت میں موبائل کو استنجاء خانے وغیرہ میں لے جانا منع نہیں۔

موبائل آن ہو اور اس میں قرآن ہو تو اسے بلا وضو چھونا جائز نہیں

مسئلہ:......آج کل موبائل فون میں پورا قرآن محفوظ کرلیا جاتا ہے، اسے سن بھی سکتے ہیں اور اسکرین پر حروف دیکھ کر پڑھ بھی سکتے ہیں۔ اس طرح کے موبائل فون آن ہو اور قرآن کے حروف نظر آتے ہوں تو اس کا بلا وضو چھونا جائز نہیں۔ ہاں فون بند ہو یا کھلا ہو مگر قرآن کریم کے حروف اسکرین پر نہ ہوں تو بلا وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ دلیل ''الجوہرۃ النیرۃ'' کی یہ عبارت ہے:

''لا یجوز مس شئی مکتوب فیہ شئی من القرآن من لوح او دراھم او غیر ذلک اذا کانت آیۃ تامۃ''۔

یعنی کسی ایسی چیز کا چھونا جائز نہیں ہے جس میں قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہوا ہو' جیسے تختی یا درہم وغیرہ، بشرطیکہ مکمل ایک آیت ہو۔ (جدید فقہی مسائل ص۱۰۴ ج۱)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’ان نقوش میں جب تک پڑھنے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں، اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے‘‘۔(امداد الفتاوی ص۹۲ ج۱)

اور فون میں پڑھنے کی صلاحیت موجود ہے، اس لئے اس کا مس کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:......موبائل پر پلاسٹک یا چمڑے کا کور لگا ہو تو ہر حالت میں اس کا چھونا جائز ہے۔

کیمروں اور ویڈیو والے موبائیل فون خریدنے کا حکم

مسئلہ: ......اب موبائل‘ کیمروں اور ویڈیو‘ والے بنائے جاتے ہیں۔اول تو ایسے فون خریدنے سے احتراز کرنا چاہئے اور جو فون بلا کیمروں اور ویڈیو کے ہوں ان کو استعمال کرنا چاہئے، لیکن اب اس طرح کے فون کا استعمال اتنا عام ہو گیا ہے کہ بغیر کیمروں کے فون ملنا مشکل ہو رہا ہو تو ایسے فون کا خریدنا جائز ہے، مگر اس کا استعمال بلا ضرورت ناجائز ہے۔جن صورتوں میں علماء نے تصویر کی اجازت دی ہیں ان مواقع میں فون سے تصویر کھینچنا جائز ہے۔ ویڈیو کا استعمال بغیر جاندار کی تصاویر کے لئے کیا جائے تو جائز ہے، مثلا درخت‘ باغات، مساجد ومدارس، اور مختلف غیر ذی روح کی تصاویر لی جائیں تو جائز ہے۔

موبائیل کی اسکرین پر اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھنا

مسئلہ:......موبائیل کی اسکرین پر اللہ تعالی اور پیغمبر ﷺ کا نام یا قرآنی آیات وغیرہ لکھنا فی نفسہ درست ہے، لیکن ان آیات وغیرہ کے ظاہر ہونے کی حالت میں اسے استنجاء خانے میں لیجانا درست نہیں، ایسی جگہوں پر جانے سے پہلے موبائیل بند کر دینا چاہئے تا کہ ان مقدس کلمات کی بے ادبی نہ ہو، اسی طرح جس موبائیل پر اللہ تعالی اور پیغمبر علیہ السلام کا نام واضح ہو اس کو پاخانہ یا پینٹ (پتلون) کی جیب میں رکھنا بھی بے ادبی ہے۔

’’فلو نقش اسمه تعالى أو اسم نبيه صلى الله عليه وسلم استحب ان يجعل الفص في

کمہ اذا ادخل الخلاء‘‘(رد المحتار ص۵۲۰ ج۹۔از: مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ)

موبائیل کی اسکرین پر اپنی اولاد یا بیوی یا کسی عزیز کی تصویر رکھنا

مسئلہ:……موبائیل کی اسکرین پر اپنی اولاد یا بیوی یا کسی عزیز وغیرہ جاندار کی تصویر رکھنے کا رواج بھی عام ہوتا جارہا ہے‘ کئی مرتبہ بیوی کی تصویر پر غیر مرد کی نظر پڑ جاتی‘ یہ بے غیرتی کی بات ہے۔ ویسے شریعت مطہرہ میں تصویر سازی کی مذمت اور اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے،اس لئے اسکرین پر اس طرح کی تصاویر کا استعمال ناجائز ہوگا۔

امام کو نماز شروع کرنے سے پہلے موبائیل بند کرنے کا اعلان کرنا چاہئے

مسئلہ:……ائمہ حضرات کو چاہئے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کبھی کبھی فون بند کرنے کا اعلان کردیا کریں۔آج بھی کئی جگہ صفیں سیدھی کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے، حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔آپ ﷺ کے زمانہ میں ہماری طرح لکیر والی صفوں کا رواج نہیں تھا،اس لئے اس کے اہتمام کی ضرورت تھی۔اب تو فون بند کرنے ، پاجامہ ٹخنوں کے اوپر کرلینے کے اعلان کی ضرورت ہے۔

احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی حسب ضرورت نماز سے پہلے یا نماز کے بعد اعلان فرمادیا کرتے ،مثلا نماز شروع کرنے سے پہلے اہتمام سے صفیں سیدھی کرنے کی تاکید فرماتے۔اور صفیں سیدھی کئے بغیر نماز کی ابتدا نہ فرماتے۔(مشکوۃ، باب تسویة الصفوف)

’’ابوداؤد شریف‘‘ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ دائیں متوجہ ہوکر فرماتے: سیدھے کھڑے ہوجاؤ اور صفوں کو برابر کرلو، پھر بائیں متوجہ ہوکر یہی ارشاد فرماتے۔

(مشکوۃ ، باب تسویة الصفوف)

اسی طرح حالت سفر میں نماز کے بعد فرماتے:

’’یااھل البلد صلوا اربعا فانا قوم سفر‘‘۔

اے شہروالو! تم چار رکعت پڑھ لو ہم مسافر ہیں۔(ابوداؤدص۱۸۰، باب متی یتم المسافر)

موبائیل کھلا رکھ کر نماز پڑھنا، بہت ہی نامناسب حرکت ہے

مسئلہ:……موبائل کھلا رکھ کر نماز پڑھنا جس سے نماز میں گھنٹی بجنے کا امکان ہو بہت ہی نامناسب حرکت ہے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

’’نماز کے اوقات میں مسجد میں کوئی بھی ایسا فعل جو مصلیوں کی نماز میں مخل ہو، جائز نہیں، اگر چہ وہ دینی کام کیوں نہ ہو۔ مثلاً نماز کے وقت جہراً تلاوت یا ذکر کرنا، بآواز بلند کتاب پڑھنا وغیرہ افعال امور دین اور کارہائے ثواب ہیں، پھر بھی اس لئے ناجائز ہیں کہ ان سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ دوران نماز مذکورہ امور دین اور کارہائے ثواب کی بھی اجازت نہیں دی جاتی تو پھر نماز باجماعت جاری ہونے کی حالت میں کسی موبائل سے بلند آواز میوزک بجنے لگے، اس کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں تھے، ایک شخص آیا، جو کچھ لئے ہوئے تھا، اس کو صف میں آگے ڈال دیا اور نماز میں شریک ہو گیا (جیسا کہ آجکل عموما کیا جاتا ہے) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈالا۔ (الاعتصام)

جو حضرات اپنا موبائل کھلا (آن) رکھ کر مسجد میں آتے ہیں اور دوران نماز ان کا

موبائل بجنے لگتا ہے تو اس سے مسجد میں موجود تمام مصلیوں کی نماز میں جو شدید خلل واقع ہوتا ہے اس سے کوئی ناواقف نہیں، ایسا شخص کتنی سخت سزا کا مستحق ہوگا، یہ سوچا جا سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''اذان بلال'' جون ۲۰۰۵)

نوٹ:...... حضرت مدظلہ کا یہ فتویٰ نہایت ہی اہم اور قابل مطالعہ ہے، علماء اور ائمہ کو اپنی اپنی مساجد میں اسے سنانا چاہئے۔

حرمین شریفین میں فون کھلا رکھنا سخت بری حرکت ہے

مسئلہ:...... حرم محترم میں طواف کے دوران اور نماز میں عام طور پر لوگ موبائل کھلا رکھ کر نماز پڑھتے رہتے ہیں یہ سخت بری حرکت ہے۔

طواف کے دوران، مسعیٰ میں اور بیت اللہ جیسی بابرکت مسجد میں اور نبی کریم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کے سامنے اور مسجد نبوی میں موبائل کا کھلا رکھنا انتہائی غفلت کی علامت ہے، اور روضۂ اقدس کے سامنے تو آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ایذا پہچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ امت کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ان مواقع پر اگر فون کا ٹون میوزک والا ہو تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

نماز میں موبائل فون بند کرنے کے مسائل

مسئلہ:...... نماز کے شروع کرنے سے پہلے موبائل فون بند کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی وقت غلطی سے موبائل فون کھلا رہ جائے اور دوران نماز گھنٹی بجنے لگے تو اگر عمل کثیر کے بغیر (ایک ہاتھ سے جیب میں رکھے رکھے) گھنٹی بند کرنا ممکن ہو تو بند کر سکتے ہیں، لیکن اگر گھنٹی بند کرنے کے لئے عمل کثیر کرنا پڑے تو موبائل بند کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، ایسی صورت میں موبائل بند نہیں کرنا چاہئے تاکہ نماز فاسد نہ ہو۔

مسئلہ:......اگرموبائل ایک مرتبہ بند کرنے کے بعد دوبارہ بجنا شروع ہوجائے تو عمل قلیل کے ذریعہ دوبارہ، سہ بارہ بھی بند کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ عمل کثیر تک نوبت نہ پہنچے، اگر عمل کثیر کرلیا تو نماز فاسد ہوجائے گی، جس سے بچنا لازم ہے۔

مسئلہ:......ایک رکن میں تین بار عمل قلیل کے ساتھ فون بند کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ یہ تینوں حرکات پے در پے نہ ہوں، یعنی تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلی'' کہنے کے برابر یا اس سے کم وقت میں تینوں حرکات واقع نہ ہوں، کیونکہ اس طرح پے در پے اتنے مختصر وقت میں تین حرکات واقع ہوگئیں تو یہ عمل کثیر ہوجائے گا اور اس سے نماز فاسد ہوجائے گی۔

(ماخذہ: احسن الفتاوی ص ۴۱۸ و ۴۱۹ ج ۳)

مسئلہ:......اگر عمل قلیل کے ذریعہ موبائل فون بند کرنا ممکن نہ ہو اور اس کے بجتے رہنے سے اپنی اور دوسرے نمازیوں کی یکسوئی میں خلل واقع ہو تو محض اس وجہ سے نماز توڑ کر موبائل بند کرنا جائز نہیں، کیونکہ نماز کو توڑنے کی اجازت مخصوص اعذار کے وقت ہوتی ہے اور خشوع وخضوع میں خلل آنا ایسا عذر نہیں جس کی بنا پر نماز توڑنے کی گنجائش ہو۔

(دیکھئے! الدر المختار مع الشامیة ص ۶۵۴ ج ۱۔ والھندیة ص ۱۰۹ ج ۱)

مسئلہ:......نماز میں عمل قلیل اور عمل کثیر کی تعیین کے متعلق فقہاء کے متعدد اقوال ہیں، جن میں سے راجح یہ ہے کہ ''ہر ایسا عمل جو نماز کی درستگی کے لئے نہ ہو اور نہ ہی نماز کے اعمال میں سے ہو اور اس کے کرنے سے دور سے دیکھنے والے شخص کو غالب گمان ہوجائے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے'' تو یہ عمل کثیر ہے، لیکن اگر وہ عمل اس حد تک نہ پہنچے تو وہ عمل قلیل ہے۔

نوٹ:......نماز میں موبائل فون کرنے کے احکام دارالافتاء کراچی کے فتوی سے لئے گئے ہیں۔ (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)

موبائیل میں رنگ کی جگہ اذان یا قرآن کریم کی آیت فٹ کرنا جائز نہیں

مسئلہ:......موبائل کی رنگ ٹونک کے بجائے ''اللہ اکبر'' یا اذان یا آیت کریمہ وغیرہ فٹ کرنا جائز نہیں۔

آجکل عموماً لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ شیخ سدیس حفظہ اللہ کی آواز میں سورۂ فاتحہ یا اور کوئی سورت فٹ کرتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ ڈوربیل میں ''اللہ اکبر'' کی آواز کے سلسلہ میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''صورت مسئولہ میں اس بیل کا استعمال جائز نہیں، اس میں اللہ عزوجل کے مبارک اور بے حد قابل عظمت نام کو، کسی کو اپنے آنے کی خبر دینے یا کسی کو بلانے کے لئے استعمال کرنا لازم آتا ہے [۱] اور یہ جائز نہیں، گناہ کا کام ہے، اس کے استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور مبارک نام کی توہین ہے، لہذا گھر پر یا آفس (یا فون کی رنگ کی جگہ، مرتب) میں اسے استعمال نہ کیا جائے۔ اللہ کا مبارک نام خالص ذکر الٰہی کی نیت اور ارادہ سے لینا چاہئے، اپنی کوئی دنیوی غرض پوری کرنے کے لئے اس مبارک نام کو استعمال کرنا بہت ہی نامناسب اور ایمانی غیرت کے منافی ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے ''یا اللہ'' کہے تو یہ مکروہ ہے اور جیسے کوئی شخص سبق کے ختم ہونے کی خبر دینے کے لئے ''اللہ یعلم'' کہے تو یہ بھی مکروہ ہے، یا کوئی چوکیدار زور سے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھے اور اس سے اس کا مقصد اپنے بیدار ہونے کی خبر دینا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: ؎

---

[۱]......اور موبائل میں فون آنے کی اطلاع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مرغوب احمد

وقد کرھوا واللہ اعلم و نحوہ لاعلام ختم الدرس یقرء

''رد المحتار ''(شامی) میں ہے:'' قـولہ :(لاعلام ختم الدرس) اما اذا لم یکن اعـلامـا بـانتھـائـہ لا یـکـرہ ، لانـہ ذکـر و تفویض ، بخلاف الاول لانہ استعملہ آلۃ لـلاعـلام ونحوہ اذا قال الداخل : یا اللہ مثلا لیعلم الجلاس بمجیئہ لیھیئوا لہ محلا ویـوقـروہ ، واذا قـال الـحـارس : لا الـہ الا الـلـہ ونـحوہ لیعلم باستیقاظہ ، فلم یکن المقصود الذکر ، اما اذا اجتمع القصد ان یعتبر الغالب کما اعتبر فی نظائرہ ، آہ۔

(در مختار و رد المحتار ص۳۸۱ج۵، کتاب الحظر والاباحۃ ، قبیل کتاب احیاء الموات۔ فتاوی رحیمیہ ص۳۳۶ ج۱۰۔شامی،مکتبہ دارالبازص۶۱۷ ج۹)

کلام اللہ شریف کی آیت یا اذان یا اللہ اکبر وغیرہ فون کی رنگ کی جگہ پر رکھنے کی ایک وجہ کراہت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی بیت الخلاء میں جائے اور فون آجائے تو یہ ان کلمات طیبات کی توہین وبے اکرامی ہے۔فقہاء نے بیت الخلاء کے آداب میں لکھا ہے کہ: ''اگر انگوٹھی یا کسی اور چیز پر اللہ تعالی کا نام یا قرآن مجید کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام (مبارک) یا حدیث شریف یا دعا کھدی ہوئی ہوتو اسے نکال دے ، کیونکہ اس کو پہن کر پاخانے میں داخل ہونا مکروہ ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۱۷۲ج۱،مستحبات وآداب بیت الخلاء)

اسی طرح بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا کے بارے میں لکھا ہے کہ بیت الخلاء سے باہر یہ دعا پڑھی جائے۔(حوالۂ بالا)

عموما فون کو الارام کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے،اب کسی وقت مرد اپنی بیوی سے ہمبستری میں مشغول ہو اور فون پر تلاوت کلام اللہ شریف یا اذان وغیرہ شروع ہوجائے ، یہ بھی بے ادبی ہے۔ان وجوہات کی بنا پر فون کی رنگ میں اس قسم کی چیزوں کو فٹ کرنے میں عدم جواز ہی کا فتوی دیا جائے گا۔

اذان کی آواز فون کی رنگ میں ہو اور کسی کا فون غروب سے پہلے آجائے ،تو بہت ممکن ہے روزہ دار کسی وقت غلط فہمی سے روزہ افطار کرلے،اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

موبائیل میں رنگ کی جگہ ’’السلام علیکم ‘‘فٹ کرنا جائز نہیں

مسئلہ:......اسی طرح موبائیل کی جوابی رنگ میں ’’السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ‘‘ رکھنا بھی جائز نہیں۔عدم جواز کے وجوہات اوپر بیان ہوئے ہیں۔

اس مسئلہ میں حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم کا ایک فتوی ابھی نظر سے گذرا،انہوں نے اس کی گنجائش دی ہے۔سوال وجواب درج ذیل ہیں:

سوال:موبائیل کی ٹون یا جوابی رنگ ٹون میں ’’السلام علیکم ‘‘ رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:اس کی گنجائش ہے،لیکن احتیاطی طور پر نہ رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

(ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ آگرہ،فروری ۲۰۰۷)

موبائیل میں رنگ کی جگہ ’’عورت کی آواز‘‘فٹ کرنا جائز نہیں

م:......عورت کی آواز اگرچہ مفتی بہ قول کے مطابق ستر نہیں،لیکن اجنبیہ کی آواز عموماً سننے والے کے دل میں وساوس اور خواہشات پیدا کرتی ہے،اس لئے جوابی رنگ میں عورت کی آواز رکھنا درست نہیں۔(ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ آگرہ،فروری ۲۰۰۷)

موبائیل میں رنگ کی آواز میں میوزک لگانا حرام

مسئلہ:......موبائل میں رنگ کی گھنٹی کی آواز میں میوزک وغیرہ لگانا حرام ہے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

’’بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:’’میری امت میں کچھ لوگ

پیدا ہوں گے جوزنا، ریشم، شراب اور راگ' باجوں کو حلال قرار دیں گے'' ۔آج کل موبائل کے مختلف ٹون کے معاملہ میں لوگ جس طرح غفلت اور چشم پوشی کرتے ہیں، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کے ٹون کو حلال سمجھتے ہیں''۔

مدرس یا ٹیچر کا مدرسہ یا اسکول کے اوقات میں موبائل استعمال کرنا

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ:...... مدرس اور ٹیچر کے حق میں مدرسہ یا اسکول کے اوقات امانت ہیں، اس لئے کہ عقد اجارہ کے ذریعہ انہوں نے اپنے اوقات کو مدرسہ یا اسکول کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، گویا وہ خود اس کے مالک نہیں ہیں، اس کے بعد مدرسہ یا اسکول نے ان اوقات میں جو تدریسی یا غیر تدریسی خدمت ان کے حوالہ کی ہے' اس کی ان اوقات میں انجام دہی پر خود انہی پر اعتماد کیا۔اب اگر وہ ان اوقات میں موبائل سے بات چیت کریں گے تو گویا انہوں نے ان اوقات کے مدرسہ یا اسکول کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنے میں ان پر کئے گئے اعتماد کی خلاف ورزی کر کے خیانت کا ارتکاب کیا جو درست نہیں، اس لئے ان حضرات کو ان اوقات میں اپنا موبائل بند ہی رکھنا چاہئے تا کہ گفتگو کی نوبت نہ آئے۔

(ماہنامہ''اذان بلال'' آگرہ، فروری ۲۰۰۷)

مدرسہ کے طلبہ کا موبائل استعمال کرنا

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ:......طلباء کے لئے موبائیل کا استعمال ان کی یکسوئی (جو حصول علم کے لئے ضروری ہے) میں مخل ہونے کے ساتھ اسراف بھی ہے۔ یہ تو اس وقت ہے جب وہ احتیاط کے ساتھ اس کو استعمال کرتے ہوں، ورنہ جیسا کہ دستور ہے، بہت ساری خرابیوں کا باعث

ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔(ماہنامہ''اذان بلال'' آگرہ،فروری ۲۰۰۷)

قبرستان میں موبائیل استعمال کرنا

مسئلہ:......موبائیل کے ذریعہ قبرستان میں ضروری بات چیت کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ''اذان بلال'' آگرہ،فروری ۲۰۰۷)

گاڑی چلاتے ہوئے موبائیل استعمال کرنا

مسئلہ:......موبائیل پر باتیں کرتے ہوئے ذہن بٹ جاتا ہے، جس سے حادثہ پیش آتا ہے۔حکومت نے احتیاطی تدابیر کے طور پر گاڑی چلاتے ہوئے موبائیل پر بات کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

ٹریفک نظام کے یہ وہ بنیادی اور اہم قوانین ہیں' جو مفاد عامہ کے لئے بنائے گئے ہیں۔ان قوانین کے ذریعہ جان کی بھی حفاظت ہوتی ہے اور مال کی بھی۔اب شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے کہ کہاں تک ان پر عمل کرنا ضروری ہے؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ٹریفک نظام کسی فرد کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے' اور نہ ہی کسی شخصی مفاد کے لئے اسے بنایا گیا ہے، بلکہ اس نظام کو حکومت بناتی ہے اور مفاد عامہ کو پیش نظر رکھ کر بناتی ہے اور صراحۃً ان کے معتبر ہونے کا ذکر شریعت میں ملتا ہے اور نہ غیر معتبر ہونے کا، بلکہ یہ ان امور میں سے ہے' جن میں حکومت کو حق ہے کہ وہ مفاد عامہ کو دیکھتے ہوئے قانون بنائے۔اسی کو''مصالحہ مرسلہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور مصالحہ مرسلہ کے بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ حجت شرعیہ ہے۔شیخ عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

''ذهب جمهور علماء المسلمين الى ان المصلحة المرسلة حجة شرعية يبنى

علیھاتشریع الاحکام''۔(علم اصول الفقہ :۸۵،ط:دارالقلم کویت)

جمہور علماء اسلام کے نزدیک مصلحت مرسلہ حجت شرعیہ ہے،اس پر تشریعی احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ چونکہ یہ قانون حکومت بناتی ہے اور ہمیں حاکموں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے،اس لئے قانون کی پاسداری بھی لازم ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ﴾(نساء:۵۹)

اے ایمان والو!اللہ تعالیٰ اس کے رسول کی اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

مفسرین نے اولی الامر سے مراد امراء اور علماء کو لیا ہے، چنانچہ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والصحیح عندی– انھم ای اولی الامر– الامراء والعلماء'' ۔

(احکام القرآن لابن عربی:۴۵/۱)

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد امراء اور علماء ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

''اسمعوا و اطیعوا ، وان استعمل علیکم حبشی کان رأسہ زبیبۃ''

سنو اور اطاعت کرو، اگر چہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو امیر بنایا جائے ،جس کا سر چھوٹا ہو۔(بخاری، کتاب الاحکام ، باب السمع والطاعۃ للامام ، حدیث نمبر:۷۱۴۲)

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے امیر کی حکم عدولی کو اپنی حکم عدولی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''من اطاعنی فقد اطاع اللہ ، ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع امیری فقد

اطاعنی ،ومن عصی امیری فقد عصانی ‘‘۔

(بخاری، کتاب الاحکام ، باب السمع والطاعة للامام ، حدیث نمبر:۷۱۴۲۔

مسلم، کتاب الامارة ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة ، حدیث نمبر:۴۷۴۹)

جس نے میری اطاعت کی‘ اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی ،جس نے میری نافرمانی کی‘ اس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی ،جس نے میرے امیر کی اطاعت کی‘ اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی اطاعت واجب ہے اور چونکہ حکومت بھی امیر کے درجہ میں ہے‘ اس لئے اس کے بنائے ہوئے قانون کی رعایت بھی واجب ہے۔ ٹریفک نظام کے شرعی حکم کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’ ولا شک ان التقیید بنظام المرور داخل فی وجوب الطاعة ، لانه لم یوضع الا لمصلحة الفرد والمجتمع ، وحفاظا علی ارواح الناس واموالهم ، فهو لازم التنفیذ من الرعیة ‘‘۔(الفقه الاسلامی وادلته:۶/۴۰۷)

اس میں شک نہیں کہ ٹریفک نظام کی پابندی وجوب طاعت میں داخل ہے، کیونکہ یہ فرد ومعاشرہ کی مصلحت اور لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے لئے ہی بنایا گیا ہے، چنانچہ عوام کی طرف سے اس قانون کا نفاد لازم وضروری ہے۔

اسی طرح شیخ عثیمن رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

’’بالنسبة تقطع الاشارة لا تجوز ، لان الله تعالی قال : ﴿یٰایها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾ (نساء: ۵۹) وولاة الامر اذا

وضعوا علامات تقول للانسان : قف! وعلامات تقول للانسان : مر! فهذه الاشارة بمنزلة القول ، وكان ولى الامر يقول : قف ! او يقول : سر و ولى الامر واجب الطاعة ''۔(فتاوی و توجیهات فی الاجازة والرحلات ، للشیخ ابن عثیمن:۸۰)

اشارہ کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالی کی' اوراس کے رسول کی اوراولی الامر کی اطاعت کرو۔اور حاکم نے جب ایسے اشارات وضع کردیئے' جوانسان کورکنے اور چلنے کا اشارہ دیتے ہیں' تو گویا یہ اشارات حاکم کے درجہ میں ہیں، یعنی حاکم خودرکنے اور چلنے کو کہہ رہا ہے' اور حاکم کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

اس سلسلہ میں جدہ فقہ اکیڈمی منعقدہ: ۱تا۷رمحرم الحرام۱۴۱۴ھ برونائی کا فیصلہ درج ذیل ہے:

''ان الالتزامات بتلك الانظمة التى لا تخالف احكام الشريعة الاسلامية واجب شرعا، لانه من طاعة ولى الامر فيما ينظمه من اجراء ات بناء على دليل المصالح المرسلة ''۔(قرارات و توصیات ، لمجمع الفقه الاسلامی ، جده للدورات:۱/۱۶۳)

وہ انتظامی امور' جوشریعت اسلامی کے مخالف نہیں ہیں' شرعی نقطۂ نظر سے ان کی پابندی ضروری ہے، کیونکہ یہ امیر کی ان احکامات میں فرماں برداری ہے' جومصالح مرسلہ کی بنیاد پر نافذ کرتا ہے۔

ان نکات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ٹریفک نظام لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کی غرض سے بنایا گیا ہے اور شریعت کے مقاصد سے بالکل ہم آہنگ ہے،اس لئے اس کی پاسداری لازم اور ضروری ہے۔

(سہ ماہی ''بحث ونظر'' ص ۱۱۰،شمارہ ۸۰/۸۱،جنوری تا جون ۲۰۰۸ءمطابق محرم تا جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ)

اعتکاف میں فون استعمال کرنا

مسئلہ:……اعتکاف کے سلسلہ میں ایک بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ اعتکاف کا مقصد یکسوئی سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے، لہذا جو کام بھی اس میں خلل ڈالے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اس لئے معتکف کو مسجد میں فون لانے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے۔ ہاں دینی یا جائز دنیوی ضرورت کی وجہ سے مجبوراً لانا پڑے تو اس میں بیکار باتیں نہ کریں، صرف ضرورت کی بات کر کے بند کر دیں۔ (مجموعہ فتاوی دار العلوم کراچی ص۴۰۶ ج۳ غیر مطبوعہ)

معتکف کا موبائیل سے تجارتی معاملہ کرنا

مسئلہ:……حالت اعتکاف میں بذریعۂ موبائیل تجارت کرنے سے بیع تو منعقد ہو جائے گی، لیکن بہتر یہی ہے کہ مسجد میں ایسے امور سے احتراز رکھا جائے اور اسے ہر وقت کا مشغلہ نہ بنایا جائے۔ (از: مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ)

مسجد کی بجلی سے موبائیل چارج کرنا

مسئلہ:……مسافر وغیرہ کو مسجد کی بجلی سے موبائیل چارج کرنے کے بعد کچھ رقم مسجد کے فنڈ میں جمع کر دینی چاہئے، کیونکہ مسجد کی بجلی سے ایک زائد ذاتی ضرورت پوری کی گئی ہے، اس لئے اس کا معاوضہ مسجد میں جمع کرنا چاہئے۔ (از: مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ)

غلطی سے موبائل میں کسی کے پیسے آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

س:……اگر ایک شخص اپنے موبائل میں ایزی لوڈ کرانے گیا اور اس نے غلطی سے کسی اور نمبر پر ایزی لوڈ کروالیا' تو جس بندے کو وہ ایزی لوڈ ملا ہے' وہ بندہ اس ایزی لوڈ کو آیا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج:......اگر کسی کے موبائل میں ایزی لوڈ کے ذریعہ پیسہ آجائے اور یہ معلوم نہ ہوسکے کہ یہ پیسہ کسی نے خاص اس کے لئے بطور ہدیہ بھیجا ہے تو یہ لقطہ کے حکم میں ہے، لہٰذا اگر یہ شخص صاحب نصاب ہے تو اتنی رقم اصل مالک کی طرف سے صدقہ کردے۔ اور اگر صاحب نصاب نہیں، بلکہ مستحق زکوۃ ہے تو خود بھی استعمال کرسکتا ہے۔

نیز اگر پیسے ڈالنے والے کا فون کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے پتہ چل جائے' تو اس صورت میں اسے اتنے ہی پیسے واپس کردئے جائیں۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی ص۴۹، صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق جنوری ۲۰۱۱ء)

موبائیل پر مس کال کرنا

م:......کسی کے موبائیل پر مس کال کرنے میں قدرے تفصیل ہے، اگر وہ شخص جس کو مس کال کی جارہی ہے' اس سے بے تکلفی ہے یا یہ علم ہے کہ وہ جب خود کال ملائے تو اسے کوئی ناگواری نہیں ہوگی' تو ایسے شخص کو مس کال کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر کسی اجنبی شخص یا ایسے شخص کو مس کال کی جائے جسے خود کال کرنے میں ناگواری ہو تو یہ عمل درست نہیں۔

(از: مولانا مفتی سلمان منصور پوری مدظلہ)

نوٹ: حضرت مولانا محمد سلمان منصور پوری مدظلہ کے حوالے سے جو مسائل لکھے گئے ہیں' وہ ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی پاکستان' جنوری ۲۰۰۷ مطابق ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ سے ماخوذ ہیں۔

موبائل کمپنی کو جگہ کرایہ پر دینا

سوال: آج کل موبائل سیٹ میں رنگ ٹونز لوڈ ہورہی ہیں، ایسے سیٹ بھی ہیں جن میں کیمرہ کے ذریعہ تصویر بن سکتی ہے، ویڈیو کیمرہ کے طور پر بھی سیٹ استعمال ہوسکتا ہے۔ اس فون کی افادیت' سہولت اور اہمیت اپنی جگہ پر ٹھیک ہے، لیکن ایسی سہولیات کی موجودگی میں کیا

کسی کمپنی کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا جہاں پر وہ اپنا ٹاور نصب کرنا چاہتی ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی موبائل فون کمپنی کو اپنی جگہ کرائے پر دینا کہ وہ اس میں اپنا ٹاور نصب کرے یہ جائز ہے۔ اور اگر کمپنی یا کمپنی کے گاہک کسی غلط چیز میں یہ سہولت استعمال کریں گے تو ٹاور کی جگہ کرایہ پر دینے والا اس گناہ میں شامل نہ ہوگا، کیونکہ اس کا جائز استعمال ممکن ہے، بلکہ جائز استعمال زیادہ ہے، تاہم اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کو نصب کرنے میں مثلا پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو اور قانون کی خلاف ورزی نہ ہو۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی۔ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مئی ۲۰۰۷)

موبائل کمپنیوں کا اشتہار کرنے والی s,m,s, کمپنی کے کاروبار میں شرکت کا شرعی حکم

سوال: کچھ عرصہ قبل ایک کمپنی بنام ایس، ایم، ایس، میڈیا، بمبئی اور دیگر بڑے شہروں میں رائج ہوئی ہے۔ اس کا طریق کار اس طرح ہے کہ یہ کمپنی بہت سی بڑی کمپنیوں سے معاہدہ کرتی ہے کہ ہم تمہاری ایڈوٹائز (اشتہار) کے بذریعہ s,m,s, لوگوں کو موبائل پر کریں گے، اس طرح تمہارا کاروبار فروغ پائے گا، چنانچہ تقریبا ۲۰۰ ر سے زائد کمپنیوں سے یہ معاہدہ ہے۔ اور یہ مذکورہ s,m,s, میڈیا کمپنی ان کے اشتہار اپنے کارمنٹ کے موبائل پر s,m,s, کررہی ہے۔ پس منظر اس کا یہ ہے کہ بڑی بڑی کمپنیوں سے ایڈوٹائزنگ کے لئے بڑی بڑی شخصیات سے کروڑوں روپیہ میں اشتہار کے لئے معاہدہ ہوتا ہے اور پھر ٹی، وی، پر اس کو دکھانے کی الگ رقم لگائی جاتی ہے۔ غرض بہت بڑی رقم اس کام میں صرف ہوتی ہے، لیکن اس کمپنی کی سوچ یہ ہے کہ صرف ۲۵ ر فیصد لوگ ہی ٹی، وی، پر ان کو دیکھتے ہیں، کیونکہ نوجوان، بوڑھے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، اس لئے ان کو ٹی، وی،

دیکھنے کا وقت کم ملتا ہے۔ برخلاف اس کے اب عام طور پر لوگوں کے پاس موبائل ہے، جس میں بچے، جوان، بوڑھے سب شریک ہیں۔اور s,m,s, کا عام رواج ہے،تو اس کے ذریعہ ایڈوٹائز آسان اور زیادہ لوگوں تک پیغام رسانی کا ذریعہ ہوتی ہے،لہذا یہ s,m,s, میڈیا کمپنی بڑی کمپنیوں سے اس کام کی ایک بڑی رقم اجرت کے لئے لیتی ہے،اور اس کے بعد عوام میں اپنے کلائنٹ بنا کر یہ معاملہ شروع کرتی ہے۔اس معاملہ میں بطور رجسٹریشن بمبئی میں ۵۰۰/روپیہ اور دیگر شہروں میں ۶۵۰/روپیہ لیتی ہے، اور ایک ماہ بعد وہ ۵۰۰/ روپیہ لوٹا دیتی ہے۔اور یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ رجسٹریشن اس لئے ہے کہ قانوناً کوئی آدمی s,m,s, بار بار کرے اور سامنے والا اس کی شکایت کر دے کہ اس کے اس عمل سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو عدالتی کاروائی ہوسکتی ہے۔اس جرم سے بچنے کے لئے یہ کمپنی گویا آپ سے رجسٹریشن کے ذریعہ اجازت حاصل کر کے آپ کو اشتہار کے s,m,s, کرتی ہے۔ یہ تین سال کا معاہدہ ہوتا ہے کہ تین سال تک آپ کو s,m,s, آئیں گے۔اب یہ ممبر اپنا وقت اس کو پڑھنے میں لگائے گا اور ذہنی طور پر کچھ الجھن ہوگی وغیرہ....اس کے بدلہ میں یہ کمپنی جو ایک خطیر رقم ایڈوٹائز کے لئے وصول کر چکی ہے اس میں طے شدہ رقم مثلاً ۱۶/ ماہ میں تاریخ طے کر کے دس ہزار روپیہ نفع میں ممبران کو دے گی ، اور باقی وہ سارا نفع اپنے پاس رکھے گی۔اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ شرکت جائز ہے؟ سود وغیرہ کی بات اس میں ہے تو نہیں؟ اور اس کام کے لئے ایجنٹ بن کر کمیشن کمانا کمپنی سے جائز ہے؟

نوٹ: اس کمپنی کے طریقۂ کار کے متعلق پوری تفصیل بس یہی ہے۔

جواب:......اولاً بنیادی طور پر یہ سمجھ لیں کہ s,m,s, میڈیا کمپنی اگر دوسری کمپنیوں سے ان کی چیزوں کے اشتہار کا جو معاملہ کرتی ہے، اگر وہ چیزیں جن کا اشتہار دیا جارہا ہے جائز

اور مباح ہیں کہ شرعاً ان کے استعمال میں کوئی ممانعت نہیں، نیز اشتہار کے لئے s,m,s, میڈیا کمپنی جو طریقۂ کار اختیار کر رہی ہے، وہ بھی شرعاً درست ہو، مثلاً اشتہار میں جاندار کی تصاویر یا کسی ایسی چیز کا استعمال جو شرعاً ممنوع ہو، نہیں کرتی تب s,m,s, میڈیا کمپنی کا یہ معاملہ درست ہے اور اس کے لئے اشتہار کے معاوضہ کے طور پر رقم لینا درست ہے، ورنہ خود اس کے لئے ہی یہ رقم درست نہ رہے گی ''تا بدیگراں چہ رسید''۔ پہلی صورت میں جو حضرات دلال اور ایجنٹ بن کر مالکین موبائل سے اجازت لینے کا کام کرتے ہیں، ان کے لئے بھی اپنی دلالی کی اجرت درست ہوگی، نیز موبائل کے مالکان جو اشتہار کے لئے موبائل کی اسکرین استعمال کرنے، نیز ان کو پڑھنے کی زحمت (بقول سائل) گوارا کرتے ہیں ان کے لئے بھی مقررہ اصول اجارہ کے مطابق معاوضہ لینا درست ہوگا۔ البتہ جب انہوں نے یہ عقد کرلیا تو ان کے لئے ضروری ہے کہ اس نوع کے s,m,s, کو پڑھنے سے پہلے محو نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ املاہ العبد احمد خانپوری عفی عنہ

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ

(ماہنامہ ''اذان بلال'' ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق اپریل ۲۰۰۷)

آج کا موبائیل کیا ہے؟

''موبائیل'' آج کل جزو زندگی بن گیا ہے۔ کیا امیر، کیا غریب، کیا مرد، کیا عورتیں، کیا جوان کیا بچے، سب کے ہاتھ میں ''موبائیل'' ہے۔ موبائیل کمپنیاں نت نئی اسکیموں سے اپنے گاہکوں کو لبھانے میں مصروف ہیں۔ نت نئی اضافی سہولیات میں ایک دوسرے سبقت لے جانے والے موبائیل سیٹ روزانہ پیش کئے جارہے ہیں، چنانچہ اب موبائیل محض ضرورت تک محدود نہیں، بلکہ بلا مبالغہ بہت سی لغویات کا مجموعہ بن گیا ہے۔

چنانچہ جدید موبائیل صرف ٹیلیفون ہی نہیں بلکہ ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، کیمرہ، ٹیلیویژن اور انٹرنیٹ کی تمام سہولتوں پر مشتمل ہے اور قیمتی اوقات کو برباد کرنے اور معاصی ومنکرات میں مبتلا ہونے کے پرکشش اسباب اس چھوٹے سے آلہ میں ہمہ وقت دستیاب ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عمر عزیز کی قدر و قیمت سے بے خبر اور ناواقف نوجوانوں کو بگاڑنے میں موبائیل کا بھی اہم کردار ہے۔ فوٹو اور ویڈیو گرافی، فلم بینی، چلتے پھرتے گانوں کی سماعت انٹرنیٹ پر معصیت آمیز تفریحات اور لغو اور بے فائدہ کھیلوں میں مشغولی یہ سب منکرات موبائیل پر ہورہے ہیں۔ (الجمعیۃ'' راولپنڈی، جنوری ۲۰۰۷ مطابق ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ)

ٹیلفون ملاقات کا ذریعہ ہے، اور ملاقات میں سلام کا حکم ہے

آجکل ٹیلیفون سے ملاقات کا سلسلہ بہت زور پر چل رہا ہے۔ جس سے ملاقات یا گفتگو کی ضرورت پڑ جائے ٹیلیفون کا بٹن دبادیا، ملاقات اور گفتگو ہوگئی، اس لئے ٹیلیفون آپس کی ملاقات کا آسان ذریعہ بن گیا ہے۔ اور شریعت اسلامی میں ملاقات کے وقت سلام کا حکم ہے، لہذا مسلمان ہونے کے ناتے ہم کو سلام کی سنت اسی تیز رفتاری کے ساتھ رائج کرنا اور پھیلانا چاہئے۔ (انوار رحمت ص ۱۰۴)

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلہ میں علماء کی آراء اور ان کے دلائل، مثلا: انسان محترم ہے، اپنے نفس کو قتل اور ہلاکت میں ڈالنے اور مسلمان کو ایذاء پہنچانا منع ہے، مجبوری میں بھی انسان کے کسی عضو کو کھانا جائز نہیں، انسانی اعضاء مال نہیں ہیں، مردہ سے بھی انتفاع جائز نہیں۔ اضطرار میں حکم بدل جاتا ہے، دین میں آسانی ہے تنگی نہیں، اس دور میں اعضاء کی پیوند کاری' اہانت نہیں سمجھی جاتی، انسان کے تحفظ کے لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت بھی گوارہ کی گئی ہے وغیرہ دلائل کے بہترین خلاصے پر مشتمل مفید رسالہ۔

از: مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات' کفلیتہ

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

سوال:......اعضاء کی پیوند کاری کے سلسلہ میں چند سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

(۱)......اعضاء کی منتقلی کا کیا حکم ہے؟

(۲)......کیا مردہ یا زندہ کے کسی عضو کو نکال کر دوسرے کسی انسان میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ کتنے اللہ کے بندے ہیں جو آنکھ، گردے وغیرہ نعمت سے محروم ہیں، تو کیا ایک آدمی کی موت واقع ہوگئی اب اس کو ان نعمتوں کی ضرورت نہیں تو کیا ان کے اعضاء نکال کر دوسرے ضرورت مند انسانوں کی ضرورت پوری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......اور کیا کوئی آدمی یہ وصیت کرسکتا ہے کہ میری موت کے بعد میرے فلاں فلاں اعضاء کو نکال کر کسی محتاج کی ضرورت پوری کرلینا۔ سائل محمد ادریس، ڈیوز بری

الجواب:...... یہ مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے، اور اس پر علماء عصر نے بڑی تفصیلی بحث فرمائی ہے، اور علماء کی ایک بڑی جماعت مطلقا اعضاء کی منتقلی کے عدم جواز کی قائل ہے، اور ایک جماعت ضرورت اور حاجت کے وقت کچھ شرائط کے ساتھ جواز کی قائل ہے۔ اور ایک جماعت خون اور گردے سے انتفاع کی قائل ہے۔ بہت مختصرا تینوں جماعت کی آراء اور ان کے دلائل درج کرتا ہوں، چونکہ دونوں طرف اہل علم ہیں اس لئے کسی رائے کو صحیح یا غلط کہنے کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔

عدم جواز کے قائلین کا مسلک اور ان کے دلائل

پہلی دلیل: انسان اپنے بدن کا مالک نہیں

ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ کسی انسان کے اعضاء کو نکال کر دوسرے انسان میں

ڈالنا کسی حالت میں جائز نہیں، اس لئے کہ انسان اپنے اعضاء اور بدن کا مالک نہیں۔

(۱)......اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا۔

(پ:۱۵/سورۂ بنی اسرائیل، آیت نمبر:۳۶)

ترجمہ:......یقین رکھو کہ کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں (تم سے) سوال ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کا جسم اللہ کی امانت ہے اس میں تصرف کا کسی کو حق نہیں۔

(۲)......اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ، وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ ۔(پ:۳۰/سورۂ بلد، آیت نمبر:۹/۸)

ترجمہ:......کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کے اعضاء اللہ تعالی نے مرحمت فرمائے ہیں، اور اس کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کا اسے کوئی حق نہیں۔

کوئی یہ بھی نہ سوچے کہ: دو آنکھیں ہیں تو ایک آنکھ سے کام چل جائے گا تو ایک آنکھ کسی اندھے کے کام آجائے تو کیا حرج ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر عضو کی تخلیق میں بڑی مصلحت رکھی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(۳)......اَلَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ، فِیۡ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ۔

(پ:۳۰/سورۂ انفطار، آیت نمبر:۸/۷)

ترجمہ:......جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا، پھر تیرے اندر اعتدال پیدا کیا۔ جس صورت میں چاہا، اس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

(۴)......عن جابر رضی الله عنه : ان الطفیل بن عمرو الدوسی رضی الله عنه اتی النبی صلی الله علیه وسلم ... فلما هاجر النبی صلی الله علیه وسلم الی المدینة ‘

هاجر اليه الطفيل بن عمرو رضى الله عنه ، و هاجر معه رجل من قومه ، فَاجتَوَوُا المدينة ، فمرِض ، فجزع ، فأخذ مشاقِص له ، فقطع بها بَرَاجِمه ، فشخبَتْ يداه حتى مات ، فرآه الطفيل بن عمرو رضى الله عنه فى منامه ، فرآه و هيئتُه حسنةٌ ، و رآه مُغَطِّيا يديه ، فقال له : ما صنع بک ربّک ؟ فقال : غفرلی بهجرتی الی نبیه صلی الله علیه وسلم ، فقال له : ما لی أراک مُغطِّیا یدیک ؟ قال : قیل له : لن نُصلِح منک ما افسدت ، فقصها الطفیل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اللهم وَلِيَدَيْهِ فَاغفِر۔

(مسلم، باب الدليل على أن قاتل نفسه لا يكفر ،كتاب الايمان ، رقم الحديث:١١٦)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے......جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم کے ایک صاحب کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے،(مدینہ منورہ کی ہوا راس نہ آئی تو ان کے ساتھی) بیمار ہوگئے، جب بیماری ان کی قوت برداشت سے زیادہ ہوگئی تو گھبرا کر تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے، جس کی وجہ سے ان کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا (اور کثرت سے خون بہنے کی وجہ سے) وہ انتقال کر گئے، حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے انہیں خواب میں دیکھا کہ بڑی اچھی حالت میں ہے، (لیکن) اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپائے ہوئے ہیں، انہوں نے ان سے کہا کہ: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ: رسول اللہ ﷺ کی طرف میری ہجرت کے سبب بخشش فرمادی، حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہاتھوں کو کیوں لپیٹے

ہوئے ہو؟ کہنے لگے کہ: مجھ سے کہا گیا کہ: جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا، (تو خواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دیں (یعنی ان کے ہاتھوں کو بھی صحیح فرما دیجئے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے۔

(۵)......قال النبی صلی الله علیه وسلم ... ومن قتل نفسه بشیء عذب به فی نار جهنم ....و یؤخذ منه ان جنایة الانسان علی نفسه کجنایة علی غیره فی الاثم ، لان نفسه لیست ملکا له مطلقا ، بل هی لله تعالی فلا یتصرف فیها الا بما اذن له فیه۔

(فتح الباری ص۵۳۹ ج۱۱، باب من حلف بملّة سِوَی ملّة الاسلام ،کتاب الایمان والنذور ، تحت رقم الحدیث:۲۶۵۲)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا (یعنی خودکشی کی) تو وہ جہنم میں اسی طرح عذاب دیا جائے گا۔اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ گناہ میں انسان کا اپنے نفس پر جنایت کرنا دوسرے پر جنایت کی طرح ہے، اس لئے کہ وہ اپنے نفس کا مطلقا مالک نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالی کی ملکیت ہے، اس میں اللہ کے حکم کے بغیر کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔

(۲)......ولا یجوز التحکیم فی الحدود والقصاص ، لانه لا ولایة لهما علی دمهما ' ولهذا لا یمکنان الاباحة فلا یُستباح برضاهما۔

(ہدایہ ص۱۵۱ ج۳، باب التحکیم ، تحت : ولا یجوز التحکیم فی الحدود والقصاص ، کتاب ادب القاضی)

ترجمہ:......اور حدود و قصاص کے مسائل میں محکم اور ثالث بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں فریقوں کو اپنے خون پر ولایت حاصل نہیں ہے، اسی لئے ان میں سے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اپنا خون بہانے کے لئے کسی کو اجازت دے، اسی لئے ان کو یہ بھی قدرت نہیں ہوگی کہ دونوں اپنی اجازت اور رضامندی سے اپنے خون کو مباح کردیں۔

(عین الہدایہ جدید ص ۴۶۸ ج ۶، ط: دارالاشاعت، کراچی)

دوسری دلیل: انسان محترم ہے اور یہ عمل احترام کے منافی ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ:......انسان محترم ہے اس عمل سے اس کا احترام باقی نہیں رہ سکتا۔

ارشاد باری تعالی ہے:

(۱)......لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ (پ: ۳۰/ سورۂ تین، آیت نمبر: ۴)

ترجمہ:......کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

(۲)......وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ (پ: ۱۵/ سورۂ بنو اسرائیل، آیت نمبر: ۷۰)

ترجمہ:......اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔

(۳)......عن ابن عمر رضی الله عنهما : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الواصلة والمُستَوصِلة والوَاشِمة والمُستَوشِمة۔

(بخاری، باب الوصل الشّعر، و باب المستوشمة، كتاب اللباس، رقم الحديث: ۵۹۳۷/ ۵۹۴۷)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائے، اور گودنے والی پر اور گدوانے والی پر لعنت فرمائے۔

تشریح:......اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’و قد فصله اصحابنا فقالوا : ان وصلت شعرها بشعر آدمی فهو حرام بلا خلاف سواء كان شعر رجل او امرأة ، وسواء شعر المحرم والزوج وغيرهما بلا خلاف ، لعموم الاحاديث ، ولانه يحرم الانتفاع بشعر الآدمی وسائر اجزائه لكرامته بل يدفن شعره و ظفره وسائر اجزائه‘‘۔

(نووی شرح مسلم ص۲۰۴ ج۲، مطبوعہ: نور محمد کراچی، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ، والواشمة والمستوشمة ، والنامصة والمتنمصة ، والمتفلجات ، والمغيرات خلق الله تعالى ، كتاب اللباس والزينة ، تحت رقم الحديث :۲۱۲۴)

یعنی ہمارے اصحاب نے تفصیل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: اگر عورت انسان کے بالوں کے ساتھ اپنے بالوں کو جوڑے تو یہ بالاتفاق حرام ہے، چاہے وہ مرد کے بال ہوں یا عورت کے، اور خواہ وہ عورت کا محرم اور شوہر ہو یا غیر، اس لئے کہ احادیث میں عموم ہے، اور اس لئے بھی کہ انسان کے بالوں اور اس کے باقی اجزاء سے فائدہ حاصل کرنا اس کی تکریم کی وجہ سے حرام ہے، اس لئے انسان کے بالوں، ناخنوں اور اس کے باقی اجزاء کو دفن کر دیا جائے گا۔

حضرات فقہائے کرام نے بھی انسان کی تکریم و اعزاز کی وجہ سے انسانی اعضاء سے نفع اٹھانا اور ان کی تجارت کرنے کو منع لکھا ہے:

(۴)......حرمة الانتفاع باجزاء الآدمی لكرامته۔

(ہدایہ ص۴۰ ج۱، باب الماء الذی يجوز به الوضوء ومالا يجوز به ، تحت : وكل اهاب دبغ الخ ، كتاب الطهارة)

(۵)......الا ترى ان شعر الادمی لا ینتفع بہ اکراما للادمی ، بخلاف سائر الحیوانات۔(المبسوط للسرخسی ص۱۲۵ ج ۱۵، باب اجارة الظئر، کتاب الاجارة)

یعنی کیا تم نہیں دیکھتے کہ آدمی کے بال سے اکراما فائدہ اٹھانا منع ہے، بخلاف دوسرے حیوانات کے۔

(۶)......لا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بہ ، لان الآدمی مکرم لا مبتذل ، فلا یجوز ان یکون شیء من اجزائہ مہانا مبتذلا۔

(ہدایہ ص۵۷ ج ۳، باب البیع الفاسد ، کتاب البیوع)

(۷)......الانتفاع باجزاء الادمی لم یجز ، قیل للنجاسة و قیل للکرامة ، ہو الصحیح' کذا فی جواہر الاخلاطی۔

(عالمگیری ص۳۵۴ ج ۵، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات ، کتاب الکراہیة)

یعنی آدمی کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں، یا تو نجاست کی وجہ سے یا تکریم کی وجہ سے، اور تکریم کا قول ہی صحیح ہے، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۸)......قال المصنف :والآدمی مکرم شرعا وان کان کافرا، فایراد العقد علیہ و ابتذالہ بہ و الحاقہ بالجمادات اذلالا لہ''۔

(شامی ص۲۴۵ ج ۷(ط:مکتبہ دار الباز، مکة المکرمة) باب البیع الفاسد ، مطلب : الادمیّ مکرّم شرعا ولو کافرا ، کتاب البیوع)

یعنی مصنف نے کہا ہے کہ: آدمی شرعا مکرم ہے، خواہ وہ کافر ہو، اس وجہ سے آدمی کی خرید وفروخت کرنا اور اس کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا اس کی توہین ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

(۹)......واذا کسر للمرأة عظم ' فلا يجوز ان ترقعه الا بعظم ما يوكل لحمه ذكيا، وكذلك ان سقطت سنه صارت ميتة ، فلا يجوز له ان يعيدها بعد ما بانت ' فلا يعيد سن شئى غير سن ذكى يؤكل لحمه ، وان رقع عظمه بعظم ميتة او ذكى لا يؤكل لحمه أو عظم انسان فهو كالميتة ، فعليه قلعه واعادة كل صلوة صلها وهو عليه ، فان لم يقلعه اجبره السلطان على قلعه ، فان لم يقلع حتى مات لم يقلع بعد موته ، لانه صار ميتة كله ، والله حسيبه ، وكذلك سنه اذا ندرت فان اعتلت سنه فربطها قبل ان تندر فلا بأس لانها لا تصير ميتة حتى تسقط''۔

(کتاب الام ص۵۴ ج۱، باب ما يوصل بالرجل والمرأة ، كتاب الطهارة)

یعنی جب کسی عورت کی ہڈی ٹوٹ جائے تو وہ ماکول اللحم مذبوح جانور کی ہڈی کے سوا کسی اور جانور کی ہڈی نہیں لگا سکتی۔اسی طرح جب کسی مرد کا دانت گر جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے اور اس کو دوبارہ لگانا جائز نہیں، البتہ ماکول اللحم مذبوح جانور کا دانت لگا سکتا ہے، اور اگر کسی شخص نے اپنی ہڈی کے ساتھ کسی دوسرے کی ہڈی یا کسی غیر ماکول اللحم مذبوح جانور کی ہڈی کو لگایا تو اس ہڈی کو اکھاڑنا واجب ہے، اور جتنی نمازیں اس نے اس کے ساتھ پڑھی ہیں ان کا اعادہ واجب ہے۔اور اگر وہ نہ اکھاڑے تو حاکم اس کو اکھاڑنے پر مجبور کرے۔اور اگر اس ہڈی کو اکھاڑے بغیر وہ مر گیا تو موت کے بعد وہ ہڈی نہ اکھاڑی جائے، اس لئے کہ اب وہ پورے کا پورا مردار ہو گیا، اور اللہ تعالی اس کا حساب لیں گے، اسی طرح اکھڑے ہوئے دانت کا حکم ہے۔اور اگر دانت ہل رہا ہو اور اس کو اکھڑنے سے پہلے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ گرنے سے پہلے مردہ نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل: اپنے نفس کو قتل اور ہلاک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ:......اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اپنے آپ کو ہلاک کرنے اور قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۱)......وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (پ:۵/سورۂ نساء، آیت نمبر:۲۹)

ترجمہ:......اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو اللہ تعالی تم پر بہت مہربان ہیں۔

(۲)......وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۹۵)

ترجمہ:......اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

چوتھی دلیل: مسلمان کو ایذاء پہنچانا منع ہے

چوتھی وجہ یہ ہے کہ:......اعضاء کی تبدیلی میں انسان کو ایذا دینا اور نقصان پہنچانا لازم آئے گا، اور حدیث شریف میں بھی کسی کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا گیا ہے:

(۱)......عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی انُ : لا ضَرر ولا ضِرَار۔

(ابن ماجہ، باب من بنی فی حقه ما یضر بجاره ، کتاب الاحکام ، رقم الحدیث: ۲۳۴۰/۲۳۴۱)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: کسی کو نہ ابتداء میں نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں۔

پانچویں دلیل: مجبوری میں بھی انسان کے کسی عضو کو کھانا جائز نہیں

پانچویں وجہ یہ ہے کہ:......فقہاء نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ: حالت اضطرار اور سخت مجبوری میں بھی انسان کے کسی عضو کو کھانا جائز نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کا

عضو نکالنا اور دوسرے کو دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۱)......لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس ، الا ترى ان المضطر كما لا يباح له قتل الانسان ليأكل من لحمه لا يباح له قطع عضو من اعضاء ه ۔

(المبسوط لسرخسی ص۴۸ ج۲۴، باب ما یکرہ علیہ اللصوص غیر المتأولین ، کتاب الاکراہ)

(۲)......اما النوع الذى لا يباح ولا يرخص بالاكراه اصلا فهو قتل المسلم بغير حق سواء كان الاكراه ناقصا او تاما ، لان قتل المسلم بغير حق لا يحتمل الاباحة بحال..... وكذا قطع عضو من اعضائه ..... ولو اذن له المكره عليه ...... لا يباح له ان يفعل ، لان هذا مما لا يباح بالاباحة ولو فعل فهو آثم۔

(بدائع الصنائع ص۱۷۷ ج۷، فصل : فی بیان حکم ما یقع علیہ الاکراہ ، کتاب الاکراہ)

(۳)......مضطر لم يجد ميتة و خاف الهلاک ، فقال له رجل : اقطع يدى و كلها ، أو قال : اقطع منى قطعة فكلها ' لا يسعه ان يفعل ذلک ، ولا يصح امره به ' كما لا يسع للمضطر ان يقطع قطعة من نفسه فيأكل۔

(فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیة ص۴۰۴ ج۳، کتاب الحظر والاباحة وما یکرہ اکلہ وما لا یکرہ وما یتعلق بالضیافة)

یعنی: کسی شخص کو حالت اضطرار میں کھانے کے لئے مردار نہیں ملا اور اسے اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، اور اس سے ایک شخص کہے کہ: میرے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالو، تو مضطر کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، اور اس طرح کا حکم کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ مضطر کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ اپنا گوشت کاٹ کر کھالے۔

(۴)......خاف الهلاک جوعا ، فقال له آخر : اقطع یدی و کله ، لیس له ذلک ، لان لحم الانسان لا یباح حال الاضطرار لکرامته۔

(فتاوی بزازیه علی هامش الهندية ص۳٦٦ ج٦ ، الفصل الخامس فی الاکل ، کتاب الکراهية)

یعنی: کسی آدمی کو بھوک سے ہلاکت کا خوف ہو، اور اس سے دوسرا شخص کہے کہ: میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو، تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ انسان کا گوشت حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۵)......لو اراد المضطر ان یقطع قطعة من نفسه من فخذه او غیره لیاکلها ، فان کان الخوف منه کالخوف فی ترک الاکل او اشد ، حرم القطع بلا خلاف ، و صرح به امام الحرمین و غیره۔

(شرح المهذب ص۴۵ ج۹، کتاب الاطعمة ، طبع: دار الفکر ، بیروت)

یعنی اگر مضطر اپنی یا کسی اور کی ران یا کسی اور عضو سے گوشت کاٹ کر کھانے کا ارادہ کرے تو نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو پھر بھی بالاتفاق گوشت کاٹنا حرام ہے، امام الحرمین وغیرہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

چھٹی دلیل: انسانی اعضاء مال نہیں ہیں کہ ان کا ہبہ جائز ہو

چھٹی وجہ یہ ہے کہ:......فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ: انسانی اعضاء مال ہی نہیں ہیں کہ ان کا ہبہ جائز ہو۔

(۱)......و منها ان یکون مالا متقوما ، فلا یجوز هبة ما لیس بمال اصلا کالحر"۔

(بدائع الصنائع ص۱۱۹ ج٦ ، فصل : فی شرائط رکن الهبة ، کتاب الهبة)

ساتویں دلیل: مردہ سے بھی انتفاع جائز نہیں

ساتویں دلیل یہ ہے کہ:......مردہ کے اعضاء سے بھی انتفاع جائز نہیں، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن عائشة رضى الله عنها : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : كسرُ عظمِ الميّتِ ككسره حيّا ۔(ابوداؤد، باب فى الحَفَّار يجدُ العَظْم هل يَتَنَكَّبُ ذلكَ المكان؟ ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث :۳۲۰۷۔ ابن ماجہ، باب ما جاء فى النهى عن كسر عظام الميت ، ابواب ما جاء فى الجنائز ، رقم الحديث:۱۶۱۶)

ترجمہ:......میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ شخص کی ہڈی توڑنا۔

''مؤطا'' کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد بھی اسی طرح منقول ہے:

(۲)......كسرُ عظمِ المسلم ميتًا ككسره وهو حى۔

(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فى الاختفاء ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۶۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

(۳)......عن ابن مسعود رضى الله عنه قال:أذى المؤمن فى موته كأذاه فى حياته۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۳۲ ج۷، ما قالوا فى سبّ الموتى وما كُره من ذلك ،كتاب الجنائز، رقم الحديث:۱۲۱۱۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مؤمن کو موت کے بعد ایذا دینا اس کی زندگی میں ایذا دینے کی طرح ہے۔

(۴)......اصنعوا بميتك كما تصنع بعروسك۔

(۴)......افعلوا بميتكم كما تفعلون بعروسكم۔

ترجمہ:......اپنے مردوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرو جس طرح تم اپنے آزاد لوگوں کے ساتھ کرتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۳۶ ج۷، ما قالوا فیما یجزیء من غسل المیت کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۱۰۳۵۔ تلخیص الحبیر ص۲۱۸ ج۲، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۷۴۱)

(۵)......والآدمی محترم بعد موته علی ما کان علیه فی حیاته ، فکما یحرم التداوی بشیء من الآدمی الحی اکراما له ، الخ۔

(شرح سیر الکبیر ص۹۰ ج۱(وفی نسخة ص۱۲۸) باب دواء الجراحة)

یعنی اور آدمی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہوتا ہے جس طرح زندگی میں محترم تھا، لہذا جس طرح زندہ آدمی کی کسی چیز سے اس کی تکریم کی وجہ سے علاج حرام ہے، الخ۔

فقہ کی کتاب میں تو مردے کے دانت لگانے تک کی ممانعت آئی ہے:

(۶)......ولو سقط سنه یکره ان یأخذ من میت فیشدها مکان الاولی بالاجماع۔

یعنی اگر کسی شخص کا دانت گر گیا تو یہ اجماعی طور پر مکروہ ہے کہ وہ اس دانت کی جگہ کسی مردے کا دانت لگائے۔(بدائع الصنائع ص۱۳۲ ج۵ (ط: دار الکتب العلمیہ) کتاب الاستحسان)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۷)......فان لم یقلع حتی مات لم یقلع بعد موته ، لانه صار میتة کله، والله حسیبه، وکذلک سنه اذا ندرت فان اعتلت سنه فربطها قبل ان تندر فلا بأس لانها لا تصیر میتة حتی تسقط۔(کتاب الام ص۵۴ ج۱، باب ما یوصل بالرجل والمرأة ، کتاب الطهارة)

یعنی اگر اس ہڈی کو اکھاڑے بغیر وہ مر گیا تو موت کے بعد وہ ہڈی نہ اکھاڑی جائے، اس لئے کہ اب وہ پورے کا پورا مردار ہو گیا، اسی طرح اکھڑے ہوئے دانت کا حکم ہے۔

اور اگر دانت ہل رہا ہو اور اس کو اکھڑنے سے پہلے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ گرنے سے پہلے مردہ نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۸)......وان وجد معصوما میتا لم یبح اکله فی قول اصحابنا۔

(المغنی ص۳۳۵ ج۹، فصل: لم یجد المضطر الا الآدمی محقون الدم ، کتاب الصید والذبائح)

یعنی اگر مضطر کو مسلمان یا ذمی کافر کا مردہ جسم ملے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

علامہ دردیر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۹)......والنص المعول علیه عدم جواز اکله ای اکل الادمی المیت ولو کافرا لمضطر ولو مسلما ' لم یجد غیره ، اذ لا تنتهک حرمة الآدمی لآخر۔

(الشرح الکبیر ص۴۲۹ ج۱، فصل : من لا یجب احکام الموتی ، مبطلات الصلوة)

یعنی جس نص پر اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ مضطر کے لئے مردہ آدمی کو کھانا جائز نہیں' خواہ وہ کافر ہو، خواہ مسلمان ہو اور اسے کوئی اور چیز نہ ملے، پھر بھی مردہ انسان کو کھانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کافر ہو، کیونکہ ایک آدمی کی بقا کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بے عزت نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ دسوقی مالکی رحمہ اللہ اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

(۱۰)......(عدم جواز اکله) ولو ادی عدم الاکل لموت ذلک المضطر۔

(حاشیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر ص۴۲۹ ج۱، فصل: احکام الموتی من لا یجب تغسیلهم ، مبطلات الصلوة)

یعنی خواہ مردہ کو نہ کھانے سے وہ مضطر آدمی مر جائے پھر بھی وہ مردہ انسان کو نہیں کھا سکتا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱۱)......قال شيخنا : لا يجوز بيع ميتة الآدمى مطلقا سواء فيه المسلم والكافر، اما المسلم فلشرفه و فضله ،حتى انه لا يجوز الانتفاع بشيء من شعره و جلده و جميع اجزائه۔

(عمدۃ القاری ص۵۵ ج۱۲، باب بيع الميتة و الاصنام ، كتاب البيوع ، تحت رقم الحديث: ۲۲۳۶)

یعنی ہمارے شیخ نے فرمایا کہ: مردہ آدمی کو بیچنا قطعا جائز نہیں، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مردہ مسلمان کی بیع اس کی عزت اور کرامت کی وجہ سے ممنوع ہے، حتی کہ مردہ مسلمان کے بال اس کی کھال اور اس کے اجزاء میں سے کسی جز کو بھی استعمال کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

آٹھویں دلیل: جنازہ کی تعظیم کا حکم ہے تو صاحب جنازہ کی توہین کیسے؟

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ:......شریعت مطہرہ نے جنازہ کی تعظیم کی ترغیب دی ہے، جب جنازہ کی عزت کا حکم ہے تو صاحب جنازہ کی توہین کیسے جائز ہوگی؟ شریعت نے جنازہ دیکھ کر قیام کو پسند فرمایا، حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن عامر بن ربيعة رضى الله عنه : عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : اذا رأيتم الجنازة فقوموا حتّى تُخَلِّفَكُم۔

(بخاری، باب القيام للجنازة ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۱۳۰۷)

ترجمہ:......حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ جائے۔

(۲)......عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی قال : کان سهل بن حنیف و قیس بن سعد قاعدین بالقادسية ، فمرّوا علیهما بجنازةٍ فقاما ، فقیل لهما : انها من اهل الارض، أی من اهل الذّمّة ، فقالا : انّ النّبی صلی الله علیه وسلم مرّتُ به جنازةٌ ، فقام ، فقیل له : اِنّها جنازة یهودیٍّ ، فقال: الیسَتُ نفسًا؟۔

(بخاری، باب من قام لجنازة یهودی ،کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۳۱۱)

ترجمہ:......حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں تھے، ان کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو وہ کھڑے ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ: یہ تو ذمی کا جنازہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ: یہ یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

(۳)......عن سعید المَقبُرِی عن ابیه قال : کنا فی جنازة فأخذ ابو هریرة رضی الله عنه بید مروان فجلسا قبل ان توضع ، فجاء ابو سعید رضی الله عنه فأخذ بید مروان فقال : قُم ، فو الله لقد علم هذا انّ النّبی صلی الله علیه وسلم نهانا عن ذلک فقال ابو هریرة رضی الله عنه : صدق۔

(بخاری، باب متی یقعد اذا قام للجنازة ؟ ،کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۳۰۹)

ترجمہ:......حضرت سعید مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ہم ایک جنازہ میں تھے، (اتنے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا

اور دونوں جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے، پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تشریف آئے ،اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ! پس اللہ کی قسم ان کو (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو) علم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو اس سے (یعنی جنازہ رکھنے سے پہلے) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

نویں دلیل: قبر کی تعظیم کا حکم ہے تو صاحب قبر کی تعظیم کا کیا مقام ہوگا؟

نویں دلیل یہ ہے کہ:......شریعت مطہرہ نے مردہ کی نعش سے بڑھ کر اس کی قبر کی تعظیم بھی سکھائی اور اس کی توہین کی اجازت نہیں دی، جب قبر کی عزت کا حکم ہے تو صاحب قبر کی توہین اور اس کو ایذاء پہنچانا کیسے جائز ہوگا؟ شریعت نے قبر پر بیٹھنے سے قبر پر چلنے سے اور جوتوں کے ساتھ روندنے سے منع فرمایا، حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن ابی مرثد الغنوی رضی الله عنه ، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها۔

(مسلم، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلوة علیه ،کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۹۷۲)

ترجمہ:......حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھو۔

(۲)......عن ابی هریرة رضی الله عنه ، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لان یجلسَ احدُکم علی جمرةٍ فتحرق ثیابه ، فتخلُص الی جلده ، خیر له من ان یجلس علی قبر۔

(مسلم، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلوة علیه ،کتاب الجنائز، رقم الحدیث:۹۷۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر

تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے اوراس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

(۳)......عن جابر رضی الله عنه قال : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر، وان يقعد عليه، وان يبنى عليه۔

(مسلم، باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه ،كتاب الجنائز، رقم الحديث:۹۷۰)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونہ لگانے اوراس پر بیٹھنے اوراس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔

(۴)......عن عمارة بن حزم رضى الله عنه قال : رآنى رسول الله صلى الله عليه و سلم جالسا على قبر، فقال: يا صاحب القبر انزل من على القبر، لاتؤذى صاحب القبر ولا يؤذيک۔

(مجمع الزوائد ص۱۴۶ ج۳، باب البناء على القبور والجلوس عليها وغير ذلک ، كتاب الجنائز، رقم الحديث:۴۳۲۰)

ترجمہ:......حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے قبر والے! قبر سے اتر جاؤ اور قبر والے کو ایذا نہ دو، وہ تمہیں ایذا نہیں دیتا۔

(۵)......عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال : لان اطأ على جمرة ، احب الىّ من أن أطأ على قبر مسلم۔

(مجمع الزوائد ص۱۴۷ ج۳، باب المشى على القبور ،كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۴۳۲۲)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کسی انگارے پر چلوں

یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ میں مسلمان کی قبر کو روندوں۔

(٦)......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : لان اطأ علی جمرة ، احب الیّ من أن أطا علی قبر۔

(كنز العمال ، زيارة القبور ، والموت واحوال تقع بعده ، رقم الحديث:۴۲۵۶۹)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کسی انگارے پر چلوں یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ میں کسی قبر کو روندوں۔

(٧)......عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لان امشی علی جمرة او سيف ' أو اخصِفَ نعلی بِرِجْلی ، احب الیّ من أن امشی علی قبر مسلم، وما ابالی اوسط القبور قضيتُ حاجتی ، أو وسط السّوق۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی النهی عن المشی علی القبور والجلوس عليها ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۱۵۶۷)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کسی انگارے یا تلوار پر چلوں، یا اپنے جوتے کو اپنے پاؤں سے سی لوں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں، اور میں قبروں کے درمیان قضائے حاجت کروں، یا بازار کے درمیان مجھے کوئی پروا نہ ہو۔

تشریح:......یعنی جیسے بازار کے درمیان قضائے حاجت کرنا شریف لوگوں کا کام نہیں، اس لئے کہ اس میں بے حیائی اور کشف ستر ہے، اسی طرح قبروں کے درمیان یہ فعل سرانجام دینا مناسب نہیں۔

(٨)......ثم حانت من رسول الله صلی الله عليه وسلم نظرة ، فاذا رجل يمشی فی

القبور عليه نعلان ، فقال : يا صاحب السِّبْتِيَّتَيْنِ ! ويحك الق سبتيتيك ، فنظر الرجل، فلما عرف رسول الله صلى الله عليه وسلم خلعهما فرمى بهما۔

(ابوداؤد، باب المشى بين القبور فى النعل ،كتاب الجنائز ، رقم الحديث: ۳۲۳۰۔نسائی، كراهية المشى بين القبور فى النعال السبتية ،كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۲۰۵۰۔ابن ماجہ، باب ما جاء فى خلع النعلين فى المقابر ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث: ۱۵۶۸)

ترجمہ:......آپ ﷺ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو قبروں کے درمیان جوتوں سمیت گذر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے، اپنے جوتے اتار لے، اس نے آپ ﷺ کی جانب دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں تو اس نے اپنے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔

(۹)......عن عصمة رضى الله عنه قال : نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى رجل يمشى فى نعليه بين المقابر ، فقال : يا صاحب السبتية ! اخلع نعليك۔

(مجمع الزوائد ص ۱۴۷ ج ۳، باب المشى على القبور فى النعال ،كتاب الجنائز ، رقم الحديث: ۴۳۲۳۔معجم طبرانی کبیر ص ۱۸۵ ج ۱۷، من اسمه عصمة ، عصمة بن مالك الخطمى ، رقم الحديث: ۴۵۹)

ترجمہ:......حضرت عصمہ بن مالک خطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ قبروں کے درمیان اپنے جوتوں کے ساتھ چل رہا ہے، تو فرمایا: اے جوتوں والے! اپنے جوتے اتار لے۔

دلیل عقلی

ایک شخص کی موت واقع ہوئی، اس کے گھر میں غم ہے' ماتم ہے، بیوی بچے رو رہے

ہیں، ایسے وقت میں کوئی آنکھ نکالے، کوئی گردہ نکالے، کوئی اور جسم کے حصوں کو نکالنے کی فکر کرے، تو کیا عقل اس کی اجازت دیتی ہے؟ کوئی معاشرہ اس کام کی تعریف کرسکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ: اس طرح اگر کوئی انسان کی آنکھ' گردے' پاؤں ہاتھ کی مفید اشیاء وغیرہ نکال لے تو نماز جنازہ کس پر پڑھی جائے گی؟ نعش اور مردے پر' یا بلا اعضاء کے ڈھانچے پر؟

پھر انسان اپنے جسم کا مالک نہیں، دنیا کا قانون بھی اسے تسلیم کرتا ہے، اگر انسان اپنے جسم کا مالک ہے تو اس کو خودکشی کی اجازت کیوں حاصل نہیں؟ انسان اپنے کو بیچ کیوں نہیں سکتا؟ جب زندگی میں انسان اپنے جسم کا مالک نہیں تو مرنے کے بعد اس کو اس طرح کا اختیار کیوں؟ اب اگر دنیا میں کہیں قانون اس طرح کی اجازت دیتا ہے تو یہ تو اس قانون کا سقم ہے مذہب کا نہیں۔

اگر یہ طریق علاج (یعنی اعضاء انسانی کی تبدیلی) رواج پا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب انسان کی آنکھیں' گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے، اگر یہ چیزیں بھی بکاؤ مال بن گئیں تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے اپنی یہ چیزیں بھی داؤ پر لگا دیں گے، پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہیں رکے گا کہ رضا کارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء واجزاء لئے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصا لاوارث مردے بہت سے اعضاء سے محروم ہوکر اس دنیا سے جایا کریں گے، پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں، اور یہ غسل وکفن اور نماز جنازہ اور دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہوجائیں گے، اور خدانخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف طبعی موت سے مرنے والوں تک نہیں رکے گا، بلکہ اس کام کے لئے بازار قتل گرم ہوجانا بھی ممکن ہے۔

قائلین جواز کے دلائل......پہلی دلیل:......اضطرار میں حکم بدل جاتا ہے

دوسری جماعت چند شرائط کے ساتھ اس بات کی قائل ہے کہ انسانی اعضاء سے انتفاع جائز ہے، ان کے دلائل بھی نظر سے گذرنے چاہئے۔

مجوزین کی پہلی دلیل یہ ہے کہ:......قرآن وحدیث اور فقہاء کے اقوال سے یہ امر مسلم ہے کہ اضطرار اور مجبوری میں حکم میں تبدیلی ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)......فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ۔

(پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۷۳)

ترجمہ:......ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ تعالی بہت بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

(۲)......فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(پ:٦/سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۳)

ترجمہ:......ہاں جو شخص شدید بھوک کے عالم میں بالکل مجبور ہوجائے (اور اس مجبوری میں ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے) بشرطیکہ گناہ کی رغبت کی بنا پر ایسا نہ کیا ہو، تو بیشک اللہ تعالی بہت معاف کرنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

(۳)......وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔ (پ:۸/سورۂ، انعام آیت نمبر:۱۱۹)

ترجمہ:......اور تمہارے لئے کونسی رکاوٹ ہے جس کی بنا پر تم اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو؟ حالانکہ اس نے وہ چیزیں تمہیں تفصیل سے بتادی ہیں جو اس نے

تمہارے لئے (عام حالات میں) حرام قرار دی ہیں، البتہ جن کو کھانے پر تم بالکل مجبور ہی ہو جاؤ (تو ان حرام چیزوں کی بھی بقدر ضرورت اجازت ہو جاتی ہے)۔

(۴)......فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(پ:۸رسورۂ انعام، آیت نمبر:۱۴۵۔ اور: سورۂ نحل، آیت نمبر:۱۱۵)

ترجمہ:......ہاں جو شخص (ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر) انتہائی مجبور ہو جائے جبکہ نہ لذت حاصل کرنے کی غرض سے ایسا کر رہا ہو، اور نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے، تو بیشک اللہ تعالی بہت بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔

حدیث شریف سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے ضرورت کی وجہ سے حرام سے انتفاع کا حکم دیا گیا۔

(۵)......عن انس رضی الله عنه قال : قدِمَ أُناس من عُكْلٍ او عُرَيْنة فَاجتَوَوُا المدينة فامرهم النبی صلی الله عليه وسلم بلِقاح وأن يشربوا من ابوالها والبانها ، الخ۔

(بخاری، باب ابوالِ الابل والدّوابِّ والغنم و مرابِضها ،كتاب الوضوء ، رقم الحديث:۲۳۳)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے، انہیں مدینہ موافق نہیں آیا تو نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ وہ دودھ والی اونٹنیوں کے باڑے میں چلے جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں۔

(۶)......عن عبد الرحمن بن طَرفة رحمه الله : انّ جَدَّه عَرْفجة بن اسعدَ رضی الله عنه قُطِع انفُه يوم الكُلاب ، فاتخذ أنفا من ورِقٍ ، فَأَنْتَنَ عليه ، فامره النبی صلی الله عليه وسلم ، فَاتَّخذ اَنْفا من ذهب۔

ترجمہ:......حضرت عبد الرحمٰن بن طرفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ان کے دادا حضرت

عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی کلاب (کی جنگ) کے دن میں ناک کاٹی گئی، انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی ،تو اس میں بدبو پیدا ہوگئی،تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا،اس پر انہوں نے سونے کی ناک بنوائی۔

(ابوداؤد، باب ما جاء فی ربط الاسنان بالذهب ،کتاب الخاتم ، رقم الحدیث: ۴۲۳۲۔ترمذی، باب ما جاء فی شد الأسنان بالذهب ، ابواب اللباس عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث: ۱۷۷۰۔نسائی، من اصیب انفه هل یتخذ انفا من ذهب ،کتاب الزینة ، رقم الحدیث: ۵۱۶۴)

مردوں کے لئے ریشم پہننا منع ہے۔

(بخاری، باب :لُبس الحریر وافتراشه للرّجال و قدر ما یجوز منه ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث :۵۸۲۸/۵۸۲۹/۵۸۳۰/۵۸۳۱/۵۸۳۲/۵۸۳۳)

مگر آپ ﷺ نے بیماری میں اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

(۷)......عن انس رضی الله عنه قال : رخَّص النبی صلی الله علیه وسلم للزبیر وعبد الرحمن فی لُبس الحریر لِحِكَّةٍ بهما۔

(بخاری، باب ما یُرخّص للرّجال من الحریر للحِکّة ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۵۸۳۹)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے خارش کی وجہ سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دی‘

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے یہاں تک منقول ہے کہ:

(۷)......عن مسروق رحمه الله قال : من اضطُرّ الی المیتة والدّم ولحم الخنزیر‘ فلم یأکل ولم یشرب حتی یموتَ دخل النّار۔

ترجمہ:...... جو شخص حالت اضطرار میں مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو نہ کھائے یا نہ پیئے اور موت واقع ہوجائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(سنن کبری بیہقی ص۵۷۰ ج۱۹،باب مایحل من المیتة بالضرورة ، کتاب الضحایا ، رقم الحدیث: ۱۹۶۷۴۔مصنف عبدالرزاق ص۴۱۳ ج۱۰، باب المیتة ،کتاب الجامع ، رقم الحدیث :۱۹۵۳۶)

’’الاستشفاء بالمحرم انما لا یجوز اذا لم یعلم ان فیه شفاء ، اما اذا علم ان فیه شفاء ولیس له دواء آخر غیره ، فیجوز الاستشفاء به‘‘۔

(المحیط البرهانی ص۸۲ ج۸، باب الفصل التاسع عشر فی التداوی ، الاستحسان)

یعنی حرام دواء سے شفا حاصل کرنا جائز نہیں جب تک اس سے شفاء کا یقین نہ ہو، ہاں جب شفاء کا یقین ہوجائے اور اس بیماری کے لئے اور کوئی (حلال) دواء نہ ہوتو جائز ہے۔

دوسری دلیل:...... دین میں آسانی ہے تنگی نہیں

مجوزین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ:...... قرآن وحدیث سے یہ امر مسلم ہے کہ دین میں آسانی اور سہولت کا پہلو مطلوب ہے، اور مشکلی اور سختی معیوب ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)...... يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (پ:۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۵)

ترجمہ:...... اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۲)...... وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (پ:۱۷/سورۂ حج، آیت نمبر:۷۸)

ترجمہ:...... اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(۳)...... مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ۔ (پ:۶/سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۶)

ترجمہ:...... اللہ تعالی تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتے۔

(۴)......بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا موسى ومعاذ بن جبل الى اليمن، قال : وبعث كلّ واحد منهما على مِخْلاف ، قال : واليمن مِخلافانِ ، ثم قال : يسّرا ولا تعسّرا ، وبشّرا ولا تنفّرا ، الخ۔

(بخاری، باب بَعْثِ ابی موسى و معاذا الى اليمن قبل حجة الوداع ، كتاب المغازى ، رقم الحديث:۴۳۴۱/۴۳۴۲)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، اوران میں سے ہرایک کومختلف ضلعوں میں بھیجا، راوی فرماتے ہیں کہ: یمن میں دو اضلاع ہیں، پھرارشاد فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا، اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا۔

نوٹ:...... یہ روایت مختلف الفاظ سے کتب احادیث میں مروی ہے''مسلم شریف'' کی روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:

(ا)......بشّروا ولا تنفّروا، و يسّرا ولا تعسّروا۔

(ب)......يسّرا ولا تعسّرا، وبشّرا ولا تنفّرا، و تطاوعا ولا تختلفا۔

(ج)......يسّرا ولا تعسّرا، وسكنوا ولا تنفّرا۔

(مسلم، باب فى الامر بالتيسير و ترك التنفير، كتاب الجهاد والسير ، رقم الحديث: ۱۴۳۲/۱۷۳۳/۱۷۳۴)

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان آیات اور احادیث سے یہ قواعد مستنبط کئے ہیں:

(۵)......والمشقة تجلب التيسير۔

(الاشباہ والنظائر ص۶۴، القاعدة الرابعة : المشقة تجلب التيسير)

(٦)......والحرج مدفوع۔ (شامی ص۲۸٦ج۱، مطلب: فی ابحاث الغسل ، کتاب الطهارة)

تشریح:......ان قواعد کی مختصر تشریح مناسب ہے۔حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جان یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ تو نہ ہو، صرف جسمانی یا مالی نا قابل تحمل تلافی نقصان کا شدید خطرہ ہو، لیکن اس کا دفعیہ وازالہ بھی اسباب کے تحت قدرت واختیار میں ہو، اس کو مشقت کہتے ہیں، اور فقہاء کرام انہیں کے بارے میں ''المشقة تجلب التيسير'' فرماتے ہیں۔

انہی صورتوں میں جب نا قابل تلافی نقصان کا شدید خطرہ تو نہ ہو، مگر اس کا تحمل یا تلافی کرنا بے حد دشوار ہو، جس سے بے حد تنگی رہتی ہو، معاش' معاشرہ دشوار وتنگ تر بنا ہوا ہو تو اس کو حرج کہتے ہیں۔اس کے بارے میں فقہاء کرام ''الحرج مدفوع'' فرماتے ہیں۔

ان دونوں (مشقت وحرج) میں محرمات منصوصہ کی مخالفت یا ترک کی گنجائش نہ ہوگی، مشقت وحرج کے ازالہ کا دائرہ اثر وہیں تک ہوتا ہے جہاں تک کوئی نص خلاف میں موجود نہ ہو، چنانچہ ''الاشباہ والنظائر مع الحموی'' (ص۱۰٦) میں تصریح ہے کہ: ''المشقة والحرج انما يعتبران فی موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا''۔

(الاشباہ والنظائر ص۷۲، القاعدة الثالثة :المشقة الحرج انما يعتبران فی موضع لا نص ، الخ)

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ نص عسر سے نص یسر کی طرف منتقل ہو جائیں، جیسے نص غسل ووضو سے نص تیمّم کی طرف منتقل ہونا، اور جیسے اتمام صلوۃ کی نص سے قصر صلوۃ کی نص کی طرف منتقل ہونا۔

اسی طرح اگر کوئی دوسری نص جو متقاضی یسر ووسعت کا ہو نہ ملے، مگر مشقت یا حرج کا

باعث ایسا حکم ہو جس کی بناء محض کسی مجتہد کا قیاس واستنباط ہو تو اس میں بھی حدودشرع میں رہتے ہوئے یسر و وسعت کی جانب منتقل ہونے کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن انتقال کی ان دونوں صورتوں میں ''جواز انتقال من العسر الی الیسر'' یا ''انتقال من الضیق الی الوسعة'' میں شرائط وقیود وہی ہوں گی جو پہلے گذر چکی ہیں، یعنی اپنا بار بار کا تجربہ صحیحہ شاہد ہو، یا اس شعبہ کے ماہر وحاذق باشرع بادیانت مسلمان کی تشخیص حاکم ہو، خودرائی یا ہر کسی کی رائے معتبر نہ ہوگی۔

(نظام الفتاوی ص ۳۵۹/۳۶۲ ج ۱، کتاب الحظر والاباحة، ط: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

تیسری دلیل:......اس دور میں اعضاء کی پیوندکاری' اہانت نہیں سمجھی جاتی

مجوزین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ:......موجودہ ترقی یافتہ دور میں اعضاء کی پیوندکاری کا طریقہ انسانی اہانت میں داخل نہیں ہوتا ہے، شریعت مطہرہ نے انسان کو مکرم ومحترم ضرور بنایا ہے، لیکن کتاب وسنت نے تکریم واہانت کے سلسلہ میں کوئی بے لچک حدود مقرر نہیں کی ہیں۔ اور اہل علم کی نظر سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ نصوص نے جن امور کو مبہم رکھا ہو اور قطعی فیصلہ نہ کیا ہو، ایسے مواقع پر عرف وعادت ہی سے اس کی توضیح ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زہیلی ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے مختلف فقہاء کے نقطۂ نظر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قال الفقهاء ایضا: کل ما ورد به الشرع مطلقا ولا ضابط له فیه ولا فی اللغة یرجع فیه الی العرف کالحرز فی السرقة''۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۵۵ ج ۱۲، باب، کتاب)

پھر اس امر میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عرف وعادت کی بعض صورتیں زمانہ وعلاقہ کی تبدیلی

کی وجہ سے بدلتی رہتی ہیں، امام ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قال شيخنا : والمتبذلة منها ما يكون متبذلا فى العادة من حسن الى قبيح وبالعكس مثل كشف الراس ، فانه يخلتف بحسب البقاع فى الواقع فهو الذى المروات قبيح فى البلد المشرقية وغير قبيح فى البلد المغربية ، فالحكم الشرعى يختلف باختلاف ذلک ، فيكون عند اهل المشرق قادحا فى العدالة وعند اهل المغرب غير قادح ''۔

(الموافقات ص۴۸۹ ج۲، النوع الرابع فى بيان قصد الشرع فى دخول المكلف ، كتاب المقاصد)

اوراس دور میں انسانی اعضاء سے انتفاع کوتوہین تصورنہیں کیا جاتا، اگرکوئی شخص اپنا عضوکسی کودیدے تووہ نہ خوداپنی اہانت کا احساس کرتاہےاورنہ لوگ ایسامحسوس کرتے ہیں، بلکہ اس کی قدرومنزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور یہ انسانیت نوازی کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔

پس موجودہ زمانہ میں اجزاءانسانی سے انتفاع کے ایسے طریقے ایجاد ہوگئے ہیں جو مستلزم اہانت نہیں ہیں، اورنہ عرف میں ان کواہانت سمجھا جاتا ہے، اس لئے اصولی طورپران کودرست اورجائز ہونا چاہئے۔

چوتھی دلیل: انسان کے تحفظ کے لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت بھی گوارہ کی گئی ہے

چوتھی جواز کی وجہ یہ ہے کہ:......انسانی تحفظ کے لئے اہانت محترم کوگوارا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقہی نظائر کوسامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جان کے تحفظ اور بقا کے

لئے قابل احترام چیزوں کی اہانت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

علامہ سمرقندی رحمہ اللہ نے ایک خاص جزئیہ پر بحث کرتے ہوئے جس اصول سے استدلال کیا ہے وہ یہی ہے کہ ایک انسان کی بقا کے لئے دوسرے کی تکریم کے پہلو کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱)......لو ان حاملا ماتت و فی بطنها ولد یضطرب ' فان کان غالب الظن انه ولد حی وهو فی مدة یعیش غالبا ' فانه یشق بطنها ' لان فیه احیاء الآدمی' فترک تعظیم الآدمی اهون من مباشرة سبب الموت۔

(تحفۃ الفقہاء ص۳۴۵ ج۳، کتاب الحظر والاباحة، (ط:دار الکتب العلمیة ، بیروت))

یعنی اگر کوئی حاملہ مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو جو حرکت کرتا ہو، اگر غالب ظن یہ ہو کہ وہ بچہ زندہ ہے اور اتنی مدت کا ہے جس میں عام طور پر بچہ زندہ رہ جاتا ہے تو اس حاملہ کے پیٹ کو چاک کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں ایک انسان کی زندگی بچانا ہے، اور کسی زندہ کی موت کا سبب بننے کے مقابلہ میں زیادہ آسان یہ ہے کہ آدمی کی تعظیم وتکریم کے تقاضہ کو چھوڑ دیا جائے۔

محقق ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۲)......ابطال حرمة المیت لصیانة حرمة الحی یجوز ۔

(فتح القدیر ص۱۴۲ ج۲، باب الشهید ، کتاب الجنائز)

یعنی مردہ کی حرمت کا ابطال زندہ کی حرمت کی حفاظت کے خاطر جائز ہے۔

(۳)...... ماں کی موت ہوجائے اور آثار بتاتے ہوں کہ جنین زندہ ہے، تو فقہاء نے عورت کے آپریشن کی اجازت دی ہے، اور استدلال یہ کیا ہے کہ یہاں تعظیم میت کو ایک زندہ نفس

کی بقا کے لئے ترک کیا جارہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لان ذلک تسبب فی احیاء نفس محترمة بترک تعظیم المیت فالاحیاء اولی''

(البحر الرائق ص۳۷۶ ج۹، فصل فی البیع ،کتاب الکراھیة ، تحت قوله : وخصی البھائم)

علامہ ابوبکر کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لان ابتلینا ببلیتین ' فنختار اھونھما وشق بطن الام المیتة اھون من اھلاک الولد الحی''۔(بدائع الصنائع ص۱۳۰ ج۵ (ط:سعید) کتاب الاستحسان)

یعنی ایک طرف مردہ کی تعظیم وتکریم کا پہلو ہے تو دوسری طرف زندہ کی جان خطرہ میں ہے، تو اہون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے زندہ کی جان بچانے کی فکر کی جائے گی، اگرچہ مردہ کے کسی جز کا اتلاف لازم آئے۔

''الموسوعہ'' میں اسے جمہور فقہاء کی طرف منسوب کیا گیا ہے:

'' ذھب جمھور الفقھاء الی ان الحامل اذا ماتت وفی بطنھا جنین حی یشق بطنھا ' و یخرج ولدھا ، لان استبقاء حی باتلاف جزء من میت''۔

(الموسوعہ ص۱۲۰ ج۱۶ (ط: وزارة الاوقاف،کویت) بعنوان: جنین)

یعنی جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ حاملہ جب مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کرکے اس کا بچہ نکال لیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں مردہ کے ایک جزء کا تلف کردینے سے ایک زندہ کی بقاء (وابستہ) ہے۔ (موسوعہ اردو ترجمہ، ص۱۵۶ ج۱۶)

پانچویں دلیل: جب خون منتقل کرنا جائز ہے تو اور اعضاء منتقل کرنے بھی جائز ہیں

پانچویں وجہ یہ ہے کہ:...... جب خون منتقل کرنا جائز ہے تو اور اعضاء کی منتقلی بھی جائز ہونی

چاہئے۔

(۱)......ایک انسان کے جسم کا خون دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے، اب اس پر تقریباً اتفاق ہو چکا ہے، حالانکہ جزء انسانی سے انتفاع کو مطلقاً توہین انسانی باور کیا جائے تو اسے بھی ناجائز ہونا چاہئے کہ جزء انسانی ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ بعض بزرگوں نے خون اور کسی عضو سے انتفاع میں فرق کیا ہے اور خون کو دودھ پر قیاس کیا ہے، مگر یہ استدلال محل نظر ہے، کیونکہ دودھ انسانی جسم میں رکھا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ جسم سے خارج ہو اور اس کا استعمال ہو، بخلاف خون کے کہ اس کو جسم میں باقی رکھنے پر ہی حیات انسانی موقوف ہے، اس لئے خون دودھ کی نہیں بلکہ دوسری ٹھوس اور سائل اجزاء انسانی کی نظیر ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ گو اعضاء کی پیوند کاری کو درست نہیں سمجھتے، تاہم وہ بھی مطلقاً اجزاء سے انتفاع کو حرام نہیں کہتے، اور اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی اجزاء انسانی کا استعمال ایسا بھی ہو سکتا ہے جو مستلزم اہانت نہ ہو۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ شبہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے، اس لئے وارد نہ ہونا چاہئے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے، اور جس میں اہانت نہ ہو تو بہ ضرورت وہ استعمال ناجائز نہیں۔ (کفایت المفتی ص۴۴۹ ج ۱۲، سوال نمبر: ۵۲۷۱، ط: ادارۃ الفاروق، کراچی)

پس چونکہ موجودہ زمانہ میں اجزء انسانی کے ایسے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں جو مستلزم اہانت نہیں ہیں اور نہ عرف میں ان کو اہانت سمجھا جاتا ہے، اس لئے اصولی طور پر ان کو درست اور جائز ہونا چاہئے۔

چھٹی دلیل: انسان کے اعضاء علیحدگی کے بعد پاک رہتے ہیں

چھٹی وجہ یہ ہے کہ:......انسان کے اعضاء کی علیحدگی کے بعد نجس کہنا تمام فقہاء کے یہاں درست نہیں۔امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: آدمی کے بال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے جب سر مبارک حلق کروایا تو بالوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم فرمایا، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے فائدہ حاصل کرتے تھے،اگر بال نجس ہوتے تو آپ ﷺ یہ عمل نہ فرماتے۔محشی ہدایہ نے ''لا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع به '' کے تحت لکھا ہے کہ:

(۱)......روی عن محمد انه یجوز الانتفاع بشعر الادمی استدلالا بما روی ان النبی علیه السلام حین حلق رأسه قسم شعره بین اصحابه وکانوا یتبرکون به ولو کان نجسا لما فعل، فانه لا یتبرک بالنجس ، الا تری انّ ابا طیبة رضی الله عنه حین شرب دمه علی قصد التبرک نهاه ان یعود الی مثله فی المستقبل۔

(حاشیہ ہدایہ ص۵۷ ج۳ (حاشیہ نمبر:۹)، باب البیع الفاسد ، کتاب البیوع)

(۲)......فقہاء کرام نے یہ بحث بیان فرمائی ہے کہ: اگر کوئی شخص اپنے کٹے ہوئے عضو کو سرجری کے عمل کے ذریعہ دوبارہ لگالے، چاہے وہ بطور حد کے کاٹا گیا ہو، یا قصاص کے طور پر یا کسی اور سبب سے اس سے علیحدہ ہوا ہو، کیا وہ عضو پاک تصور ہوگا؟ یا اس کو ایسا نجس سمجھا جائے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا ناجائز ہوگا؟ اور اس عضو کو دوبارہ علیحدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا؟ ائمۂ اربعہ کے اکابر کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علیحدہ کیا گیا عضو پاک ہے۔

(مسلک شافعی)......**الاصل ان ما انفصل من حی فهو نجس ، و یستثنی الشعر**

المجزور من مأكول اللحم في الحياة ..... ويستثنى ايضا شعر الآدمى والعضو البان منه .....فهذه كلها طاهرة على المذهب۔ (روضۃ الطالبین ص۱۵ ج۱)

اصل یہ ہے کہ زندہ سے جو عضو جدا کیا جائے وہ ناپاک ہوتا ہے، البتہ زندہ ماکول اللحم جانور سے جو بال کاٹے جائیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں.....اوراس حکم سے انسان کے بال اور انسان کے جسم سے جدا کیا جانے والا عضو بھی مستثنیٰ ہے..... یہ سب اس مذہب پر پاک ہیں۔

(مسلک مالکی)......فالمنفصل من الآدمی مطلقا طاهر على المعتمد۔

یعنی انسان کے جسم سے جدا ہونے والا عضو معتمد قول پر مطلقا پاک ہے۔

اس کے تحت علامہ دسوقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

’’ای بناء على المعتمد من طهارة ميتة ، وأما على الضعيف فما أبين منه نجس مطلقا..... على المعتمد من طهارة ما أبين من الآدمی مطلقا،الخ‘‘۔

(الدسوقی علی الشرح الکبیر ص۵۴ ج۱)

یعنی قول معتمد کی بنا پر کہ مردار آدمی پاک ہے، البتہ ضعیف قول کے مطابق یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو بھی عضو جدا ہو جائے وہ مطلقا ناپاک ہے، چونکہ معتمد قول کے مطابق آدمی سے جدا ہونے والا عضو مطلقا پاک ہے۔

(مسلک حنبلی)......علامہ مرداوی رحمہ اللہ نے پاک ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ اکثر حضرات کا رجحان اسی طرف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

’’فان سقط سنه فاعادها بحرارتها فثبتت ، فهی طاهرة ، هذا المذهب ، وعليه الجمهور ، وقطع به اكثرهم ، وعنه انها نجسة ..... وكذا الحكم لو قطع أذنه

فاعادها فی الحال ، قاله فی القواعد’’۔(االانصاف للمرداوی ص۴۸۹ ج۱)

اگر کسی کا دانت گر گیا، اس نے گرم ہونے کی حالت میں اس کو لگا لیا اور وہ دانت اپنی جگہ پر جم گیا تو وہ دانت پاک ہے، صحیح مذہب یہی ہے، اور جمہور اسی مذہب پر ہیں، اکثر حضرات نے اسی کو قطعی حکم بیان کیا ہے، انہی سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ دانت ناپاک ہے.....یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب کان کاٹا اور پھر فوراً اس کو اس کی جگہ لگا لیا، یہ بات قواعد میں بیان فرمائی ہے۔

(مسلک حنفی)......حنفیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ اعضاء جن کے اندر زندگی حلول نہیں کرتی، جیسے ناخن، دانت، بال وغیرہ، ان کا حکم یہ ہے کہ زندہ آدمی کے جسم سے جدا ہونے سے یہ ناپاک نہیں ہوتے، لیکن وہ اعضاء جن کے اندر زندگی حلول کرتی ہے، جیسے کان، ناک وغیرہ یہ اعضاء زندہ کے جسم سے جدا ہونے کے بعد ناپاک ہوجاتے ہیں۔لیکن متأخرین حنفیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جدا ہونے والا عضو خود اس شخص کے حق میں ناپاک نہیں، لہذا اگر وہی شخص اپنے عضو کو اپنے جسم میں لگا لے تو اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، البتہ دوسرے لوگوں کے حق میں وہ عضو ناپاک ہی رہے گا، لہذا اگر کوئی دوسرا شخص پیوندکاری کے ذریعہ اس عضو کو اپنے جسم کے ساتھ لگا لے تو وہ ناپاک ہی رہے گا، اور یہ ناپاکی کا حکم اس صورت میں ہے جب اس عضو میں زندگی حلول نہ کرے، لیکن اگر اس عضو کی پیوندکاری کے بعد اس میں زندگی حلول کر جائے تو وہ عضو دوسرے شخص کے حق میں بھی ناپاک نہیں رہے گا۔علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس اصل مذکور کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

’’ان اجزاء المیتة لا تخلو : أما أن یکون فیها دم أو لا، فالاولی کاللحم نجسة ،

والثانية ففي غير الخنزير والآدمي ليست نجسة ان كانت صلبة ، كالشعر والعظم بلا خلاف..... واما الآدمي ففيه روايتان : في رواية : نجسة، ..... وفي روايه: طاهرة لعدم الدم ، وعدم جواز البيع للكرامة۔

(البحر الرائق ص ۱۰۷ ج ۱۔(ص ۱۹۰ ج ۱)، كتاب الطهارة ، تحت قوله : وشعر الانسان والميتة و عظمهما طاهران)

یعنی مردہ جانور کے اجزاء دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کے اندر خون ہوگا یا خون نہیں ہوگا، پہلی قسم کے اجزاء جیسے گوشت ،اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے، دوسرے قسم کے اجزاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ خنزیر اور انسان کے علاوہ دوسرے جاندار کے اجزاء ہیں تو اگر وہ اجزاء سخت ہیں تو وہ بلا اختلاف ناپاک نہیں، جیسے بال، ہڈی وغیرہ۔ جہاں تک انسان کے اجزاء کا تعلق ہے،تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ناپاک ہیں، دوسری روایت میں خون کے نہ ہونے کی وجہ سے پاک ہیں، البتہ انسان کی عزت اور شرافت کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں۔

نوٹ:...... یہ چاروں مسالک کی عبارتیں اور ترجمے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ''فقہی مقالات'' ج ۵، میں ''اس عضو کی پیوند کاری جس کو حد یا قصاص میں علیحدہ کردیا گیا ہو'' کی بحث سے لئے گئے ہیں۔

نوٹ:......اس مسئلہ پر اکیڈمی نے جو فیصلے کئے ہیں وہ یہ ہیں:

(اول)......کاٹے گئے عضو کو دوبارہ جوڑنا شرعاً جائز نہیں ہے،اس لئے کہ حد کا اثر ونشان باقی رکھنے میں ہی شریعت کی مقررہ سزا کی پوری تکمیل ہوتی ہے،اس کے نفاذ میں تساہلی پر بندش لگتی ہے اور حکم شرعی کے ساتھ ظاہری ٹکراؤ سے گریز ہوتا ہے۔

(دوم)...... چونکہ قصاص کی مشروعیت کا مقصد عدل کا قیام' مظلوم کے ساتھ انصاف' معاشرہ کے لئے حق زندگی کا تحفظ اور امن وامان کی فراہمی ہے، اس لئے تکمیل قصاص کے پیش نظر متأثرہ عضو کو دوبارہ لگانا جائز نہیں ہوگا، البتہ درج ذیل حالات اس سے مستثنی ہوں گے:

(الف)...... نفاذ قصاص کے بعد مظلوم اس بات کی اجازت دے دے کہ ملزم کے کاٹے گئے عضو کو دوبارہ جوڑ دیا جائے۔

(ب)...... ملزم اپنے کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ جوڑنے پر قادر ہو چکا ہو۔

(سوم)...... فیصلہ میں یا نفاذ میں غلطی کی وجہ سے حد یا قصاص میں کاٹے گئے عضو کو دوبارہ جوڑنا جائز ہے۔ (انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے ص ۱۸۶/۱۸۵)

ساتویں دلیل: نجس اشیاء بھی نفع کی وجہ سے خرید وفرخت کے قابل ہیں

ساتویں وجہ یہ ہے کہ:...... اگر انسانی اعضاء کو علیحدگی کے بعد نجس ہی مان لیا جائے تو بھی بعض مرتبہ نجس چیزیں جو اپنی نجاست یا حرمت کی وجہ سے خرید وفروخت کی محل نہیں ہیں، اگر کسی طور پر قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی خرید وفروخت جائز ہو جاتی ہے، مثلا:

(ا)...... لا یجوز بیع السرقین ایضا ' لانه نجس العین فشابه العذرة و جلد المیتة قبل الدباغ ، ولنا انه منتفع به لانه یلقی فی الاراضی لاستکثار الریع ' فکان مالا ' والمال محل للبیع ، بخلاف العذرة لانه ینتفع بها مخلوطا ، ویجوز بیع المخلوط۔

یعنی گوبر کی بیع جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے، اور گندگی (پاخانہ) اور مردار کے چمڑے کے مشابہ ہے جس کو دباغت نہ دی گئی ہو۔ ہمارے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ قابل انتفاع ہے، اسی لئے اسے فصلوں میں افزائش کے لئے اراضی میں ڈالا جاتا ہے، اس

لئے وہ مال ہے اور مال بیع کا محل ہے، بخلاف پاخانہ کے کیونکہ اس سے انتفاع مخلوط ہونے کی بنا پر ہی ہوتا ہے اور مخلوط کی بیع جائز ہے۔

(ہدایہ ص ۴۷۱ ج ۴، فصل: فی البیع ،کتاب الکراهية)

اسی اصول کی بنا پر امام محمد رحمہ اللہ نے ریشم کے کیڑے کی خرید وفروخت کو درست قرار دیا ہے:

(۲)......امـا الدود فلا يجوز بيعه عند ابی حنيفة ، لانه من الهوام ، وعند ابی يوسف يجوز اذا ظهر فيه القز تبعا ، وعند محمد يجوز كيفما كان ، لكونه منتفعا به۔

(البحر الرائق ص ۱۲۸ ج ٦، باب البيع الفاسد ،كتاب البيع ، تحت قوله : ويباع دود القز)

یعنی بہرحال ریشم کے کیڑے تو ان کی بیع حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ حشرات الارض میں سے ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے جب کہ ان میں ریشم ظاہر ہو جائے' ریشم کے تابع کر کے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے زدیک ہر حال میں جائز ہے، کیونکہ وہ قابل انتفاع ہیں۔

دوسری اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع اصلا ممنوع ہو اور وہ کسی نص صریح کے خلاف نہ ہو، لیکن انسانی ضرورت اور تعامل اس کے جواز کی مقتضی ہو تو ایسے مواقع پر بھی فقہاء اس کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلا ابن نجیم رحمہ اللہ ناقل ہیں:

(۳)......اذا اشترى العلق – الذى يقال له بالفارسية مرعل – يجوز ، به أخذ صدر الشهيد لحاجة الناس اليه لتمول الناس له۔

(البحر الرائق ص ۱۲۹ ج ٦، باب البيع الفاسد ، كتاب البيع ، تحت قوله : ويباع دود القز)

یعنی جب کہ خریدے علق – جسے فارسی زبان میں مرعل کہا جاتا ہے– تو اس کا خریدنا جائز ہے، اور اسی کو صدر الشہید رحمہ اللہ نے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا ہے،

کیونکہ لوگ اسے مال تصور کرتے ہیں۔

اب غور طلب یہ ہے کہ اعضاء کی بینکنگ جو ایک طبی ضرورت ہے اور جن کی بعض خاص حالات مثلاً جنگ' زلزلہ وغیرہ میں بڑی مقدار میں ضرورت پڑتی ہے، اور فی زمانا صرف عطیات سے اتنی تعداد میں اعضاء مطلوبہ کا ذخیرہ کیا جانا اور فراہم کرنا بظاہر مشکل ہے،تو کیا ان اصول وقواعد سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے؟

آٹھویں دلیل: زندہ انسان کے نفع کیلئے میت کی اہانت کو گوارہ کیا گیا

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ:......فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک مضطر، مردہ انسان کو اپنی جان بچانے کے لئے کھا سکتا ہے۔''المغنی'' میں ہے:

(۱)......وقال الشافعی و بعض الحنفیة : یباح ، وھو اولی ، لان حرمة الحی اعظم....واختار ابو الخطاب ان له اکله۔

(المغنی ص۳۳۵ج۹، فصل : لم یجد المضطر الا الآدمی محقون الدم ، کتاب الصید والذبائح)

یعنی شوافع اور بعض احناف کے یہاں کھا سکتا ہے، اس لئے کہ زندہ کی حرمت مردہ سے بڑھ کر ہے۔اور فقہاء حنابلہ میں ابوالخطاب نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۲)......ثم اذا وجد المضطر میتة وخنزیرا او لحم ابن آدم' اکل المیتة ، لانها حلال فی حال' والخنزیر وابن آدم لا یحل بحال ، ولا یأکل ابن آدم ولو مات قاله علمائنا' وبه قال احمد و داؤد ...... وقال الشافعی : یأکل لحم ابن آدم ۔[۱]

(الجامع لاحکام القرآن ص۲۲۹ج۲، تحت الآیة سورة البقرة ، رقم الآیة :۱۷۳)

یعنی جب کوئی شخص اضطراری حالت میں ہو اور وہ مردار' خنزیر اور آدمی کا گوشت پائے

تو (ان میں سے) مردار کو کھائے گا،اس لئے کہ وہ بعض موقع پر حلال ہو جاتا ہے۔بخلاف خنزیر اور آدمی کے جو کسی حال میں حلال نہیں ہیں، نہ انسان کے لئے ان کا کھانا جائز ہے چاہے وہ مر جائے ، یہ ہمارے علماء کا قول ہے اور یہی قول امام احمد اور داؤد (رحمہما اللہ) کا ہے.......امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آدمی کا گوشت کھا سکتے ہیں۔

(۳)......مشہور مالکی فقیہ ابن عربی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں شوافع کی ہی رائے اختیار کی ہے کہ اگر اس سے بچ جانے کی امید ہے تو کھالے۔

''الصحیح عندی ان لا یأکل الآدمی الا اذا تحقق ان ذلک ینجیه و یحییه''۔

(الجامع لاحکام القرآن ص۲۲۹ج۲، تحت الآیة سورة البقرة ، رقم الآیة :۳)

اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص مضطر کو مل جائے جس کا خون کسی جرم کی وجہ سے جائز ہے تو اس کو قتل کر کے اس کا گوشت کھا کر اپنی زندگی کا تحفظ بھی جائز ہے۔

(المغنی ص۳۳۵ج۹، فصل : لم یجد المضطر الا الآدمی محقون الدم ،کتاب الصید والذبائح۔

الجامع لاحکام القرآن ص۲۲۹ج۲، تحت الآیة سورة البقرة ، رقم الآیة :۱۷۳)

خلاصۂ بحث

پس ان مباحث کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱)......اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے لئے جو طبی طریقہ ایجاد ہوا ہے، اس میں توہین انسانیت نہیں ہے۔

(۲)......اس لئے یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس کا مقصود کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو جیسے بینائی۔

(۳)......اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے۔

(۴)......غیر مسلم کے اعضاء بھی مسلمان کے جسم میں لگائے جاسکتے ہیں۔

(۵)......مردہ شخص کے جسم سے عضولیا جارہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اس نے زندگی میں اجازت دی ہو، اس لئے کہ وہ ایک حد تک اپنے جسم کا مالک ہے۔ نیز اس کے ورثاء کا بھی اس کے لئے راضی ہونا ضروری ہے، کیونکہ اب وہی اس کے ولی ہیں، اسی لئے مقتول کا قصاص طلب کرنے کا حق انہیں کو حاصل ہوتا ہے۔

(٦)......زندہ شخص کا عضو حاصل کیا جارہا ہو تو ضروری ہوگا کہ خود اس نے اجازت دی ہو، اور اس وجہ سے خود اس کو ضرر شدید نہ ہو۔

(۷)......شوافع اور حنابلہ کے یہاں عضاء کی خرید وفروخت دونوں کی گنجائش ہے، اور احناف کے نزدیک بدرجہ مجبوری خرید کرسکتے ہیں، فروخت نہیں کرسکتے ہیں۔

(جدید فقہی مسائل از ص: ۴۵؍تا ۵۹ ج ۵، بعنوان: اعضاء کی پیوندکاری)

پوری بحث کا خلاصہ

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعضاء کی تبدیلی و پیوندکاری میں علماء کی تین طرح کی آراء ہیں:

(۱)......ایک جماعت کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں، حتی کہ خون اور گردوں سے بھی انتفاع جائز نہیں۔

(۲)......دوسری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ضرورت اور حاجت کے وقت اور اضطراری حالت میں جائز ہے، بلاضرورت اس کا استعمال جائز نہیں۔

(۳)......تیسری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ: اعضاء کا استعمال تو جائز نہیں، البتہ خون اور گردوں کا استعمال جائز ہے۔

چند مسائل

جانور کے عضو سے پیوند کاری کا حکم

سوال:...... کسی معذور یا بیمار شخص کو حیوانات کے اعضاء بوقت ضرورت لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:...... کسی انسان کا کوئی عضو نا کارہ ہو چکا ہو اور اس کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے غیر حیوانی اجزاء کا استعمال جائز اور درست ہے، نیز ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال۔ جن کا کھانا شرعا جائز ہے اور جو شرعی طریقہ پر ذبح کئے گئے ہوں۔ جائز ہے۔

اسی طرح جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو، اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے جن کا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریق شرعی ذبح نہیں کئے گئے ہیں، تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال بھی بوقت ضرورت جائز اور درست ہے۔

اور اگر جان یا عضو کی ہلاکت کا شدید خطرہ نہ ہو تو خنزیر کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں۔ ہاں بوقت اضطرار اس کا استعمال بھی جائز ہے۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۷۵۷ ج ۶، عنوان: جانور کے عضو سے پیوند کاری)

اعضاء دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں

کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں لگانے کی وصیت کرنا جائز نہیں، اور ایسی وصیت پر عمل کرنا بھی جائز نہیں۔

”احدھا ان یوصی بما ھو معصیة عندنا و عندھم کالوصیة للمغنیات

والنائحات فهذا لا يصح اجماعا‘‘۔

(مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر ص۴۵۱ ج۴، باب وصية الذمي، كتاب الوصايا۔شامی، فصل في وصايا الذمي وغيره، كتاب الوصايا۔البحرالرائق ص۴۵۵ ج۸،باب وصية الذمي ، كتاب الوصايا۔فتاوی محمودیہ ص۳۲۷ ج۲۷،مکتبہ محمودیہ،میرٹھ۔ص۳۳۶ ج۱۸، جامعہ فاروقیہ)

خون دینے کا مسئلہ

مریض کوخون دینے کے حکم میں یہ تفصیل ہے:

()...... جب خون دینے کی ضرورت ہو،یعنی کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو،اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو،تو خون دینا جائز ہے۔

(۲)...... جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو،یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو،لیکن ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہواس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

(۳)...... جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو،یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو بلکہ محض قوت بڑھانا یاحسن میں اضافہ کرنا مقصود ہوتو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

سوال :...... کیا کسی مریض کوخون دینے کے لئے اس کی خرید وفروخت اور قیمت لینا بھی جائز ہے۔

الجواب:......خون کی بیع تو جائز نہیں ،لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ نمبراول میں مریض کوخون دینا جائز قرار دیا گیا ہے۔ان حالات میں اگرکسی کوخون بلا قیمت نہ ملے تواس کے لئے قیمت دے کرخون حاصل کرنا بھی جائز ہے،مگرخون دینے والے کے لئے

اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

سوال:......کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......نفس جواز میں کوئی فرق نہیں، الخ۔

سوال:......شوہر بیوی کے خون کا باہم تبادلہ (ہوسکتا ہے یا نہیں)؟

الجواب:......شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں (داخل کرنا جائز ہے، اوراس طرح خون) داخل کرنے سے نکاح پر شرعا کوئی اثر نہیں پڑتا، الخ۔

(اعضاء انسانی کی پیوند کاری ص ۳۰/۲۹/۲۸۔ جواہر الفقہ ص ۴۹/۴۸/۴۷ ج ۷)

فقہ اکیڈمیوں کے فیصلے

آخر میں مناسب ہے کہ اس مسئلہ پر کئے گئے سیمینار کے فیصلے بھی نقل کردیئے جائیں۔

مکہ مکرمہ فقہ اکیڈمی کے فیصلے

(اول)......کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے اس دوسرے انسان کے جسم میں لگا دینا جو اس کا ضرورت مند ہو اپنی زندگی بچانے کے لئے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لئے جائز ہے، جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے، دوسری طرف عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے، جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے، بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں:

(۱)......عضو کے لینے سے اس کی عام زندگی کو نقصان پہنچانے والا ضرر نہ لاحق ہوتا ہو، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لئے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارہ نہیں کیا جائے گا، اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو

ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہوگا، جوشرعاناجائز ہے۔

(۲)......عضودینے والے رضا کار نے اپنی خواہش سے اور بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

(۳)......ضرورت مند مریض کے علاج کے لئے عضو کی پیوند کاری ہی طبی نقطۂ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

(۴)......عضو لینے اور عضو لگانے کے عمل کی کامیابی غالبًا یا عادۃً یقینی ہو۔

(دوم):......مندرجہ ذیل حالتیں بدرجۂ اولی جائز شمار کی جائیں گی:

(۱)......کسی مردہ انسان کا عضو دوسرے ضرورت مند انسان کے تحفظ کے لئے حاصل کیا جائے، بشرطیکہ جس کا عضولیا جارہا ہے وہ مکلّف ہو اور اپنی زندگی میں اس کی اجازت دے چکا ہو۔

(۲)......کسی مطلقا ماکول اللحم اور ذبح شدہ جانور یا بوقت ضرورت دوسرے جانور کا عضو کسی ضرورت مند انسان میں پیوند کاری کے لئے لیا جائے۔

(۳)......انسانی جسم سے کوئی حصہ لینا تا کہ اسی انسان کے جسم میں پیوند کاری کی جائے، مثلا: کھال یا ہڈی کا کوئی ٹکڑا لے کر جسم کے کسی دوسرے مقام پر بوقت ضرورت لگایا جائے،

(۴)......معدنی یا کسی اور دھات کے مصنوعی ٹکڑے کو کسی مرض کے علاج کے لئے انسان کے جسم میں لگایا جائے، جیسے جوڑوں اور قلب کے والو وغیرہ کے لئے استعمال کیا جائے۔

یہ چاروں حالتیں سابقہ شرائط کے ساتھ اکیڈمی کی رائے میں جائز ہیں۔

(مکہ فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے ص۱۶۵/۱۶۶۔ط: ایفا پبلیکیشنز، انڈیا)

اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے فیصلے

(۱)......کسی زندہ انسان کے عضو کو منتقل کرنا۔

(۲)......کسی مردہ انسان کے عضوکومنتقل کرنا

(۳)......جنین کے عضوکومنتقل کرنا۔

پہلی صورت:......یعنی -کسی زندہ انسان کے عضوکومنتقل کرنا- درج ذیل طریقوں سے ہوسکتا ہے:

(الف)......کسی انسان کے ایک عضوکو لے کراسی انسان کے جسم میں دوسرے مقام پر پیوند کاری کی جائے، جیسے کھال، پٹھوں، ہڈیوں، وریدوں اورخون وغیرہ کی جسم کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کومنتقلی اوراس کی پیوند کاری۔

(ب)......-کسی زندہ انسان کے عضو کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری- اس صورت میں اس عضو کی دو میں سے ایک حیثیت ہوسکتی ہے: یا تو اس پر زندگی کا دار و مدار ہوگا، یااس پرزندگی کاانحصارنہیں ہوگا۔

اگراس پر زندگی کا انحصار ہےتو یا تو وہ تنہا ہوگا یا جوڑا،تنہا کی مثال قلب اورجگر، اور جوڑے کی مثال گردہ اورپھیپھڑے ہیں۔

اگراس پرزندگی کا انحصارنہیں ہوتو یا تو وہ جسم کا کوئی بنیادی کام انجام دیتا ہوگا یانہیں؟ اور یا تو وہ خودبخود از سرنو تیار ہوتا رہتا ہوگا جیسے خون، یا ایسا نہیں ہوتا ہوگا، اور یا تو نسب و وراثت اورعمومی شخصیت پراس سے اثر پڑتا ہوگا، جیسے انڈادانی، اوراعصابی نظام کے خلئے، یااس کاان میں سے کسی چیز پراثرنہیں ہوگا۔

دوسری صورت:......کسی مردہ انسان کے عضوکومنتقل کرنا:

یہ بات ملحوظ رہے کہ موت کی دوحالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت: دماغی موت کہ دماغ کے سارے وظائف یکسر پورے طور پر بند ہوجائیں

اور طبی لحاظ سے ان کی واپسی ممکن نہ ہو۔

دوسری حالت: قلب اور تنفس اس طرح پورے طور پر رک جائیں کہ طبی طور پر دوبارہ بحال ہونا ممکن نہ ہو۔

ان دونوں حالتوں میں اکیڈمی کے تیسرے سمینار کی قرارداد کی رعایت ملحوظ رکھی جائے گی۔

تیسری صورت:......یعنی جنین کے عضو کو منتقل کرنا:

ایسے جنین سے استفادہ تین حالتوں میں ہوسکتا ہے:

(۱)......ایسے جنین جو خود بخود ساقط ہو گئے ہوں۔

(۲)......ایسے جنین جو کسی جرم یا طبی ضرورت کی بنا پر ساقط کئے گئے ہوں۔

(۳)......بچہ دانی سے باہر تیار شدہ لقیحے (بارآور شدہ نطفے)

شرعی احکام

اول:......کسی انسان کے جسم کا عضو اسی انسان کے جسم میں دوسری جگہ لگانا اس اطمینان کے بعد جائز ہوگا کہ پیوند کاری سے متوقع فائدہ اس پر مرتب ہونے والے نقصان سے زائد ہو، نیز اس کا مقصد کسی مفقود عضو کو وجود میں لانا، یا اس کی شکل کو بحال کرنا یا اس کے مقصود وظیفہ کو بحال کرنا، یا کسی عیب کی اصلاح یا کسی ایسی بدصورتی کا ازالہ ہو جو اس شخص کے لئے نفسیاتی یا جسمانی اذیت کا سبب بنتی ہو۔

دوم:......کسی انسان کا عضو (حصہ جسم) دوسرے انسان کے اندر منتقل کرنا ایسی صورت میں جائز ہوگا جبکہ وہ از خود تیار ہوتا رہتا ہو جیسے خون اور جلد، اس شرط کے ساتھ کہ دینے والا کامل اہلیت رکھتا ہو، اور معتبر شرعی شرائط ملحوظ رکھی گئی ہوں۔

سوم:......ایسا عضو جو کسی مرض کی وجہ سے جسم سے نکال دیا گیا ہو، اس کے کسی حصہ سے استفادہ دوسرے شخص کے لئے جائز ہے، مثلا کسی مرض کی وجہ سے کسی شخص کی آنکھ نکال دی گئی ہو تو اس آنکھ کے قرنیہ (پتیل) سے استفادہ۔

چہارم:......ایسا عضو جس پر زندگی کا دارومدار ہے جیسے قلب، اسے کسی زندہ انسان سے دوسرے انسان کے اندر منتقل کرنا حرام ہے۔

پنجم:...... کسی زندہ انسان کے ایسے عضو کا منتقل کرنا جس پر اگر اصل زندگی کا دارومدار تو نہ ہو لیکن اس کی عدم موجودگی سے زندگی کا ایک عضو بنیادی وظیفہ موقوف ہوجاتا ہو، یہ جائز نہیں ہے، جیسے دونوں آنکھوں کی قرنیوں کو منتقل کرنا۔ اگر اس کی منتقلی سے کسی بنیادی وظیفہ کا ایک حصہ متاثر ہوتا ہو تو اس کا حکم قابل غور ہے، جیسا کہ آگے (دفعہ:۸) میں آرہا ہے۔

ششم:...... کسی میت کا ایسا عضو کسی زندہ انسان کے اندر منتقل کرنا جائز ہے جس عضو پر زندگی کی بقا یا کسی بنیادی وظیفہ کی سلامتی منحصر ہو، بشرطیکہ خود میت نے اپنی موت سے پہلے یا اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ نے، اگر میت کی شناخت نہ ہو یا لاوارث ہو تو مسلمانوں کے سربراہ نے اس کی اجازت دی ہو۔

ہفتم:...... یہ بات واضح رہے کہ جن صورتوں میں اعضاء کی منتقلی کے جواز پر اتفاق ہوا ہے، وہ اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ ان اعضاء کا حصول خرید وفروخت کے بغیر ہوا ہو، کیونکہ کسی بھی حال میں اعضاء انسانی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

البتہ استفادہ کرنے والے کا مطلوبہ عضو کے حصول کے لئے بوقت ضرورت یا اعزاز و انعام کے طور پر مال خرچ کرنا محل غور ہے۔

ہشتم:......مذکورہ حالات اور صورتوں کے علاوہ وہ تمام صورتیں جو اس موضوع سے تعلق رکھ

سکتی ہیں وہ سب محل نظر ہیں، طبی تحقیقات اور شرعی احکام کی روشنی میں ان پر آئندہ سمینار میں غور وفکر کی ضرورت ہے، واللہ اعلم۔

(انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے ص ۱۱۸/۱۱۹/۱۲۰۔ ط: ایفا پبلیکیشنز، انڈیا)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے

()......کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے:

(الف)......غیر حیوانی اجزاء کا استعمال۔

(ب)......ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال جن کا کھانا شرعا جائز ہے اور جو بطریقۂ شرعی ذبح کئے گئے ہوں۔

(ج)......جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے جن کا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریق شرعی ذبح نہیں کئے گئے ہیں، تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال جائز ہے۔

اور اگر جان یا عضو کی ہلاکت کا شدید خطرہ نہ ہو تو خنزیر کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں۔

(۲)......اسی طرح ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں بوقت حاجت استعمال کیا جانا جائز ہے۔

(۳)......اعضاء انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

(۴)......اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو

قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اورسوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورانہیں کرسکتا، اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضوانسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضوانسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضوانسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت‘ مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضوانسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

(۵)......اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے، اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔

(۶)......اگر کسی شخص نے ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوند کاری کے لئے استعمال کئے جائیں، جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے، از روئے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جاسکتا اور ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص ۲۰۹/۲۱۰۔ط: اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۹/رجب المرجب، ۱۴۳۸ھ، مطابق: ۱۶/اپریل ۲۰۱۸ء،

پیر

اخبار الزلزلہ

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

تحقیق وحواشی واضافہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض محشی

الحمد لله الذی یصیب برحمته من عباده وهو الکبیر المتعال ، ویعذب من یشاء من عباده ما لهم من دونه ولی ولا وال ، والصلوة والسلام علی سید الانبیاء ما تعاقب اللیال ، وعلی آله واصحابه اولی الفضل والکمال ،

استرجاع امت محمدیہ کی خصوصیت ہے

امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت استرجاع ہے ،یعنی مصائب و تکالیف کے وقت ﴿ انا لله وانا الیه راجعون ﴾ پڑھنا،جیسا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ:

''استرجاع تمام امتوں میں اس امت کے سوا کسی اورکو عطانہیں ہوئی ،اگر عطا ہوتی حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا ہوتی ،تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے استرجاع کی جگہ''ہائے افسوس'' کہا''۔[۱]

۲۶؍جنوری کی صبح

ہمیں قرآن کریم اوراحادیث نبویہ نے یہی تعلیم دی ہے کہ ہر مصیبت کے وقت ''انا للہ'' کا جملہ زبان پر ہو۔

۲۶؍جنوری ۲۰۰۱ء کی صبح صوبۂ گجرات کے باشندوں پر وہ عظیم مصیبت لے کرآئی جس نے پوری انسانیت کے قلوب کو بے چین کردیا ،اس مصیبت عظیمہ کے وقت مؤمن کے لئے استرجاع کے ورداور رضا بر قضا کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

---

[۱]......مجالس الابراراردو ص۲۹۴،مجلس ۳۷۔

چند لمحوں میں کیا ہو گیا

چند دنوں نہیں، چند گھنٹوں پہلے کس کے تصور میں تھا کہ آباد شہر و بستیاں یکا یک ویرانی میں تبدیل ہو جائیں گی۔ مکانات مع مکینوں کے زمین کی غذا بن جائیں گے۔ فلک بوس مضبوط عمارتیں ریزوں کے مانند بکھر جائیں گی، مگر ایسا ہوا کہ سکنڈوں میں بھیانک زلزلہ نے کئی علاقوں کو تہس نہس کر دیا۔ آبادی سے بھری ہوئی بستیاں شہر خموشاں میں تبدیل ہو گئیں۔

﴿وما انتم بمعجزین فی الارض﴾

اس حیرت انگیز ترقی یافتہ دور میں جب کہ اہل سائنس و ماہرین فلکیات کی تحقیقات اپنے عروج پر پہنچ گئی ہیں، کیا ان کے پاس زلزلہ کی پیش گوئی یا اس سے بچنے کی تدبیر ہے؟

﴿ وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء وما لکم من دون الله من ولی ولا نصیر﴾ ۔[۱]

دین اسلام کی وسعت

دین اسلام کی جامعیت دیکھئے! اس کی تعلیم میں وہ وسعت کہ تلاش کرو تو ہر چیز مل جائے۔ زلزلہ کے متعلق بھی اسلام نے ہمیں بتایا کہ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے؟

---

[۱]......سورۂ عنکبوت، آیت ۲۲۔

ترجمہ:......اور نہ تم زمین میں (چھپ کر خدا کو) ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر) اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔

رسالہ کی اشاعت کا سبب

۲۶ر جنوری کے عظیم المیہ سے زلزلہ کے موضوع پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہوا تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے رسالہ ''اخبار الزلزلہ'' کی تلاش کی۔ ہمیشہ کی طرح رفیق محترم مفتی محمد یوسف ساچا صاحب مدظلہ کے کتب خانہ سے موصول ہوئی۔[۱] پہلے خیال تھا کہ اس کے مطالعہ سے ایک مضمون تیار کروں گا، مگر دوران مطالعہ خیال آیا کہ اسی رسالہ پر کچھ تحقیق واضافہ کر کے شائع کر دیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت رحمہ اللہ کے رسالہ میں حوالجات کی نشاندہی کی گئیں۔ آیات کا ترجمہ وحوالہ دیا گیا۔ جہاں آیات کا اشارہ تھا ان آیات کو مع ترجمہ کے نقل کر دیا اور آیات کا ترجمہ بھی حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ ہی سے لیا گیا۔ جہاں صرف حدیث پاک کا ترجمہ تھا وہاں عربی متن کو بھی نقل کر دیا گیا۔ بعض جگہ پر عنوان بھی لگایا گیا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کے رسالہ کے اختتام پر اضافہ کے عنوان سے چند احادیث، اپنے اکابر کے فتاوی اور زلزلوں کی تاریخ وغیرہ چند چیزیں بڑھادی گئیں، آخر میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کا ایک مضمون بھی'' خاتمہ'' کے عنوان سے شامل کیا گیا۔ اللہ تعالی اس حقیر محنت کو قبول فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مطابق ۱۹ر اپریل ۲۰۰۱ء، بروز جمعرات

---

[۱]...... جہاں کثیر تعداد میں کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہیں۔ راقم کے خیال میں برطانیہ میں شاید ہی کسی کے پاس اتنی مقدار میں کتابیں ہوں۔ وقتاً فوقتاً وہیں سے راقم کتاب لاکر مطالعہ کرتا ہے۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا وصلوۃ دائمین متواترین

منگل کے روز ۲۸؍محرم ۱۳۲۳ھ کواور معمولی زلزلوں سے زیادہ زلزلہ ان اطراف میں محسوس ہوا جس کے متعلق حسب عادت لوگوں نے مختلف خیالات وحکایات جن میں اکثر غلط اور بے سند تھیں بیان کرنا شروع کیں۔

بعضوں نے زبانی کچھ باتیں اس کے متعلق مثل اسباب ومصالح وغیرہا دریافت کیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ کو شریعت سے جس قدر تعلق ہے ایسے احکام و مضامین کو مختصر قلمبند کردیا جاوے تاکہ ناواقف بھی واقف ہوکر علماً وعملاً منتفع ہوں، اور حسب تعداد مضامین متعدد فصول پر اس کو مرتب کیا گیا، وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

از: حکیم الامت رحمہ اللہ

پہلی فصل

زلزلہ کی علت متقدمہ یعنی سبب کیا ہے؟ اور اس کی حکمت متاخرہ یعنی مصلحت کیا ہے؟

ارشاد نبوی ﷺ

ابن ابی الدنیا نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ:

ایک بار جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین کو زلزلہ ہوا، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ٹھہر جا! ابھی وہ وقت نہیں آیا (یہ انشاء بمعنی خبر کے ہے، [۱] یعنی چونکہ قیامت کا وقت نہیں آیا، اس لئے اس کو سکون ہو جاوے گا) پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا: تمہارا پروردگار تم سے توبہ چاہتا ہے، سو تم توبہ کرو۔[۲]

فائدہ:......اس سے علت بھی معلوم ہوگئی کہ بندوں کے گناہ ہیں، اور حکمت بھی معلوم ہوگئی کہ تنبیہ کرنا اور توبہ کی تحریک کرنا ہے۔

ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم

حدیث مذکور کا تتمہ ہے کہ: ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں پھر زمین کو

---

[۱]...... چونکہ اس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال نہیں، اس لئے انشائیہ کی اس قسم کو انشاء بصورت خبر کہتے ہیں۔ اصل میں ''اسکن'' امر جملہ انشائیہ کی قسم ہے۔

[۲]......وذكر ابن ابى الدنيا حديثا مرسلا : ان الارض تزلزلت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع يده عليها ثم قال: اسكن ! فانه لم يأن لک بعد ، ثم التفت الى اصحابه ، فقال: ان ربكم ليستعتبكم (أى يطلب منكم ان ترضوه بالرجوع اليه فاعتبوه)۔

(الجواب الكافى لمن سأل عن دواء الشافى ص۴۲)

زلزلہ آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ۱؎

اے لوگو! اس زلزلہ کی صرف وجہ یہ ہے کہ تم نے کوئی نیا گناہ کیا ہے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ پھر ہوا تو میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں رہوں گا۔۲؎

فائدہ:......یعنی اور کہیں جا کر رہوں گا۔

اور یہی مضمون باختلاف بعض الفاظ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، مدینہ میں زلزلہ ہونا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد۔۳؎

اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

وہ اور ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس شخص نے عرض کیا اے ام المؤمنین! ہم سے زلزلہ کے متعلق کوئی بات کہئے! آپ نے فرمایا کہ:

جب لوگ زنا کو مباح فعل کی طرح کرنے لگیں، اور شرابیں پینے لگیں، اور ڈھولک سارنگی بجانے لگیں، اس وقت حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا ہلا ڈال، اگر توبہ کرلی اور باز آگئے تو خیر، ورنہ (اس سرکشی کا مقتضا یہ ہے کہ) ان پر (عمارتیں) گرادی جاویں۔

اس شخص نے عرض کیا کہ بطور عذاب اور سزا کے ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اہل ایمان کے لئے نصیحت اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے عقوبت اور عذاب اور غضب ہے۔

۱؎...... یہ زلزلہ ۲۰ھ میں آیا۔ (کتاب المدهش لابن جوزی۔ کشکول ص۱۹۴)

۲؎......ثم تزلزلت علی عهد عمربن الخطاب ، فقال : ایها الناس ما کانت هذه الزلزلة الا عن شئی احدثتموه ، والذی نفسی بیده لئن عادت لا اساکنکم فیها ابدا۔(الجواب الکافی ص۴۲)

۳؎......وذکر الامام احمد عن صفیة قالت : زلزلت المدینة علی عهد عمر ، فقال : ما هذا ؟ ما اسرع ما احدثتم لئن عادت لا تجدونی فیها۔(الجواب الکافی ص۴۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے ایسی کوئی حدیث نہیں سنی جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی ہو جس قدر اس حدیث سے ہوئی۔ ا؎

ان ارشادات سے بھی وہی علت یعنی معاصی عباد اور وہی حکمت یعنی تحریک توبہ ثابت ہوئی، اور یہ بات محدثین کے نزدیک ٹھہری ہوئی ہے کہ اگر صحابی کوئی ایسی بات کہے جو قیاس اور عقل سے ادراک نہیں کی جاسکتی تو اس کو یہی سمجھا جاوے گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اور ایسی حدیث کو مرفوع حکمی کہتے ہیں۔ ۲؎ اور ظاہر ہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے، پس گویا اس معنی کر یہ بھی ارشاد نبوی ﷺ ہی ہوا۔ ۳؎

ارشادات تابعین رحمہم اللہ

ابن القیم محدث رحمہ اللہ رسالہ ''الجواب الکافی'' میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے (جو کہ خلیفۂ وقت تھے) بلاد و امصار میں لکھ بھیجا کہ:

ا؎.....وذکر ابن ابی الدنیا عن انس بن مالک ،انه دخل علی عائشة هو و رجل آخر، فقال لها الرجل : یا ام المؤمنین ! حدثینا عن الزلزلة ، فقالت : اذا استباحوا الزنا وشربوا الخمور وضربوا بالمعازف غار الله عز وجل فی سمائه ، فقال للارض : تزلزلی بهم ، فان تابوا ونزعوا، والا اهدمها علیهم ، قال : یا ام المؤمنین ! أعذابا لهم ؟ قالت : بلی موعظة و رحمة للمؤمنین ونکالا وعذابا و سخطا علی الکافرین ، فقال انس : ما سمعت حدیثا بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اشد فرحا منی بهذا الحدیث۔(الجواب الکافی ص۴۱)

۲؎.....دیکھئے! ''تحفة الدرر شرح نخبة الفکر'' ص۴۸۔

۳؎.....زلزلہ کے وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں زلزلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا رب تم سے توبہ چاہتا ہے۔

زلزلہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زلزلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا جس سے زلزلہ رک گیا۔ (زلزلہ کیا ہے ص۱۸)

’’بعد حمد صلوۃ کے جان لینا چاہئے کہ یہ زلزلہ ایک ایسی شئی ہے کہ حق تعالی اپنے بندوں پر اس سے اپنا عتاب ظاہر فرما کر ان سے توبہ کرانا چاہتا ہے‘‘۔ ۱؎

اور نیز محدث موصوف نے حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے جو کہ علماء اہل کتاب سے بڑے عالم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مشرف باسلام ہوئے ۲؎ نقل کیا ہے کہ زمین کو زلزلہ اس وقت آتا ہے جب اس میں گناہ زیادہ ہونے لگتے ہیں تو وہ خوف سے تھرا اٹھتی ہے کہ حق تعالی ان گناہوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ۳؎

ان ارشادات سے بھی وہی علت اور وہی حکمت معلوم ہوئی، اور احقر نے ایک معتبر مقام پر جس کی تعیین اور یہ بات کہ کس کا ارشاد ہے حافظہ سے اس وقت نکل گئی یہ روایت دیکھی ہے کہ: اللہ تعالی نے زمین کے اندر کچھ رگیں بنائی ہیں، جس کو زمین کی طناب کہنا چاہئے اور وہ ملائکہ کے ہاتھوں میں ہیں، جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو اللہ تعالی فرشتوں کو حکم کردیتے ہیں کہ فلاں حصہ زمین کی رگ کھینچ لے، چنانچہ اس کے کھینچنے سے زمین ہلنے لگتی ہے۔

رفع اشتباہ

کسی شخص کو یہ شبہ نہ ہو کہ حکماء وفلاسفہ نے اس کی علت کچھ بیان کی ہے کہ زمین کے

۱؎......وکتب عمر بن العزیز الی امصار : اما بعد ! فان ھذا الرجف شئی یعاقب اللہ عز وجل بہ العباد۔(الجواب الکافی ص۴۱)

۲؎......کعب احبار کے حالات کے لئے دیکھئے! ’’سیر الصحابہ‘‘ (تابعین کرام) ص ۱۴۷ ج ۷۔ ’’علوم القرآن‘‘ ص ۳۴۸۔ ’’مقالات الکوثری‘‘ ص ۳۳/۳۴، مقالہ ’’کعب الاحبار والاسرائیلیات۔

۳؎......وقال کعب : انما زلزلۃ الارض اذا عمل فیھا بالمعاصی فترعد فرقا من الرب عز و جل ان یطلع علیھا۔(الجواب الکافی ص۴۲)

اندر بخارات کثیرہ محتبس ہو جاتے ہیں اور وہ دفعۃً نکلنا چاہتے ہیں، اگر مسام زمین کے تنگ ہوئے تو ان کی حرکت سے زمین حرکت کرنے لگتی ہے۔ بعضے ان بخارات کی علت اجزائے ناریہ کو بتلاتے ہیں جو کوہ آتش فشاں [۱] کے گرد و پیش مجتمع ہو جاتے ہیں۔ اور بعض آثار طبعیہ سے اسی کا علت ہونا صحیح بھی ثابت ہوتا ہے۔[۲]

رفع اس شبہ کا یہ ہے کہ اس میں کوئی امتناع و استبعاد نہیں کہ ایک مسبب کے متعدد اسباب ہوں۔ بعضے اسباب قریبہ اور بعضے اسباب بعیدہ، یعنی اسباب الاسباب، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو کوئی غصہ آور بات کہہ دی گئی اس کو غصہ سے حرارت کا اشتعال ہوا اور دماغ اس سے ماؤف ہو کر سرسام ہو کر مرگیا تو اس ہلاکت کا سبب سرسام [۳] کو کہنا بھی صحیح ہے اور اشتعال حرارت کو بھی اور غصہ کو بھی اور سبب اول یعنی اس بیجا کلمہ کو بھی۔ ان

---

[۱]...... جہاں جہاں (زمین میں) ٹوٹے ہوئے چھلکے کی دراڑیں گذرتیں ہیں وہاں جب کبھی خلا پیدا ہوتا ہے تو نیچے سے گرم لاوا باہر نکلنا شروع ہو جاتا ہے، وہاں آتش فشاں فوارے نکلتے ہیں اور اس کے دہانے کے پاس مٹی، پتھر، لاوا وغیرہ جمع ہو کر پہاڑ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس کو ”آتش فشاں“ پہاڑ کہتے ہیں۔ (فلکیات جدیدہ ص۴۱)

[۲]...... زمین کے ٹکڑے اندر کے پگھلے ہوئے مادے پر تیر رہے ہیں، اور آہستہ آہستہ حرکت بھی کرتے ہیں، اندر کا مادہ کسی اندرونی ہیجان کی وجہ سے تیز حرکت کرنے لگتا ہے، تو اوپر کے تیرتے ہوئے چھلکے کو بھی ہلا دیتا ہے۔ زمین کے ہلنے کی وجہ یہی بتائی جاتی ہے اور اسی کو عام فہم میں زلزلہ کا نام دیا جاتا ہے۔ جس براعظم کے نیچے مادہ زیادہ ہلتا وہاں زلزلہ زیادہ آتا ہے، اور جس براعظم کے نیچے مادہ کم ہلتا ہے وہاں زلزلہ کم آتا ہے۔ اس براعظم کے ہلنے سے زمین کے دوسرے حصوں میں بھی جھٹکے محسوس ہوتے ہیں۔ ان مقامات پر جہاں دراڑیں گذرتیں ہیں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں۔ جاپان میں زمین کے چھلکوں کے دو پلیٹ ملتے ہیں، اور وہ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، اس لئے جاپان میں زلزلہ اور ملکوں کی بنسبت زیادہ آتا ہے۔ (فلکیات جدیدہ ص۴۳)

[۳]...... سرسام: ایک بیماری جس سے دماغ میں ورم آجاتا ہے۔ (فیروز اللغات ص۷۹۵)

میں باہم کوئی تعارض نہیں، البتہ جو شخص فن طب سے اصلا مس نہ رکھتا ہو وہ یہ سن کر کہ زید فلاں کلمہ دشنام [1] سے ہلاک ہوگیا اس مخبر کی گو وہ کیسا ہی صادق ہو صاف تکذیب کرے گا کہ یہ بالکل قیاس اور عقل سے دور ہے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اس اعتراض میں اسی کی غلطی ہے، مخبر حق بجانب ہے۔

اسی طرح جو لوگ طب روحانی سے ناواقف ہیں اور حق تعالی اور فاعلیت کو اور معاصی کے مضار وآثار کو اور مسببات واسباب خفیہ کی ارتباط کو نہیں جانتے وہ ان مضامین کو سن کر بلا سند و بلا حجت محض اپنی ناتمام رائے اور ناقص فہم سے تکذیب کر کے اس آیت کے مصداق بن جاتے ہیں: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيْلُهٗ﴾ [2]

پس اگر یوں کہا جاوے کہ کثرت معاصی سے حق تعالی ناخوش ہوتے ہیں، اور اس وقت زمین کو حرکت دینا چاہتے ہیں، اور اس کے لئے اجزائے ناریہ و بخارات کو پیدا کر کے ان واسطہ سے حرکت دے دیتے ہیں، اور ان عروق خفیہ کو بھی کھینچنے کا حکم دے دیتے ہیں جو مثل قوت کہربائیہ کے ابصار سے مستتر ہے، اور جس کے انکار و تکذیب میں فلاسفہ مشابہ عوام جہلاء منکرین افعال عظیمہ وقت کہربائیہ کے ہیں، پس سبب حقیقی اول معاصی ہوں اور سبب ظاہری وقریب و بخارات وغیرہ ہوں تو میں کہتا ہوں کہ اس طرح قائل ہونے سے کون امر مانع ہے؟ یا اس میں کون سا محال خلاف عقل لازم آتا ہے؟ اور محض یہ کہہ کر انکار کر دینا کہ سمجھ میں نہیں آتا نہایت ہی انصاف اور عقل سے بعید ہے۔

---

[1]...... دُشنام: گالی، گالی گلوچ۔ (فیروز اللغات ص ۶۲۹)

[2]...... سورۂ یونس، آیت ۳۹ پارہ ۱۱۔

ترجمہ:...... بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح وسقیم ہونے) کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔

کیا جس شخص نے ریل چلتی نہ دیکھی ہو اور آپ اس سے یہ کہیں کہ ایک مرکب اس طرح کا بلا توسط مواشی کے چلتا ہے اور تیز چلتا ہے اور اتنے آدمیوں اور اسباب کو کھینچ لیتا ہے، اور وہ شخص یہ کہہ کر انکار کرے کہ سمجھ میں نہیں آتا، کیا آپ اس کو جاہل ضدی نہ سمجھیں گے؟ ع

پس آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند [1]

کو پیش نظر رکھ کر اس عادت کو آپ چھوڑ دیں۔

اور یا یوں آسانی سے سمجھ لیجئے کہ زلزلہ کی علت گاہے اسباب طبعیہ ہوتے ہوں اور گاہے اسباب شرعیہ ہوتے ہوں۔ شریعت جب غایت انصاف سے علت طبعیہ کی تکذیب نہیں کرتی تو کیا فلسفہ کا یہی انصاف ہے کہ وہ بلا وجہ اس علت شرعیہ کو جزائے تکذیب دے۔

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ: ’’اس زلزلہ کی صرف یہ وجہ ہے‘‘ اس زلزلہ خاصہ پر محمول ہوسکتا ہے، مطلق زلزلہ مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ بیان علت میں شریعت اور فلسفہ متعارض نہیں۔ رہا بیان حکمت اس سے فلسفہ کوئی تعرض نہیں کرتا نہ اثباتا نہ نفیا، اس لئے اس میں تعارض کا شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔

---

[1] ......پس جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتے ہو دوسروں کے لئے پسند نہ کرو۔

حدیث شریف میں ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (بخاری ص۶ ج۱، باب من الایمان ان یحب لاخیہ)

ترجمہ:......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

غلط عقیدہ کہ گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ آتا ہے

تنبیہ:...... یہ مشہور کہ گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ ہوتا ہے، کوئی معتبر روایت اس میں ثابت نہیں، اس لئے یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔ [1]

دوسری فصل

اگلی امتوں کو زلزلہ سے سزائے معصیت

بعض پہلی امتوں کو زلزلہ سے سزائے معصیت ہو چکی ہے، چنانچہ سورۂ اعراف میں قوم

---

[1]...... ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ومنها : ان يكون الحديث مما تقوم الشواهد الصحيحة على بطلا نه:.....هذا حديث:

ان الارض على صخرةٍ ، والصخرة على قرن ثَور ، فاذا حرَّک الثورُ تحرَّکتِ الصخرةُ فتحَرَّکتِ الارضُ ، وهی الزلزلةُ۔

قلت : قد اخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابن عباس قال : خلق الله جبلا یقال له '' قاف '' محیط بالعالَمِ ،وعُرُوقُهُ الی الصَّخْرَةِ التی علیها الارض، فاذا اراد الله ان یُزلزل قریة امر ذلک الجبل ، فحرَّکَ العِرَق الذی یلی تلک القریة فیُزَلْزِلُها ویحرِّکها ،فمن ثَمَّ تتحرَّک القریة دُون القریة۔(الموضوعات الکبری ص۳۲۱،رقم الحدیث۱۲۲۹)

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''زمین ایک پتھر پر رکھی ہوئی ہے، اور وہ پتھر ایک بیل کے سینگ پر رکھا ہوا ہے، جب وہ بیل اپنا سر ہلاتا ہے تو صخرہ (پتھر) ہل جاتا ہے اور زمین میں زلزلہ پڑ جاتا ہے۔

یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایسا ارشاد فرمایا ہے، البتہ بعض بہت ہی ضعیف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، مگر خود حضور ﷺ کی طرف اس کو نسبت کرنا ہرگز درست نہیں۔ (نا قابل اعتبار روایات ص۲۱، حدیث نمبر۱)

صفحہ: ۳۲/ پر حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک فتوی بھی اس کے متعلق نقل کیا گیا ہے، ناظرین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

ثمود کے ذکر میں اور اہل مدین کے قصہ میں ﴿فاخذتهم الرجفة﴾ [۱] آیا ہے۔

اور قوم لوط کی بستیوں کا الٹ جانا کئی جگہ قرآن میں مذکور ہے۔ [۲] اور ظاہر ہے کہ الٹنے سے پہلے حرکت اور زلزلہ لازمی ہے۔

اور حضرت موسی علیہ السلام کے ہمراہ جو بنی اسرائیل کوہ طور پر گئے تھے اور کچھ گستاخانہ کلمات کہے تھے ان کے قصہ میں ﴿ فلما اخذتهم الرجفة﴾ [۳] آیا ہے۔

۱...... پوری آیت یہ ہے: ﴿ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴾۔ (سورۂ اعراف/۷۸و۹۱)
ترجمہ:...... پس آ پکڑا ان کو زلزلے نے، سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔

۲...... چند آیات یہ ہیں:

(۱)......﴿ فَلَمَّا جَاۤءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ، مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّکَ ﴾۔ (سورۂ ھود، آیت نمبر: ۸۲)

ترجمہ:...... سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا۔

(۲)......﴿ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ﴾ الخ۔ (سورۂ حجر، آیت نمبر: ۷۳)

ترجمہ:...... پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آدبایا۔

(۳)......﴿ وَقَضَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ ذٰلِکَ الۡاَمۡرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَاۤءِ مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ﴾۔ (سورۂ حجر، آیت نمبر: ۶۶)

ترجمہ:...... اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جاوے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جاویں گے)۔

۳...... اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ: حضرت موسی علیہ السلام نے تورات بنی اسرائیل کو دی تو کہنے لگے کیسے ہم یقین کریں کہ یہ اللہ تعالی ہی کا کلام ہے؟ اس پر موسی علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ ان کے منتخب ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لے آؤ! ہم ان سے خود کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں۔ حسب وعدہ یہ کلام براہ راست سنا تو کہنے لگے ہمیں کیا معلوم کہ یہ واقعی اللہ تعالی کی آواز ہے؟ اس ہٹ دھرمی پر اللہ کا عذاب زلزلہ آیا۔ اسی کو بیان فرمایا: ﴿ وَاخۡتَارَ مُوۡسٰى قَوۡمَهٗ سَبۡعِيۡنَ رَجُلًا لِّمِيۡقَاتِنَا فَلَمَّاۤ اَخَذَتۡهُمُ

اور قارون کا زمین میں دھنس جانے کا ذکر قرآن میں ہے۔ [۱] اور یقینی ہے کہ دھنسنے سے پہلے بھی حرکت ضروری ہے۔غرض ان لوگوں پر زلزلہ کا عذاب آنا ثابت ہے۔

تیسری فصل

کثرت زلازل علامات قیامت سے ہے

مشکوۃ’’باب اشراط الساعة ‘‘میں حضرت عبداللہ بن حوالہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث طویل میں فرمایا کہ:

’’جب خلافت اسلامیہ ملک شام میں آجاوے، تو اس وقت زلزلوں اور فتن اور واقعات عظیمہ کا قرب ہوگا، اور قیامت اس روز بہت قریب رہ جائے گی‘‘۔روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد اور حاکم نے۔ [۲]

اور نیز باب مذکور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ

الرَّجْفَةُ﴾ الخ۔(سورۂ اعراف، آیت نمبر:۱۵۵)

ترجمہ:......اور موسی (علیہ السلام) نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین پر لانے کے لئے منتخب کئے تھے سو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آ پکڑا۔

[۱]......﴿ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ﴾۔(سورۂ قصص، آیت نمبر:۸۱)

ترجمہ:......پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرا کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسادیا۔

﴿ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ﴾۔(سورۂ عنکبوت، آیت نمبر:۴۰)

ترجمہ:......اور ان میں سے بعضوں کو ہم نے زمین میں دھنسادیا۔

[۲]......یا ابن الحوالة ! اذا رأيت الخلافة قد نزلت الارض المقدسة ، فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام ، والساعة يومئذ اقرب من الناس يدى هذه الى رأسک۔(مشکوۃ ص ۴۷۰)

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب فلاں فلاں عمل ہونے لگیں، ان میں یہ امور بھی فرمائے کہ:

’’امانت کو لوگ لوٹ کا مال سمجھنے لگیں، اور زکوۃ کو جرمانہ سمجھیں، اور دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنے لگیں، اور بی بی کا کہنا مانیں ماں کا نہ مانیں گے، اور دوستوں سے علاقہ بڑھاویں اور باپ سے گھٹاویں، اور مسجدوں میں بیہودہ باتیں کرنے لگیں، اور سرداری اور حکومت ایسوں کو ملے جو فاسق وفاجر ہوں، اور گانے بجانے کا خوب چرچہ ہو، اور شرابیں کثرت سے پی جانے لگیں، اور پہلے بزرگان دین پر تبرا اور گستاخی ہونے لگے، تو ایسے وقت ان چیزوں کے منتظر رہو: سرخ آندھیاں، اور زلزلہ، اور زمین میں دھنس جانا، اور بہت سی بڑی بڑی ہیبت ناک باتیں‘‘۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ [۱]

اس حدیث سے فصل اول کے مضمون در باب تحقیق علت کی بھی تائید ہوتی ہے اور خاص قیامت کے دن زلزلہ شدید کا ہونا قرآن میں کئی مقام پر مذکور ہے۔ [۲]

---

[۱]......عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا اتُّخِذَ الفئُ دِوَلاً والامانة مغنما ، والزكوة مغرما ، وتُعُلِّمَ الدين لغير الدين ، واطاع الرجل امرأته وعق امه ، وادنى صديقه واقصى اباه ، وظهرت الاصوات فى المساجد ، وساد القبيلة فاسقهم ، وكان زعيم القوم ارذلهم ، واُكْرِمَ الرجل مخافة شره ، وظهرت القَيْنَات والمعازف ، وشُرِبَت الخمور، ولعن آخر هذه الامة اولها ، فارتقبوا عند ذلك ريحا حمراء ' وزلزلة ' وخسفا ' ومسخا ' وقذفا ' وآيات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع ، رواه الترمذى۔

(مشکوۃ ص۴۷۰، باب اشراط الساعة ، الفصل الثانی)

[۲]......مثلاً سورۂ حج کی پہلی آیت: ﴿ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْم ﴾۔

ترجمہ:...... یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔

سورۂ زلزال کی پہلی آیت: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴾۔

ترجمہ:...... جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔

چوتھی فصل

زلزلہ کے وقت کیا کرنا چاہئے؟

فصل اول کی چند روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ توبہ کرنا چاہئے۔ اس فصل میں جو عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا خط تھا اس کا تتمہ یہ بھی ہے:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا مکتوب گرامی

فلاں تاریخ فلاں مہینہ میں سب آدمی باہر میدان میں جاویں، اور جس کو گنجائش ہو خیرات بھی کریں، کیونکہ حق تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی﴾ [1] (''تزکی'' کو زکوۃ سے لیا ہے) اور یہ دعائیں کرو:

حضرت آدم علیہ اسلام کی دعا:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [2]

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

﴿وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِی اَکُن مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [3]

حضرت یونس علیہ السلام دعا:

---

[1]...... ترجمہ: بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خبائث عقائد و اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ (سورۂ اعلی، آیت نمبر: ۱۴و۱۵)

[2]...... سورۂ اعراف آیت ۲۳۔

ترجمہ:...... دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

[3]...... سورۂ ھود، آیت ۴۷۔

ترجمہ:...... اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [۱]

ختم ہوا مضمون خط کا۔[۲]

نوافل ودعا کا اہتمام کریں

اور درمختار ''کتاب الکسوف''میں ہے:

'' وان لم یحضر الامام للجمعة صلی الناس فرادی فی منازلهم (أو فی مساجدهم ، شامی) کالخسوف والریح الشدیدة والظلمة القویة نهارا ، والضوء القوی لیلا والفزع الغالب، ونحو ذلک من الآیات المخوفة کالزلازل والصواعق والثلج والمطرالدائمین ، وعموم الامراض، ومنه الدعاء برفع الطاعون''۔[۳]

حاصل یہ کہ جب ہولناک واقعات پیش آویں تو اپنے اپنے گھروں میں یا مساجد میں بلا جماعت اپنے طور پر نوافل پڑھیں (باستثنائے اوقات مکروہہ) مثلا: چاند گہن ہو، یا سخت آندھی آوے، یا دن کو تاریکی ہوجاوے، یا رات کو تیز روشنی ہوجاوے، یا زلزلہ ہو، یا کڑک بجلی ہو، یا برف اور بارش کی حد سے زیادہ کثرت ہو، یا بیماریاں پھیل جاویں جس میں طاعون بھی داخل ہے۔

اور'' رد المحتار ''میں ہے:'' وان شاؤوا دعوا ولم یصلوا والصلوة افضل '' ۔[۴]

یعنی صرف دعا بھی کافی ہے، لیکن نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔مأخذ اس کا یہ حدیث ہے:

---

[۱]......سورۂ انبیاء، آیت ۸۷۔

ترجمہ:......آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں، میں بیشک قصوروار ہوں۔

[۲]......الجواب الکافی ص۴۲۔

[۳]......شامی ص۶۸و۶۹ ج۳، مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة۔

[۴]......شامی ص۶۹ ج۳، مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة۔

" كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حزبه امر فزع الى الصلوة "۔ل

اوران سب میں کسوف شمس اور استسقاء میں جماعت ثابت ہے، باقی بلا جماعت ہیں۔

ان سب روایات سے چند آداب ایسے امور کے وقوع کے وقت ثابت ہوئے:

(۱)......توبہ کرنا، اوراس میں وہ آیات بھی پڑھنا بہتر ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے خط میں لکھی گئیں۔

(۲)......نفلیں پڑھنا۔

(۳)......دعا کرنا۔

(۴)......خیرات صدقہ کرنا۔

(۵)......اگر دل چاہے میدان میں جا کر گریہ وزاری کرنا۔

زلزلہ کے وقت اذان کا ثبوت نہیں

تنبیہ:......اور یہ جو عوام میں متعارف ہے کہ ایسے وقت میں اذانیں کہنے لگتے ہیں۔ دلائل شرعیہ سے اس کا کچھ ثبوت نہیں، اس بدعت کو ترک کرنا چاہئے۔۲

ل......"ابوداؤد شریف" میں یہ روایت اس طرح ہے: كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا حزبه امر صلى۔(ص۱۸۷، باب وقت قيام النبى صلى الله عليه وسلم من الليل)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

(فيض القدير شرح الجامع الصغير ص۱۵۳ج۵، رقم الحديث:۶۶۴۱)

۲......وهو (أى الاذان) سنة مؤكدة للفرائض .....ولا يسن لغيرها۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس عبارت کے تحت ان مواقع کا تذکرہ کردیا ہے جہاں اذان کا ثبوت ہے، اوران میں زلزلہ کو شمار نہیں کیا۔

(شامی ص۵۰ج۲، باب الاذان ، مطلب فى المواضع التى يندب لها الاذان فى غير الصلوة)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ "اغلاط العوام" میں تحریر فرماتے ہیں:

پانچویں فصل

زلزلہ سے حفاظت کرنا

''درمختار'' قبیل کتاب الفرائض میں ہے: **اخذته الزلزلة فی بیته ففر الی الفضاء لا یکره ، بل یستحب لفرار النبی صلی الله علیه وسلم من الحائط المائل** [۱]

یعنی زلزلہ کے وقت گھر سے میدان میں نکل آنا جائز بلکہ بہتر اور مستحب ہے۔[۲]

مسئلہ:......بعض کو طاعون میں اذان دیتے ہوئے دیکھا ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس پر حاشیہ میں تحقیق کرتے ہوئے مولانا عبداللہ طارق صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہی رائے'' فتاوی رشیدیہ'' میں بھی ظاہر کی گئی ہے، مگر مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ''السعایہ'' میں ''مسند فردوس للدیلمی'' کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں ہے کہ: ''جس آبادی میں بکثرت اذانیں ہوتی ہیں وہاں سردی کم ہوجاتی ہے''۔

مولانا لکھتے ہیں کہ: اس سے معلوم ہوا کہ دفع بلیات میں اذان کو دخل ہے، اور فرماتے ہیں کہ: یہی اصل ہے اس اذان کی جو ہمارے شہروں میں طاعون اور وباء کے موقعوں پر ایک جم غفیر کے ساتھ دی جاتی ہے، لیکن اس بدعت کی قرون اولی میں کوئی اصل نہیں ملتی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ کی نظر غالبا اس طرف نہیں گئی کہ اول تو دیلمی نے یہ روایت بلا سند لکھی ہے، جیسا کہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے مقاصد حسنہ میں کہا ہے۔ دوسرے یہ کہ سیوطی، سخاوی رحمہما اللہ وغیرہ نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ مزید دیکھئے! موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۶۲۔

(اغلاط العوام ص ۵۱)

[۱]......شامی ص ۴۸۸ ج ۱۰، مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة۔

[۲]......''فتاوی حقانیہ'' ص ۴۵۹ ج ۲، میں ہے:

''زلزلہ کے دوران چونکہ عمارتوں کے گرنے یا اور کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اور اپنی جان کی حفاظت کرنا بھی انسان پر لازم ہے، اس لئے ایسے اوقات میں گھروں سے باہر نکلنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے، کیونکہ نہ نکلنے کی صورت میں اپنی جان کو ہلاکت اور خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، جب کہ

آپ ﷺ کا جھکی ہوئی دیوار کے پاس سے ہٹ جانا

چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک جھکی ہوئی دیوار کے پاس سے ہٹ گئے تھے، اور احقر کو غالبا یاد پڑتا ہے کہ ''بخاری'' کی کتاب ''الادب المفرد'' میں یہ حدیث دیکھی ہے۔[۱]

اب اس تحریر کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالی ہم لوگوں کو اطاعت کی توفیق اور معاصی سے بچنے کی ہمت دے، اور سب معاصی سے درگذر فرماوے اور سب آفات و بلیات سے محفوظ رکھے، آمین، **یا رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔**

کتبہ اشرف علی

یوم الجمعۃ، غرہ [۲] صفر ۱۳۲۳ھ

....

اللہ تعالی نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے: قال اللہ تبارک و تعالی :

﴿ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۹۵)

وقال العلامۃ ابن البزاز الکردری : واذا تزلزت الارض وھو فی بیتہ لہ الفرار الی الصحراء۔

(الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ص۳۷۱ ج۶، الباب التاسع فی المتفرقات)

[۱]......راقم کو باوجود تتبع کے ''الادب المفرد'' میں یہ روایت نہیں ملی۔

[۲]......غُرہ: چاندنی رات، پہلی کا چاند، مہینے کی پہلی تاریخ۔ (فیروز اللغات ص۹۱۱)

فتوی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ

زلزلہ کی حقیقت کیا ہے؟

سوال:......حقیقت زلزلہ چیست ؟

جواب:......حق تعالی برائے آگاہ کردن بندگانِ غافل و برائے سبک کردن زمین از گناہان بندگاں ملائک راحکم می فرماید کہ: قطعہ راازز مین حرکت دہندوا ینہا بادتند درز مین داخل می کنند کہ بسبب قوۃ حرکت آں زمین درجنبش آید، فقط۔ ۱؎

انتہی رسالہ ''اخبارالزلزلہ''۔

۱؎......فتاوی عزیزی (فارسی) ص۱۲۵ج۲۔

ترجمہ سوال وجواب:

سوال:......زلزلہ کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:......اللہ تعالی اپنے غافل بندوں کو آگاہ کرنے اور بندوں کے گناہوں سے زمین کو ہلکا کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ: زمین کے ایک ٹکڑے کو حرکت دیں، اوراس کے ساتھ تیز ہوا (طوفان) زمین میں داخل کردیں، جس کی حرکت کی قوت کے سبب زمین جنبش میں آجاتی ہے۔

اضافہ

احادیث، فتاوی اور زلزلہ کے متعلق تاریخی معلومات

مرغوب احمد لاجپوری

زلزلہ کے متعلق چند احادیث

وہ گناہ جس سے زلزلہ آتا ہے

(۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ: زلزلہ کے سلسلہ میں کچھ بتلائیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جب عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے سامنے ننگی ہو جائے، اور اپنے جاننے والوں کے لئے خوشبو لگائے اور زیب و زینت کرے، اور لوگ حلال کو حرام سمجھنے لگے، اور شراب پینے لگے، اور باجے بجانے لگے، اس وقت اللہ تعالی زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ: اے زمین! ہل جا، تو زمین خدا کے خوف سے کانپنے لگتی ہے۔ لوگو! اگر گناہ سے توبہ کرو گے اللہ تعالی توبہ قبول فرمائے گا، ورنہ زلزلہ، خسف و مسخ کے عذاب میں ہلاک کر دے گا۔[۱]

بے حیائی سے زلزلہ آتا ہے

(۲)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: جب امت میں بے حیائی و فحش ظاہر ہونے لگے تو زلزلہ ہوگا۔

زلزلہ کا ایک سبب سودی لین دین

(۳)......ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے: جب لوگ سود کا لین دین شروع کریں گے تو زلزلہ اور خسف کا عذاب آئے گا۔

میری امت کے تین عذاب

(۴)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری امت کے لئے دنیا میں تین عذاب ہیں: قتل،

---

[۱]...... كشف الصلصلة عن وصف الزلزلة۔

زلزلہ اور فتنہ۔ ۱

زلزلہ سے آزمائش اور توبہ سے نجات

(۵)......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانے میں میری امت زلزلہ میں آزمائی جائے گی، اگر توبہ کرے گی تو قبول کی جائے گی، ورنہ تو خسف اور بھیانک آواز کے عذاب آئیں گے۔

بندوں کو ڈرانے کے لئے زمین ہلانا

(۶)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی بندوں کو ڈرانا چاہتا ہے تو زمین پر ایسی چیز ظاہر فرماتے ہیں جس سے زمین ہلنے لگتی ہے۔

زلزلہ مسلمانون کے لئے باعث رحمت ہے

(۷)......آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری امت پر ایسے زلزلے آئیں گے جس میں دس ہزار اور بیس ہزار آدمی فنا ہوجائیں گے، اور یہ زلزلے مسلمانوں کے لئے باعث رحمت اور کافروں کے لئے باعث عذاب ہوں گے۔ ۲

نجد میں زلزلے آئیں گے

(۸)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

۱......ابوداؤدص، باب، کتاب۔

۲......یہ سات روایات مولانا تقی الدین ندوی صاحب مدظلہ کی ’’زلزلہ کیا ہے؟‘‘ سے ماخوذ ہیں۔

”خدایا! ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما، اور خدایا! ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما، (یہ سن کر) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمادیجئے تاکہ ہمیں اس علاقہ کی طرف سے بھی برکت حاصل ہو، لیکن آنحضرت ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی: خدایا! ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے نجد کے بارے میں بھی (یہی دعا فرمادیجئے) راوی کہتے ہیں کہ: میرا گمان یہ ہے کہ تیسری بار آنحضرت ﷺ نے (پھر انہی الفاظ میں دعا کی اور نجد کے بارے میں فرمایا: وہاں زلزلے ہوں گے، فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال النبی صلی الله علیه وسلم : اللهم بارک لنا فی شامنا ، اللهم بارک لنا فی یمننا ، قالوا یا رسول الله ! وفی نجدنا ، قال اللهم بارک لنا فی شامنا ، اللهم بارک لنا فی یمننا ، قالوا : یا رسول الله ! وفی نجدنا ، فاظنه قال فی الثالثة : هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان))

رواه البخاری۔[۱]

زلزلے سے مراد ظاہری زلزلہ بھی ہے اور معنوی زلزلہ بھی۔ معنوی زلزلہ کا مطلب ہے: وہاں کے لوگوں کے دلوں کا اتھل پتھل ہونا، بے قرار ہونا اور روحانی چین وسکون کا ختم

---

[۱]......مشکوۃ ص۵۸۲، باب ذکر الشام والیمن اذکر اویس القرنی۔

نوٹ:......فتاوی محمودیہ ص ۵۸ ج ۱۵ رمیں یہ روایت نقل کی گئی ہے، مگر کتابت کی دو جگہ غلطی رہ گئی ہیں: اول یہ اس کے راوی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا نام مرقوم ہے، اور دوسری یہ کہ ”مشکوۃ“ کا صفحہ نمبر ۵۱۲ رلکھا گیا ہے، حالانکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے، اور صفحہ ۵۸۲ پر ہے۔

ہوجانا۔فتنوں سے مراد وہ آفات اور مصائب ہیں جن سے دین میں ضعف وکمزوری اور نیکی ودیانت میں کمی ہوجائے۔

اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے کا مطلب یہ تھا کہ نجد ہماری اس سمت میں واقع ہے جدھر کفر اور فتنوں کا زور ہے، اور گویا نجد اس علاقہ میں ہے جہاں شیطان کی جماعت اور اس کے مددگاروں کا ظہور زیادہ ہے، لہذا ایسے علاقہ کے بارے میں برکت کی دعا موزوں نہیں ہے۔[۱]

قیامت کے قریب زلزلہ کی کثرت

(۹)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم اٹھا نہ لیا جاوے، اور زلزلوں کی کثرت ہوجائیگی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا تقوم الساعۃ .....حتی یقبض العلم وتکثر الزلازل۔[۲]

اس امت کا عذاب دنیا میں زلزلے ہیں

(۱۰)......حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میری یہ امت' امتِ مرحومہ ہے (یعنی دوسری امتوں کی بہ نسبت میری امت کے لوگوں پر اللہ تعالی کی رحمت بہت زیادہ ہے، کیونکہ ان کے نبی کی شان رحمۃ للعالمین ہے) اس امت پر

---

[۱]......مظاہر حق ص۹۰۰ ج۵۔

[۲]......بخاری ص۱۰۵۴ ج۲، کتاب الفتن۔

آخرت میں عذاب نہیں ہوگا اور دنیا میں اس کا عذاب فتنے، زلزلے اور ناحق قتل ہے۔[۳]

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : امتی ھذہ امۃ مرحومۃ ، لیس علیھا عذاب فی الاٰخرۃ ، عذابھا فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل، ابوداؤد۔[۴]

فتوی از: حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ

زلزلہ کے اسباب، حدیث اور قول فلاسفہ میں تعارض

سوال:……زلزلہ کے شرعی نقطۂ نظر سے کیا کیا اسباب وعلل ہیں؟ اگر کثرت معاصی اس کے اسباب قرار دیئے جائیں تو کوئی صحیح حدیث رسول اللہ ﷺ بھی اس کے متعلق منقول ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حوالہ تحریر فرمائیں، تو پھر حدیث کے مقابلہ میں فلاسفہ اور سائنسدانوں کے نظریہ کا کیا جواب ہوگا جو اس بات کے مدعی ہیں کہ زمین کے سوراخوں میں ہوا داخل ہوجاتی ہے اور وہ دفعتاً نکلنا چاہتی ہے تو نکل نہیں سکتی، پھر اس کی تیزی کی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔

نیز سائنسدانوں نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ زمین کے نیچے اجزاء ناریہ ہیں، جب وہ متحرک ہوتے ہیں تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ لوگ آلات کے ذریعہ ان اجزاء ناریہ کو دیکھ کر کر چند دن پہلے ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت میں زلزلہ ہوگا، ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ بھی ہوجاتا ہے۔

نیز شاستر والے بھی جنتریوں میں ایسا ہی لکھ دیتے ہیں، اور ہم نے اس سال تجربہ بھی

[۳]……مظاہر حق ص ۸۸۷ ج ۴۔

[۴]……مشکوۃ ص ۴۶۰، باب الانذار والتحذیر۔

کیا، جو دن یا وقت جنتری میں لکھا تھا ٹھیک اسی وقت پر زلزلہ ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟ مفصل بیان فرمائیں، چونکہ ہمیں ان لوگوں سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہتا ہے، اس لئے براہِ کرم عقلی ونقلی جواب سے تفصیلی طور پر مطلع فرمائیں۔

شرعی اسباب وعلل اور ان لوگوں کے نظریہ میں تطبیق بھی ہوسکتی یا نہیں؟ اگر کثرت معاصی زلزلہ کی علت ہے تو پھر ان لوگوں کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے؟

الجواب:......حامداً ومصلیاً :احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت کے قریب بکثرت زلزلے آئیں گے۔ زلزلۂ قیامت کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے:

﴿اذا زلزلت الارض زلزالها﴾۔[۱] ﴿ان زلزلة الساعة شئی عظیم﴾۔[۲]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی زلزلہ آیا جس پر ارشاد فرمایا کہ:

''ابھی وقت نہیں آیا''۔[۳]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بصراحت اس کا سبب کثرت ذنوب کو فرمایا۔[۴]

''فتاوی عزیزی'' وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔[۵]

اس کی صورت خواہ یہ ہو کہ زمین کی رگیں ملائکہ کھینچتے ہیں، خواہ یہ ہو کہ زمین میں ہوا

---

[۱]......سورۂ زلزال، آیت نمبر:۱۔

ترجمہ:......جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی۔

[۲]......سورۂ حج، آیت نمبر:۱۔

ترجمہ:......یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔

[۳]......دیکھئے! ص۳۶۹۔

[۴]......دیکھئے! ص۳۶۹۔

[۵]......دیکھئے! ص۳۸۵۔

بھرنے سے یا نکالنے میں یا کوئی اور صورت ہو۔

یہ سب اس عالم اسباب میں ظاہری صورتیں ہیں، جیسے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہنم کا ایک سانس ٹھنڈا ہے جس سے سردی پھیلتی ہے، ایک سانس گرم ہے جس سے گرمی پھیلتی ہے، حالانکہ بظاہر اسباب موسم کے تغیر اور سورج کی شعاعوں سے اس کا ظہور ہوتا ہے جس کو سب جانتے ہیں اور جنتریوں میں چھپا ہوا ہے۔

سائنسدانوں کا قول وحی نہیں ہے جس کے تسلیم کرنے یا وحی کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں تعارض رفع کرنے کی ذمہ داری عائد ہو، تاہم ہوسکتا ہے کہ جہنم کے سانس کا اثر ابتداءً سورج پر پہونچتا ہو جو لوگوں سے مخفی ہو اور سورج کے واسطے سے زمین پر پھیلتا ہو جس کو اور لوگ بھی دیکھتے ہوں۔

اس طرح ممکن ہے کہ کثرت معاصی کی بنا پر زمین کے سوراخوں میں ہوا کا داخل یا خارج ہونا سائنسداں معلوم کر کے بتادیتے ہوں کہ زلزلہ آئے گا۔ایک چھوٹا سا رسالہ ''اخبار الزلزلہ'' ہے، جو اس موضوع پر ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔[۱]

زمین بیل کے سینگ پر ہے؟ جس کے کانپنے سے زلزلہ آتا ہے

سوال:......ایک کتاب جس کا نام ''ہزار مسئلہ'' ہے، اس میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''زمین ایک بیل کے سینگ پر ہے، ایک مرتبہ بیل کو شیطان نے بہکایا تو بیل نے زمین کو نیچے پھینکنے کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ بیل کی ناک میں گھس جا، چنانچہ وہ گھس گیا اور اس قدر کاٹا کہ بیل تھرا اٹھا۔ پھر بیل نے وعدہ کیا کہ اب ایسا نہیں کروں

---

[۱]......فتاوی محمودیہ ص۴۴۴ ج۱۶۔

گا، چنانچہ وہ مچھر اب بھی بیل کے سامنے ادھر ادھر اڑتا رہتا ہے، تو بیل کو جب وہ وقت یاد آتا ہے تو کانپ جاتا ہے، اسی وجہ سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اب فرمائیں کہ اس حدیث کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟

الجواب: ...... یہ سند صحیح سے مروی نہیں۔ محدثین نے اس کو موضوع لکھا ہے، جیسا کہ ''موضوعات کبیر'' میں ہے۔ [1]

فتوی از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

زلزلہ کے وجوہات شرعی نقطۂ نظر سے

سوال: ......زلزلہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ شرعی رو سے واضح فرمائیں!

جواب: ......خدا پاک نے زمین میں رگیں بنائی ہیں اور وہ فرشتوں کے ہاتھ میں دیدی ہیں، جہاں کہیں گناہوں کا بار بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالی وہاں فوری عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو فرشتوں کو حکم فرماتا ہے، فرشتہ رگ (یعنی اس جگہ کے لگام) کو کھینچتا ہے، زمین لرزتی ہے، زلزلہ آجاتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں زلزلہ آیا، آپ ﷺ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: تمہارا رب تم سے توبہ چاہتا ہے تم توبہ کرو۔ بہر حال احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی کثرت زلزلہ کا سبب ہوتا ہے اور توبہ ذریعۂ نجات، نعوذ باللہ ونتوب الیہ۔ [2]

[1] ......فتاوی محمودیہ ص۴۴ ج۱۶۔

[2] ......فتاوی رحیمیہ ص۲۰۷ ج۳۔

فتوی از:حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

زلزلہ کے اسباب کیا ہیں اور مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

سوال:......کراچی میں زلزلہ آیا۔اسلامی عقائد کے مطابق سنا ہے کہ اللہ تعالی کا عذاب ہے۔براہ کرم اطلاع دیں کہ زلزلہ کیا ہیں؟

جواب:......زلزلہ کے کچھ طبعی اسباب بھی ہیں جن کو طبقات ارض کے ماہرین بیان کرتے ہیں،مگران اسباب کو مہیا کرنے والا ارادۂ خداوندی ہے اور بعض دفعہ طبعی اسباب کے بغیر بھی زلزلہ آتا ہے۔بہر حال ان زلزلوں سے ایک مسلمان کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دعا واستغفار،صدقہ وخیرات اور ترک معاصی کا اہتمام کرنا چاہئے۔[۱]

سالانہ ویومیہ زلزلوں کا اوسط وسبب کثرت

از:حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ

روزانہ اور سالانہ زلزلوں کا اوسط:......یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ زمین کے تمام حصے زلزلوں کی زد میں ہیں،اور سالانہ تیس ہزار اور روزانہ ایک سو زلزلوں کا اوسط مانا گیا ہے،اور چونکہ اکثر زلزلے ہلکے ہوتے ہیں یا سمندروں میں ہوتے ہیں،اس لئے ہمیں محسوس نہیں ہوتے۔

زلزلوں کی کثرت کی وجہ اور وجہ:......زلزلوں کی کثرت کی یہ ہے کہ ہم زمین کے کرۂ نار پر رہتے ہیں جو اندر کی آگ کی وجہ سے ہمیشہ مضطرب اور بےقرار رہتا ہے۔

[۱]......آپ کے مسائل اوران کا حل ص۳۸۶ ج۱۔
[۲]......ملفوظات محدث کشمیری ص۱۱۱۔

اور ہمارے اس آگ کے درمیان زمین کا چھلکا حائل ہے جو ہر وقت حرکت واضطراب کے لئے آمادہ ومستعد رہتا ہے، چونکہ نیچے کی آگ کی وجہ سے اس میں سکڑنے اور نشیب و فراز کی کیفیت ہر وقت پیدا ہوتی رہتی ہے۔[۱]

تاریخ مصائب دنیا بشکل زلزلہ

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''کتاب المدہش'' میں مصائب وحوادثات کے واقعات لکھے ہیں جو دنیا کے مختلف ادوار میں پیش آچکے ہیں، ان میں زلزلہ کے متعلق درج ذیل تحریر ہے:

زلزلے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں: ۲۰ھ میں زلزلہ آیا، پھر: ۵۹ھ میں چالیس روز تک زلزلہ جاری رہا، اور بڑے بڑے مکانات گر گئے، اور شہر انطاکیہ بالکل منہدم ہو گیا۔

۳۳ھ میں شہر غوطہ زلزلہ سے الٹا ہو گیا، اور سارے شہر میں سوائے ایک آدمی کے کوئی باقی نہ رہا۔

اس کے قریب انطاکیہ میں زلزلہ آیا تو بیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ اور: ۲۳۴ھ میں بغداد، بصرہ، کوفہ، واسطہ وعبدان وراہواز و ہمدان میں ایک ایسی سخت ہوا چلی کہ جس نے کھیتیاں جلادیں، بازار بند ہو گئے، باون روز تک یہی ہوا چلتی رہی۔

۲۳۸ھ میں طاہر بن عبداللہ نے خلیفۂ وقت امیر المؤمنین متوکل باللہ کے دربار میں ایک پتھر بھیجا جو طبرستان کے اطراف میں آسمان سے گرا تھا، جس کا وزن آٹھ سو چالیس درہم کے برابر تھا، اس کے گرنے کا دھماکہ بارہ بارہ میل تک سنا گیا، اور گر کر پانچ ہاتھ تک زمین میں گھستا ہوا چلا گیا۔

۲۴۰ھ میں ایک ہوا بلاد ترک سے نکلی جو مرو میں پہنچی تو ایک بڑی خلقت کو زکام کے ذریعہ ہلاک کر دیا تھا، پھر نیشاپور اور رے میں پہنچی تو بخار اور کھانسی سے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کر دیا، اور بلاد مغرب سے خطوط آئے کہ قیز وان کی بستیوں میں سے تیرہ بستیاں زمین میں خسف ہوگئیں، اور سوائے دو آدمیوں کے ان میں کوئی نہیں بچا، اور یہ بچنے والے بھی بالکل سیاہ رنگ ہو گئے تھے، جب شہر قیز وان میں آئے تو لوگوں نے ان کو نکالا کہ تم عذاب الٰہی میں گرفتار ہو۔ حاکم بلدہ نے ان کے لئے شہر سے باہر مکان بنوادیا۔

اور: ۲۴۱ھ میں وامغان میں زلزلہ آیا۔ پچیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے، اور یمن میں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کی جگہ چلا گیا۔

اور حلب میں ایک جانور کوے سے بڑا اور گدھ سے چھوٹا ایک درخت پر آکر ٹھہرا اور چالیس مرتبہ یہ آواز دی: ’’ اتقو اللہ ، اللہ اللہ ‘‘یعنی اللہ سے ڈرو، اللہ اللہ، چالیس آوازیں دے کر اڑ گیا، پھر اگلے دن آیا اور چالیس آوازیں مثل سابق دے کر اڑ گیا۔ حاکم بلدہ نے اس کو لکھا اور پانچ سو آدمیوں کی جنھوں نے یہ آواز سنی تھی اس پر گواہی کرائی۔

۲۴۵ھ میں انطاقیہ میں زلزلہ آیا جس سے ڈیڑھ ہزار مکانات منہدم ہو گئے اور اہل انطاقیہ گھروں، روشندانوں اور دریچوں سے نہایت خوفناک آوازیں سنتے تھے، اور تینس میں نہایت ہیبت ناک آوازین سنی گئیں جو بہت عرصہ تک باقی رہیں، جس سے بڑی خلقت ہلاک ہوگئی۔

۲۴۵ھ میں ایک بستی پر سیاہ وسفید پتھروں کی بارش ہوئی۔

۸۸ھ میں مقام دونیل [1] میں زلزلہ آیا۔ صبح کو دیکھا گیا تو شہر کا اکثر حصہ خاک کا ڈھیر

[1]......دونیل: موصل کے قریب ایک شہر ہے۔

ہو چکا تھا۔ گری ہوئی عمارتوں کے نیچے سے ایک لاکھ پچاس آدمی مردہ نکالے گئے۔

۳۱۹ھ میں حجاج کا قافلہ راستہ گم کر کے کسی طرف جا نکلا، وہاں بہت سے آدمی پتھر بنے ہوئے دیکھے، اور ایک عورت پتھر کی تنور پر کھڑی ہوئی دیکھی اور تنور میں روٹی تھی وہ بھی پتھر کی ہوگئی تھی۔[۱]

زلزلہ کے متعلق مزید تاریخی معلومات

۲۰۳ھ میں خراسانؔ میں زلزلہ آیا جس میں مسلسل ستر دنوں تک جھٹکے لگتے رہیں۔ بڑے بڑے مکانات منہدم ہوگئے اور شہر کے ایک چوتھائی حصہ کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

۲۴۲ھ میں تیونسؔ، نیشاپورؔ، طبرستانؔ اور اصفہانؔ میں سخت زلزلہ آیا، جس سے کئی پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور زمین گہرائی میں قد انسانی کی مقدار پھٹ گئی۔

۲۴۵ھ میں ایک عالم گیر زلزلہ آیا، جس سے دنیا کے کئی بڑے بڑے شہروں کے قلعے اور دریاؤں کے پل ٹوٹ گئے۔ زلزلہ اتنا شدید تھا کہ شہر انطاقیہؔ کا ایک پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر دور گہرے سمندر میں جا گرا۔

۲۸۰ھ میں ہبیرؔ شہر میں کئی مصائب نازل ہونے کے بعد ایک ایسا زلزلہ آیا کہ پورا شہر صفحۂ ہستی سے مٹ گیا اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ انسان مکانوں کے نیچے دب کر مر گئے۔

۳۴۶ھ میں مصر میں ایک ہولناک زلزلہ آیا۔ ہزاروں مکانات منہدم ہوگئے۔ سمندر کا پانی ایک سو بیس فٹ تک نیچے چلا گیا، جس سے ایسے پہاڑ اور جزیرے نمودار ہوئیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔

اس کے بعد رےؔ کے علاقہ میں ایک شدید زلزلہ آیا اور پورا اطلقانؔ شہر زمین میں دھنس

۱؎..... ''کشکول''، ص۱۹۴، مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

گیا،صرف تین آدمی بچے۔حلوانؔ شہر کا ایک بڑا حصہ بھی زمین میں دھنس گیا۔قبروں سے مردوں کی ہڈیاں باہر نکل آئیں اور پانی کے چشمے جاری ہوگئے، اس کے علاوہ تقریبا دوسرے ڈیڑھ سو گاؤں بھی سطح زمین سے مٹ گئے۔رےؔ کا مشہور پہاڑ بھی ٹوٹ کر بکھر گیا۔اس زلزلہ میں سب سے عجیب بات یہ پیش آئی کہ ایک بستی زمین اور آسمان کے درمیان دو پہر تک معلق رہی اور پھر زمین پر گر کر دھنس گئی۔زمین جگہ جگہ سے پھٹ گئی اور اس سے بدبودار پانی بہنے کے ساتھ ساتھ دھواں بھی اٹھنے لگا۔

۵۴۴ھ میں شہر بغدادؔ میں ایک ایسا زلزلہ آیا کہ پورا شہر پانی کی موج کی طرح مچل اٹھا۔[1]

[1]...... ماخوذ از:''زلزلہ'' کیا ہے؟''۔

۱۹۱۷ء سے ۱۹۹۹ءتک کے زلزلوں کی تاریخ

گجرات کے ایک روزنامہ اخبار میں: ۱۹۱۷ء سے ۱۹۹۹ءتک کے زلزلوں کی تاریخ، جس میں زلزلے کا جائے وقوع، ماہ وسال اور مرنے والوں کی تعداد بتلائی گئی ہے، اس کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔

نمبر	ملک	ماہ	سال	مُردوں کی تعداد
۱	ہندوستان	اکتوبر	۱۹۱۷	۳۰۰۰۰۰
۲	چین	دسمبر	۱۹۲۰	۱۰۰۰۰۰
۳	جاپان	ستمبر	۱۹۲۳	۲۰۰۰۰۰
۴	چین	دسمبر	۱۹۳۲	۷۰۰۰۰
۵	ہند، نیپال	جنوری	۱۹۳۴	۱۱۰۰۰
۶	ترکی	دسمبر	۱۹۳۹	۳۰۰۰۰
۷	ہندوستان	اگست	۱۹۵۰	۱۵۰۰
۸	ایران	ستمبر	۱۹۶۲	۱۲۰۰۰
۹	ایران	اگست	۱۹۶۸	۱۲۰۰۰
۱۰	فلپائن	اگست	۱۹۷۱	۸۰۰۰
۱۱	پاکستان	دسمبر	۱۹۷۴	۵۲۰۰
۱۲	گواٹے والا	اگست	۱۹۷۶	۲۳۰۰۰
۱۳	ترکی	نومبر	۱۹۷۶	۴۰۰۰

نمبر	ملک	ماہ	سال	مُردوں کی تعداد
۱۴	ایران	ستمبر	۱۹۷۸	۲۵۰۰۰
۱۵	چین	ستمبر	۱۹۷۸	۲۵۰۰۰
۱۶	الجزائر	اکتوبر	۱۹۸۰	۴۰۰۰
۱۷	اٹلی	نومبر	۱۹۸۰	۱۴۰۰۰
۱۸	شمالی یمن	دسمبر	۱۹۸۲	۳۰۰۰
۱۹	ترکی	اکتوبر	۱۹۸۳	۱۳۰۰۰
۲۰	میکسکو	ستمبر	۱۹۸۵	۱۰۰۰۰
۲۱	السلواڈور	اکتوبر	۱۹۸۶	۱۵۰۰۰
۲۲	ہند، نیپال	اگست	۱۹۸۸	۱۵۰۰۰
۲۳	چین	نومبر	۱۹۸۸	۱۰۰۰
۲۴	آرمینیہ	دسمبر	۱۹۸۸	۱۰۰۰۰۰
۲۵	ہندوستان	اکتوبر	۱۹۹۱	۱۰۰۰
۲۶	پاکستان	فروری	۱۹۹۱	۵۵۰
۲۷	ہندوستان	اکتوبر	۱۹۹۱	۷۶۸
۲۸	مصر	اکتوبر	۱۹۹۲	۵۵۲
۲۹	ہندوستان	اکتوبر	۱۹۹۳	۷۶۰۰
۳۰	تائیوان	ستمبر	۱۹۹۹	۲۵۰۰، [۱]

[۱]...... ماخوذاز: ’’گجرات سماچار‘‘ ۲۸ر جنوری ۲۰۰۱ء، بروز اتوار۔

خاتمہ

''بحث ونظر'' میں ہندوستان کے فقیہ النفس عالم حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا ایک مضمون ''انسان کی بے بسی'' کے عنوان سے نظر سے گذرا، اس میں زلزلہ کے متعلق تحریر پڑھ کر خیال ہوا کہ اس مضمون کو''خاتمہ'' کے عنوان سے اس رسالہ کا جز بنادوں۔ انشاء اللہ ناظرین کے لئے کارآمد ومفید ہوگا۔

آفات وقدرت کے اسباب

اس طرح کے واقعات جس میں بظاہر انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہوتا انہیں قدرتی آفات کہا جاتا ہے۔ یہ آفتیں جب آتی ہیں تو اچھے برے، چھوٹے بڑے، امیر غریب سبھی کو متأثر کرتی ہیں، بلکہ انسان ہی نہیں مویشی اور زراعت تک تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں۔ یہ عظیم انسانی المیہ پوری انسانیت کو جھنجھوڑنے کے لئے اوران کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے کافی ہے، لیکن انسان تاریخ کے ان حادثات کو فراموش کرجاتا ہے اور پھر چند ہی دنوں کے بعد ان ہی سرمستیوں میں گم ہوجاتا ہے جس میں خالق کائنات سے غافل ہوکر اپنے مادی وجود اور مادی وسائل کو ہی سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

زلزلہ اوراس طرح کے واقعات کی سائنسی توجیہ کی جاتی ہے، وہ یہ کہ طبقات الارض میں باہمی ٹکراؤ کے نتیجہ میں زمین کا توازن برقرار نہیں رہتا اور وہ سب کچھ ہوتا ہے جو مختلف زلزلوں کے موقعوں پر دیکھا گیا، جس میں عمارتیں گرتی ہیں، زمین دھنستی ہے، پانی پھوٹ پڑتا ہے اور بستی کی بستی تہس نہس ہوجاتی ہے۔

اس طرح کی قدرتی آفات کی سائنسی توجیہ کے علاوہ جو لوگ خالق ومالک اور علیم وقدیر پر یقین رکھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قدرت کا یہ پورا نظام ان اسباب کے پیدا

کرنے والے کے ہاتھ میں ہے، جو جیسا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

عقلمند انسان وہ ہے جو ایسے نازک موقعوں پر سائنسی توجیہات اور ظاہری اسباب کے پردے میں چھپے ہوئے اس اصل سبب پر توجہ دے جس میں ماضی کا محاسبہ بھی ہو اور اس کے مستقبل کی تعمیر و اصلاح کا منصوبہ بھی۔

آیئے ہم قرآن وسنت سے ان پس پردہ اسباب کے بارے میں رہنمائی حاصل کریں۔

قرآن کریم اللہ رب العزت کی آخری اور محفوظ کتاب ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَـا اَنْ نُّهْلِکَ قَـرْيَةً اَمَـرْنَـا مُتْـرَفِيْهَـا فَـفَسَـقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْراً﴾ ۔[1]

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے، پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے اللہ تعالی کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی بستی کے لوگ نیک ہوں اور اللہ اس بستی کو ظلما ہلاک کر دے:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّکَ لِيُهْلِکَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴾ ۔[2]

اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

حدیث نبوی قرآن کے بعد دوسرا سب سے مستند ذریعہ ہے۔ ذخیرۂ حدیث میں ہمیں

---

[1]......سورۂ اسراء، آیت نمبر/۱۶۔

[2]......سورۂ ھود، آیت نمبر/۱۱۷۔

حضرت ابواشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان اللہ لیملی للظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ۔[۱]

اللہ تعالی ظالم کوڈھیل دیتا رہتا ہے تا آنکہ جب اللہ ظالم کو پکڑتا ہے تو وہ خدائی پکڑ سے نہیں بچ پاتا، پھر آپ ﷺ نے آیت کریمہ پڑھی:

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾۔[۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یکون فی آخر ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف))۔

اس امت کے آخر میں دھنسانے، چہرے مسخ ہونے اور سنگ باری کے واقعات پیش آئیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس حال میں بھی ہلاک کردیئے جائیں گے جب ہمارے درمیان صالح لوگ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم اذا ظھر الخبث۔

ہاں جب نافرمانی عام ہوجائے۔[۳]

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: ما ظھر فی قوم الزنا والربا الا احلوا بانفسھم عقاب اللہ۔

جب بھی کسی قوم میں زنا اور سود عام ہوتا ہے وہ لوگ عذاب الٰہی کے مستحق ہوجاتے

---

[۱]......مشکوۃ، ص۴۳۴، باب الظلم، کتاب الآداب، الفصل الاول۔

[۲]......سورۂ ھود، آیت نمبر:۱۰۲۔

ترجمہ:......اور آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر داروگیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم (وکفر) کیا کرتے ہوں۔

[۳]......ترمذی ص۴۲، باب ما جاء فی الخسف، ابواب الفتن۔

ہیں۔[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمان رسول نقل کرتے ہیں:

((سیکون فی ھذہ الامۃ خسف و مسخ ورجف وقذف))۔[۲]

عنقریب اس امت میں دھسانے، مسخ ہونے، زلزلہ اور سنگ باری کے واقعات پیش آئیں گے۔

اسی مفہوم کی روایت حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے، جس میں راوی نے اس پیش گوئی کے وقوع کا وقت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اذ ظھرت القینات والمعازف واستحلت الخمور))۔

جب گانے والیاں اور ڈھول تاشے ظاہر ہو جائیں، اور شراب حلال کرلی جائے۔[۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مفصل حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے طوفان، زلزلے اور دیگر آسمانی عذابوں کے پیش آنے کی خبر دی ہے، نیز ان کے اسباب بتائے ہیں، اس حدیث میں ہے کہ:

جب غنیمت غیر مستحقین میں جانے لگے، امانت کو مال غنیمت سمجھ کر لوگ کھانے لگیں، زکوۃ کی ادائیگی جرمانہ سمجھی جائے، تعلیم کا حصول غیر دینی کام کے لئے ہو، شوہر اپنی بیوی کی بات مانے اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کر دے، مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں، قبیلہ کا سردار فاسق شخص ہو جائے، قوم کا سربراہ ذلیل انسان ہو جائے، کسی انسان کی عزت اس کے شر سے بچنے کی نیت سے کی جائے، گانے

---

[۱]......مختصر اتحاف السادۃ، کتاب الفتن۔

[۲]......مختصر اتحاف السادۃ، کتاب الفتن۔

[۳]......مختصر اتحاف السادۃ، کتاب الفتن۔

والیوں اور ڈھول تاشوں کا ظہور ہو، شراب پی جانے لگے، امت کے آخر کے لوگ اپنے پہلے کے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں، تو اس وقت انتظار کرو: سرخ ہواؤں کا، زلزلہ کا، دھنسائے جانے کا، چہرے بگاڑ دیئے جانے کا اور سنگ باری کا اور دوسری ایسی آفات الٰہی کا جو اس طرح یکے بعد دیگرے آنے لگیں گی جیسے کوئی بوسیدہ ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور دانے یکے بعد دیگرے گرتے چلے جائیں۔[۱]

ان قرآنی آیات اور نبوی احادیث پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں خلاصہ کے طور پر سامنے آتی ہیں:

(۱)......ان قدرتی آفات کے پیچھے ایک بڑا سبب انسانی سماج میں ظلم کا عام ہونا ہے۔

(۲)......سماج میں ظلم کے عام ہونے اور بداخلاقیوں کے پھیلنے کے نتیجہ میں قدرت انسان کو جھنجھوڑتی ہے اور اسے مجبور کرتی ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور آئندہ اپنی اصلاح۔

(۳)......ظالموں کو اللہ کی طرف سے ڈھیل ملتی رہتی ہے، لیکن خدائی پکڑ آتی ہے تو انسانی تدبیریں ناکارہ رہ جاتی ہیں۔

(۴)......ایسی بستی بھی عذاب الٰہی کی زد میں آسکتی ہے جہاں کچھ صالح بندگان خدا بھی ہوں۔

اس خلاصہ کو نظر میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک گہری نظر قرآن کریم کی اس آیت پر ڈالی جائے کہ کیسی دقیق تصویر کشی قرآن کرتا ہے:

﴿اَفَامِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْ تِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لاَ یَشْعُرُوْنَ اَوْ یَأخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ اَوْ یَأخُذَ هُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ ط

---

[۱]......ترمذی ص۴۵، باب ما جاء فی اشراط الساعة، ابواب الفتن۔

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [۱]

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالی ان کو زمین میں غرق کردے، یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے جہاں ان کو گمان بھی نہ ہو، یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے، سو یہ لوگ خدا کو ہرا نہیں سکتے، یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے، سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

بچاؤ کی تدبیریں

قرآن کریم نے ایسی آفات سے بچاؤ کی تدبیریں بھی بتائی ہیں، کاش کہ ہم انہیں اپنا لیتے اور اسلام کے خیر وبرکت سے انسانیت کا دامن مالا مال کردیتے۔

قرآن نے بنی اسرائیل پر لعنت نازل کئے جانے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا ہے کہ: وہ نافرمان اور حد سے گذرے ہوئے تھے اور:

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ [۲]

جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:

((ان الناس اذا راؤ الظالم فلم يأخذوا على يديه اوشك ان يعمهم الله بعقاب منه)) [۳]

اگر لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب پر اپنا

---

[۱]......سورۂ نحل، آیت نمبر: ۴۵/۴۶/۴۷۔

[۲]......سورۂ مائدہ، آیت نمبر: ۷۹۔

[۳]......ترمذی ص ۳۹، باب فی نزول العذاب اذا لم يغير المنكر ، ابواب الفتن۔

عذاب مسلط کردے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیدہ لتأمُرُنّ بالمعروف ولتنھونّ عن المنکر اولَیُو شِکنَّ اللہ ان یبعث علیکم عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجیب بکم))۔[۱]

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ معروف کا حکم دو اور منکرات سے روکو، ورنہ بالیقین عنقریب تم پر اللہ اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اللہ سے دعا کروگے اور وہ قبول نہیں کرے گا۔

ان ہدایات کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ روئے زمین پر اور کائنات میں ہر چھوٹی بڑی حرکت اللہ کے فیصلہ سے ہوتی ہے:

﴿وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ﴾۔[۲]

اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

﴿ وَكُلُّ صَغِيۡرٍ وَ كَبِيۡرٍ مُّسۡتَطَرٌ ﴾۔[۳]

اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔

مسلمانوں پر یہ خیر امت ہونے کے ناطے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری

---

[۱]......ترمذی ص۴۰، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، کتاب الفتن۔

[۲]......سورۂ انعام، آیت نمبر: ۵۹۔

[۳]......سورۂ قمر، آیت نمبر: ۵۳۔

ڈالی گئی ہے، اوراس ذمہ داری کو نہ انجام دینے کی صورت میں عذاب الٰہی کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

آج جب کہ دنیا میں نفرت وعداوت کی آگ بھڑک رہی ہے۔اللہ کی معصیت و نافرمانی سے آگے بڑھ کر کھلم کھلا اللہ سے بغاوت کا اظہار ہورہا ہے، شرک عام ہے، ایک خدا کی جگہ نفس کی پرستش عام ہے، مادی لذتوں اور تعیش کو لوگوں نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے، سیاسی اقتدار کے حصول کے لئے عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھا جارہا ہے، آدمی آدمی کو کھا جانے کو تیار ہے۔ان حالات میں کیا ہم اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، یہ پہلو یقیناً ہم سب کے لئے غور وفکر کا محتاج ہے۔

آیئے! ہم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں، اپنی اصلاح کریں اور سماج کے سدھار کے لئے جدوجہد کریں، اوراس وقت جس طرح پوری انسانیت درد سے کراہ رہی ہے ہم اپنے دل میں اس درد کو محسوس کریں، یہی وقت کا تقاضہ ہے۔[1]

قاضی مجاہدالاسلام قاسمی

۲۹/۱/۲۰۰۱ء

۲۰۰۴ء کا بحری زلزلہ اور سنامی کے متعلق کچھ معلومات

۲۵؍دسمبر ۲۰۰۴ء کو جس دن دنیا میں بسنے والے لاتعداد انسان کرسمس کے موقع پر ناچ ڈانس، گانا، کھیل کود اور عیش وعشرت میں مصروف تھے کہ انڈونیشیا سے اٹھنے والی طوفانی لہروں نے شمالی مشرقی ایشیا میں وہ تباہی مچائی کہ الامان والحفیظ۔گویا﴿ واذا البحار

[1] ......سہ ماہی ''بحث ونظر'' رجب تا رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۰ء۔

سجرت ﴾ ۱؎ اور﴿ واذا البحار فُجِّرَت ﴾ ۲؎ کا نقشہ تھا۔اس سنامی زلزلہ میں انسانوں اور اللہ کی دیگر بے انتہا مخلوق حادثہ کی شکار ہوئی ہیں۔ ہندوستان، انڈونیشیا، ملیشیا، سری لنکا، تھائی لینڈ، تنزانیہ سمیت اور پچیس ملکوں کے افراد اس سے متأثر ہوئے۔

اس سنامی لہروں سے لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں، لاکھوں لا پتہ ہیں، اسی لاکھ سے زائد بے گھر ہو گئے ہیں۔

اس زلزلہ کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنوبی ایشیا، مشرقی بعید اور افریقہ میں آنے والا یہ زلزلہ چالیس سال میں بدترین اور تاریخ میں پانچواں بڑا اور خوفناک زلزلہ ہے۔

۱۹۰۰ء کے بعد سب سے بڑا زلزلہ ۱۹۶۴ء میں آیا، ریکٹر سکیل پر اس کی شدت ۹.۲ تھی اور امریکی ریاست الاسکا میں ہزاروں افراد اس کی وجہ سے لقمۂ اجل بن گئے۔

جاپان میں: ۱۹۰۶ء کے زلزلہ میں ایک لاکھ بیالیس ہزار افراد ہلاک ہوئے، جب کہ ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں آنے والے زلزلہ نے پورے شہر کو کھنڈرات میں بدل دیا اور ہلاک شدگان کی تعداد تیس ہزار سے تجاوز کر گئی تھی۔

۱۹۶۰ء میں چلی میں آنے والے انتہائی خوفناک زلزلے نے چھ ہزار افردا کو نگل لیا۔ ۱۹۷۶ء میں چین میں ڈھائی لاکھ، ۱۹۸۵ء میں میکسیکو سٹی میں دس ہزار، ۱۹۸۸ء میں آرمینیا میں ۲۴۵ ہزار، ۱۹۹۰ء میں ایران کے صوبہ میں چالیس ہزار، ۱۹۹۳ء میں لاتور

۱؎......سورۂ تکویر، آیت نمبر: ۶۔

ترجمہ:......اور جب دریا بھڑ کائے جاویں گے۔

۲؎......سورۂ انفطار، آیت نمبر: ۳۔

ترجمہ:......اور جب سب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے۔

ہندوستان میں دس ہزار، ۱۹۹۹ء میں ترکی میں سترہ ہزار، ۲۰۰۱ء میں ریاست گجرات میں بیس ہزار اور ۲۰۰۳ء میں ایران کے شہر بم میں ایک لاکھ سے زائد افراد قیامت خیز زلزلوں کے باعث موت کے منھ میں چلے گئے۔

۸۰ر کی دہائی میں پاکستان کے شمالی علاقوں میں بھی زلزلے سے ہزاروں افراد ہلاک اور بڑے پیمانہ پر املاک کو بھی نقصان پہنچا۔[۱]

انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لنڈ، سری لنکا، مالدیپ اور ہندوستان میں ہزاروں واقعات ایسے سامنے آئے ہیں کہ جن میں بچے، بوڑھے اور خواتین حیرت انگیز طور پر بچ گئے ہیں، یہ سب خدا کی قدرت کا مظہر ہے وہ پرسکون علاقوں میں قہر برپا کردے اور قہر وتباہی کے درمیان جس کو چاہے زندہ وسلامت رکھے، اس کی قوت کے آگے ساری طاقت انسانی فیل وناکام ہوجاتی ہے۔ سائنس بھی ناکام اور سائنسی ادارے بھی، حکومتیں بھی بے بس اور ان کی مشینری بھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، ایک لمحہ قبل بھی کوئی بڑی سے بڑی طاقت یہ بتا نہیں سکتی کہ موت آرہی ہے۔ اہل سائنس کی تمام تر سائنسی ایجادات مل کر بھی اس کی کوئی پیش گوئی نہ کرسکتی ہے اور نہ کرسکے گی۔

اسی سنامی طوفان کے بعد ایک سائنس داں نے کہا کہ یہ لہریں دس سے چالیس منٹ میں اٹھ کر اپنا کام تمام کردیتی ہے، اور اتنی کم مدت میں سائنسی ایجاد کے لئے یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ سنامی لہریں اٹھنے والی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر پتہ لگ بھی جائے تو اتنی قلیل

---

[۱]...... ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ، ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق جنوری ۲۰۰۵ء۔
ماخوذ از مضمون: مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی۔

مدت میں لوگوں کو کیسے آگاہ کیا جاسکتا ہے؟ ساحل پر آباد گاؤں اور شہروں کو کیسے منتقل کیا جا سکتا ہے؟ اور خود سنامی لہروں پر کیسے کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟

لفظ ''سنامی'' کا معنی

''سنامی'' جاپانی لفظ ہے۔ ''س'' کا مطلب ہے بندرگاہ اور ''نامی'' لہروں کو کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں سنامی کو ''ٹائڈل ویوس'' کہا جاتا تھا، جس کا مطلب طوفانی لہریں ہوتا ہے۔

ہندوستان پہلے بھی سنامی کا شکار ہو چکا ہے، لیکن اس وقت کے سنامی زلزلے میں برائے نام ہی نقصان پہنچا تھا۔ ۲۵/دسمبر ۲۰۰۴ء سے قبل کے پانچ سنامی زلزلوں کی مختصر تاریخ یہ ہیں:

(۱)......ستمبر ۲۰۰۲ء میں انڈومان میں زلزلہ کے جھٹکوں کی وجہ سے سنامی اٹھا تھا، مگر اس میں صرف دو افراد کی موت واقع ہوئی۔

(۲)......نومبر ۱۹۴۵ء کو سنامی لہریں بمبئی تک پہنچ گئی، اس وقت پاکستان میں بلوچستان کے ''مکران'' ساحل پر زلزلہ آیا تھا۔

(۳)......جون ۱۹۸۱ء کو انڈومان کے جزیرے زلزلے کے شکار ہوئے تھے، جس کی وجہ سے خلیج میں کالا وا پک گیا تھا۔

(۴)......دسمبر ۱۹۸۱ء میں جزیرہ انڈمان پر زلزلہ آیا، جس کی وجہ سے سنامی ابھرا تھا۔

(۵)......اپریل ۱۹۶۲ء میں پالسی کی لڑائی کے پانچ سال بعد ''میانمار'' کے ساحلی کنارہ پر زلزلہ آیا جس کی وجہ سے کلکتہ تک سنامی چڑھ آیا۔[۱]

بھول بیٹھے ہم خدا کا کلام　　زلزلے بے سبب نہیں آتے

[۱]......ماہنامہ ''اذان بلال' آگرہ، ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ مطابق فروری ۲۰۰۵ء۔

مسلک پر شدت

اپنے مسلک پر شدت اور مخالف مسلک پر نکیر اور سختی نہ صرف جائز بلکہ حضرات صحابہ کرام اور حضرات تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہے، اس مختصر رسالہ میں بطور نمونہ چند روایتیں نقل کی ہیں، کتب احادیث میں اس کی مزید سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، اما بعد !

اپنے مسلک پر شدت اور مخالف مسلک پر تنقید کا ثبوت

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں سختی نہیں ہونی چاہئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلافی مسائل میں خلاف اور جدال تو معیوب ہے، ایک دوسرے کا ادب واحترام مطلوب ہے، مگر اپنے مسلک پر شدت اور مخالف مسلک پر نکیر اور سختی نہ صرف جائز بلکہ حضرات صحابہ کرام اور حضرات تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہے، اس مختصر رسالہ میں بطور نمونہ چند روایتیں نقل کرتا ہوں، کتب احادیث میں اس کی مزید سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۶؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق: ۱؍جولائی ۲۰۱۷ء

بروز شنبہ

حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نماز میں جہراً بسم اللہ کو بدعت فرمایا

(۱)......عن ابن عبداللّٰہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال : سمعنی أبي وأنا فی الصلوۃ أقول : بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، فقال لی : ای بنی ! محدث ، ایاک والحدث، قال : ولم أر احدا من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان أبغض إلیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ ، وقال : وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر و عمر ومع عثمان رضی اللہ عنہم فلم أسمع أحدا منہم یقولها ، فلا تقلها ، إذا أنت صلیت فقل : الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

(ترمذی، باب ما جاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم ، رقم الحدیث:۲۴۴)

ترجمہ:......یعنی عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ: میرے والد صاحب نے نماز میں مجھے ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا کہ: اے بیٹے ! بدعت ہے اور بدعت سے بچو۔ فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کے نزدیک اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو، اور فرمایا کہ: میں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا، لہذا تم بھی نہ کہو۔ جب تم نماز پڑھو تو کہو: ’’الحمد للہ رب العالمین ‘‘۔

(۲)......عن ابراھیم قال :جہر الامام ببسم اللہ الرحمن الرحیم بدعۃ ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۳، من کان لایجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم ، رقم الحدیث:۴۱۶۱)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘

اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

(۳)......حضرت امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''بسم الله الرحمن الرحيم ''اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ص۳۰۹ ج۱)

حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نماز میں جہرا بسم اللہ کو گانا فرمایا

(۴)......وعن عبدالله بن مغفل رضى الله عنه انه صلى خلف امام ' فجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ، فلما انصرف قال : يا عبد الله ! احبس عنا نغمتک هذه ، فانى صليت خلف النبى صلى الله عليه وسلم وخلف ابى بكر و عمر و عثمان رضى الله عنهم فلم أسمعهم يجهرون بها ، وهذا صحابى ،

قال الجامع : روت جماعة هذا الحديث عن ابى حنيفة عن ابى سفيان عن يزيد عن ابيه عن النبى صلى الله عليه وسلم ، قيل وهو الصواب ، لان هذا الخبر مشهور عن عبد الله بن مغفل۔(مسند امام اعظم (مترجم) ص۱۷۴، باب لا يجهر ببسم الله فى الصلوة)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی، امام صاحب نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اپنے اس گانے کو بند کر (یعنی زور سے بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے) کیونکہ میں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ حضرات بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ یہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنا گنواروں کا فعل ہے

(۵)......قال ابن مسعود رضى الله عنه فى الرجل يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم:

انها اعرابية۔

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفة ص۲۲۔المختار شرح کتاب الآثار ص۸۰، رقم الحدیث:۸۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا تھا، فرمایا کہ: یہ گنوارپن (اور دیہاتی طریقہ) ہے۔

(۶)......عن ابن عباس رضی الله عنهما فی الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم : قال ذلک فعل الاعراب۔

(طحاوی ص۲۶۳ ج۱، باب قراء ة بسم الله الرحمن الرحیم فی الصلاة ، رقم الحدیث:۱۱۷۴۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۳،من کان لایجهر ببسم الله الرحمن الرحیم، رقم الحدیث:۴۱۶۶)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ: یہ تو گنواروں کا فعل ہے۔

''بسم الله'' اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے

(۷)......عن ابراهیم قال :جهر الامام بسم الله الرحمن الرحیم بدعة ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۴ ج۳،من کان لایجهر ببسم الله الرحمن الرحیم،رقم الحدیث:۴۱۶۱)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''بسم الله الرحمن الرحیم '' اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

(۸)......حضرت امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''بسم الله الرحمن الرحیم ''اونچی آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ص۳۰۹ ج۱)

جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں

(۹)......اخبرنا محمد بن عجلان رحمه الله : ان عمربن الخطاب رضی الله عنه

قال: لیت فی فم الّذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة۔

(موطاامام محمدمترجم ص۸۲، باب القراء ة فی الصلوة خلف الامام ، رقم الحدیث:۱۲۷)

ترجمہ:......حضرت محمد بن عجلان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: کاش جوشخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہےاس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

علیؓ کا ارشاد: جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھودیا

(۱۰)......عن عبد الرحمن بن ابی لیلی رحمه الله قال: قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه :من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔

(دارقطنی ص۳۲۵ج۱، باب ذکر قوله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقراء ة الامام له قرائة واختلاف الروایات ، رقم الحدیث:۱۲۴۱۔مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۷۸ج۳، من کره القراء ة خلف الامام رقم الحدیث:۳۸۰۲۔مصنف عبدالرزاق ص۱۳۷ج۲، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحدیث:۲۸۰۱)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت کو کھودیا۔

جس نے امام کے ساتھ قراءت کی، وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پرنہیں

(۱۱)......قال علی رضی الله عنه : من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة۔

(طحاوی ص۲۸۳ج۱، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحدیث: ۱۲۷۲۔مصنف عبدالرزاق ص۱۳۸ ج۲، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحدیث:۲۸۰۶)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی، وہ فطرت (اسلام کے طریقہ) پرنہیں۔

جلتے کوئلوں کو منہ میں لینا، امام کے پیچھے قراءت سے زیادہ پسندیدہ ہے

(۱۲)......عن علقمة بن قيس رحمه الله : قال : لان اَعَضَّ على جمرة احب اِلَىَّ مَن اَن اقرأ خلف الامام ـ

(مؤطا امام محمد ص ۱۰۰، باب القراء ة فى الصلوة خلف الامام ، رقم الحديث:۱۲۳ـ كتاب القراء ة للبيهقى ص ۱۴۶)

ترجمہ:......حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے فرمایا: میرے لئے آگ کی چنگاری پکڑنا اس سے بہتر ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کاش کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

(۱۳)......عن علقمة رحمه الله :عن ابن مسعود رضى الله عنه قال : ليت الذى يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا ـ

(طحاوی ص ۲۸۴ ج ۱، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحديث:۱۲۷۶ـ مصنف عبد الرزاق ص ۱۲۸ ج ۲، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحديث:۲۸۱۰)

ترجمہ:......حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو، تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے

(۱۴)......عن انس بن سيرين قال سألت ابن عمر رضى الله عنهما أأقرأ مع الامام ؟ فقال: انك لفخم البطن تكفيك قراء ة الامام ـ (مصنف عبد الرزاق ص ۱۴۰ ج ۲، باب القراء ة خلف الامام ، رقم الحديث: ۲۸۱۲ ـ كتاب القراء ة للبيهقى ص ۱۵۷)

ترجمہ:......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ میں امام کے ساتھ قراءت کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو، تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی

(۱۵)......عن موسی بن سعد ابن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یحدثہ عن جدہ انہ قال : من قرأ خلف الامام فلا صلوۃ لہ۔

(موطا امام محمد ص ۱۰۰، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ، رقم الحدیث: ۱۲۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۹ ج ۳، من کرہ القراءۃ خلف الامام ، رقم الحدیث: ۳۸۰۹۔ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۲، باب القراءۃ خلف الامام ، رقم الحدیث: ۲۸۱۰)

ترجمہ:......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت موسی بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ان کے دادا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(۱۶)......عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ابیہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال : من قرأ وراء الامام فلا صلوۃ لہ۔(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۴)

ترجمہ:......حضرت موسی بن سعد رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ نے فرمایا کہ: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

اللہ تعالی ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب و برباد کردے

(۱۷)......عن عمارۃ بن رویبۃ قال : رأی بشر بن مروان علی المنبر رافعا یدیہ ،

فقال: قبَّح الله هاتينِ اليدين ' لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزيد على ان يقول بيده هكذا ، واشار باصبعه المسبحة۔

(مسلم ص ۲۸۷، باب تخفيف الصلوة والخطبة ، رقم الحديث :۸۷۴)

ترجمہ:......حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو منبر پر (خطبہ میں) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو خراب (وبرباد) کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تشریح:......"ترمذی شریف" کی روایت میں ہے کہ:

"قَبَّح الله هاتين اليُدَيَّتَيْنِ الْقُصَيِّرَتَيْن"۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهية رفع الايدی علی المنبر ، رقم الحديث :۵۱۵)

ترجمہ:......یعنی اللہ تعالیٰ ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب (وبرباد) کردے۔

جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو

(۱۸)...... اخبرنا داود بن قيس الفراء المدنی قال: اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذكر له ان سعدا رضی الله عنه قال: وددت ان الذی يقرأ خلف الامام فی فيه جمرة۔(مؤطا امام محمد ص ۹۸، باب القراءة فی الصلوة خلف الامام ، رقم الحديث:۱۲۶)

ترجمہ:......امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی داؤد بن قیس فراء مدنی رحمہ اللہ نے کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(۱۹)......عن ابی بجاد ' عن سعد رضی الله عنه قال : وددتُ ان الّذی يقرأ خلف

الامام فی فیه جمرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۷۸ج۳، من کرہ القراء ة خلف الامام ، رقم الحدیث:۳۸۰۳)

ترجمہ:......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

امام کے پیچھے قراءت کرنے والوں کی زبانیں کھینچ لوں

(۲۰)......عن عكرمة رحمه الله : عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قيل له ان ناسا يقرء ون فی الظهر والعصر ، فقال: لو كان لی عليهم سبيل لقلعت السنتهم ، ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قرأ فكانت قراء ته لنا قراء ة ' وسكوته لنا سكوتا۔

(طحاوی ص۲۶۴ج۱، باب القراء ة فی الظهر والعصر، رقم الحدیث:۱۱۸۱)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ سے کہا گیا کہ: کچھ لوگ ظہر اور عصر میں قراءت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر میرا بس ان پر چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ ﷺ نے قراءت کی سو آپ کی قراءت ہماری قراءت تھی ،اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں، جس نے اس سنت کی مخالفت کی اس نے کفر کیا

(۲۱)......عن صفوان بن محرز انه : أنه سأل عمر رضی الله عنه عن الصلوة فی السفر، فقال :اخشٰی ان تُكَذِّبَ عَلَیَّ ' ركعتان من خالف السنة كفر۔

(طحاوی ص۵۴۳ج۱، باب صلوة المسافر ، رقم الحدیث:۲۳۹۹)

ترجمہ:......حضرت صفوان بن محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ تم

دو رکعتوں کے بارے میں مجھے جھٹلاؤ، دو دو رکعتیں ہیں، جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

(۲۲)......عن مورق رحمه الله قال : سألت ابن عمر رضی الله عنهما عن الصلوة فی السفر، فقال : رکعتین رکعتین ' من خالف السنة کفر۔

(مجمع الزوائد ص۲۹۶ ج ۲، باب صلوة السفر ، رقم الحدیث:۲۹۳٦۔ مصنف عبد الرزاق ص۵۱۹ ج۲، باب الصلوة فی السفر ، رقم الحدیث:۴۲۸۱۔ طحاوی ص۵۴۰ ج ۱، باب صلوة المسافر ، رقم الحدیث:۲۳۹۹)

ترجمہ:......حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: دو دو رکعتیں ہیں، جس نے سنت (یعنی اس طریقہ) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

قصر کی جگہ اتمام کرنے والے گمراہ ہو جائیں گے

(۲۳)......عن عطاء بن یسار رحمه الله قال : ان ناسا قالوا : یا رسول الله ! کنا مع فلان فی السفر فابی الا ان یصلی لنا اربعا اربعا ؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا والذی نفسی بیده تضلون۔

(المدونۃ الکبری ص۱۲۱ ج۱، باب قصر الصلوة للمسافر)

ترجمہ:......حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! (ﷺ) ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر میں تھے، انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا، بجز اس صورت کے کہ وہ چار چار رکعتیں پڑھائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسی صورت

میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

اتمام کرنے والے اللہ ان کا برا کرے، اللہ کی قسم یہ سنت کو نہ پہنچے

(۲۴)......عن خلف بن حفص عن انس رضی الله عنه قال : انطلق بنا الی الشام الی عبد الملک و نحن اربعون رجلا من الانصار لیفرض لنا ، فلمّا رجع و کنّا بفج الناقة صلّی بنا الظهر رکعتین ' ثم دخل فسطاطه ' و قام القوم یضیفون الی رکعتیهم رکعتین اخریین ، فقال : قبح الله الوجوه ' فو الله ما اصابت السنة ' ولا قبلت الرخصة ' فأشهد ' لسمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : انّ قومًا یتَعمَّقون فی الدین ' یَمْرُقون کما یَمرُقُ السّهمُ من الرَّمِیَّة۔

(مجمع الزوائد ص ۲۹۷ ج ۲، باب صلوة السفر ، رقم الحدیث:۲۹۴۱۔ کنز العمال ، فتن الخوارج ، رقم الحدیث:۳۱۵۴۳)

ترجمہ:......حضرت خلف بن حفص رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: (انہوں نے فرمایا:) ہمیں ملک شام عبدالملک بن مروان کے پاس لے جایا گیا، ہم چالیس انصاری مرد تھے، مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کردے، جب ہم واپس ہوئے اور فج الناقہ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے، لوگ اٹھے اور (پڑھی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ کرنے لگے، آپ نے فرمایا: خدا! ان کا برا کرے اللہ کی قسم یہ سنت کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ: بہت سے لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے، لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

نماز فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کو بدعت فرمایا

(۲۵)......عن ابی مالک الاشجعی قال : قلت لابی: یا ابت انک قد صلیتَ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر و عمر و عثمان و على بن ابى طالب رضى الله عنهم ها هنا بالكوفة ، نحوا من خمسِ سنين ' [أ] كانوا يقنتون ؟ قال : اى بنى محدث۔

(ترمذی، باب[ما جاء] فی ترک القنوت ، رقم الحدیث :۴۰۲۔نسائی، ترک القنوت ، رقم الحدیث :۱۰۸۰۔ابن ماجہ، باب ما جاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر ، رقم الحدیث :۱۲۴۱)

ترجمہ:......حضرت ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: آپ نے رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمان اور (یہاں کوفہ میں) حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں (ہمیشہ) قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ تو بدعت ہے۔

تثویب کرنے والے مؤذن کو بدعتی کہا

(۲۶)......عن مجاهد قال : دخلت مع عبد الله بن عمر مسجدا وقد اذن فيه ، ونحن نريد ان نصلى فيه ، فثوب المؤذن ' فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال:اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه۔

(ترمذی، باب ما جاء فی التثویب فی الفجر ، قبل رقم الحدیث :۱۹۹)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا' اور اس میں اذان ہو چکی تھی، اور ہم نماز پڑھنا چاہتے تھے، اتنے

میں مؤذن نے تثویب کی ،تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر نکل گئے اور فرمایا: اس بدعتی کے پاس سے ہمیں لے چلو(اس لئے کہ آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے،اور آپ مسجد چھوڑ کر چلے آئے)اور آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(۲۷)......عن مجاهد قال : كنت مع ابن عمر، فثوَّب رجل في الظهر او العصر قال: اخرُجْ بنا فان هذه بدعة۔(ابوداوٗد، باب في التثويب ، رقم الحديث :۵۳۸)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، اتنے میں ایک آدمی (یعنی مؤذن) نے ظہر یا عصر میں تثویب کی ،تو آپ نے فرمایا: ہمیں مسجد سے باہر نکالو،اس لئے کہ یہ تو بدعت ہے۔

(۲۸)......انّ عليا رأى مؤذنا يثوب للعشاء ، فقال : اخرجوا هذا المبتدع من المسجد۔(اقامۃ الحجۃ ص ۷۔فتاوی رحیمیہ ص ج۱)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مؤذن کو عشاء کے وقت تثویب کرتے دیکھا تو فرمایا: اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

تثویب:......باب تفعیل کا مصدر ہے،اس کا مادہ: ث/و/ب/ ہے۔اس مادہ کے معنی ہیں: لوٹنا۔کپڑے کو ثوب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بار بار بدن پر لوٹتا ہے۔اور ثواب کو ثواب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ عمل کے عوض میں بندے کی طرف لوٹتا ہے۔پس تثویب کے معنی ہیں: اعلان کے بعد اعلان.....اور اس کی دو شکلیں ہیں:

پہلی شکل:......فجر کی اذان میں ’’حي على الفلاح ‘‘ کے بعد ’’الصلوة خير من النوم ‘‘ دو مرتبہ کہنا۔یہ تثویب بالاتفاق سنت ہے۔

مسئلہ:...... پوری امت کا اتفاق ہے کہ فجر کی اذان کے علاوہ کسی اور اذان میں ان کلمات کا

اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

دوسری شکل:......اذان کے بعد نماز سے پانچ دس منٹ پہلے مؤذن ''حی علی الصلوۃ'' کہہ کر یا'' الصلوۃ الصلوۃ''پکار کر، یا مقامی زبان میں لوگوں کونماز کے لئے بلائے، یہ تثویب مُسْتَحْدَث (نو پید) ہے۔قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ تثویب نہیں تھی،اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر نکیر فرمائی ہے۔

فائدہ:...... ہماری فقہ کی کتابوں میں یہ جزئیہ ہے: چونکہ اب لوگوں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اس لئے تمام نمازوں میں تثویب کرنی چاہئے۔

(درمختار وشامی ص۵٦ ج۲، باب الاذان، مطبع: زکریا)

ہمارے اکابر نے اس جزئیہ پر فتوی نہیں دیا۔ ہمارے یہاں نماز فجر میں بھی تثویب کا رواج نہیں، کیونکہ تثویب خود سستی پیدا کرتی ہے۔ جب ایک مرتبہ تثویب شروع کردی جائے گی تو آہستہ آہستہ لوگ دوسری تثویب کے محتاج ہو جائیں گے،اور یہ سلسلہ دراز سے دارز ہوتا رہے گا۔(تحفۃ الالمعی ص۵۱۴ ج۱)

بیٹھ کر خطبہ دینے والے کو خبیث کہا

(۲۹)......عن ابی عبیدة عن کعب بن عجرة قال : دخل المسجد وعبد الرحمن بن ام الحکم یخطب قاعدا ، فقال : انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعدا۔

(مسلم ص۲۸۴، باب ذکر الخطبتین قبل الصلوۃ و ما فیھما من الجلسة ، رقم الحدیث :۸٦۴)

ترجمہ:......حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمٰن بن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا،تو آپ نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔

دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو بدعت کہا

(۳۰)......عن ابن عمر انه يقول : انّ رفعكم ايديكم بدعة ، ما زاد رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذا يعني الى الصدر۔

(مشکوۃ ص۱۹۶، كتاب الدعوات ، الفصل الثالث)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بیشک تمہارا (دعا میں) اس طرح (سینہ سے اوپر) ہاتھ اٹھانا بدعت ہے (اور دلیل یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ عمل نہیں فرمایا، یعنی آپ ﷺ سینہ سے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گدھے بن ہو گئے؟

(۳۱)......عن جابر رضي الله عنه قال : أتاه رجل، فقال : اصابتني جنابة ، وانّي تمعكت في التراب ، فقال : اصرتَ حمارا ، وضرب بيديه الى الارض فمسح وجهه ثم ضرب بيديه الى الارض فمسح بيديه الى المرفقين، وقال: هكذا التيمم۔

(طحاوی ص۱۴۷ج۱، باب صفة التيمم كيف هي ؟ كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۶۵۷)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ان کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں جنبی ہوگیا اور مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا، انہوں نے فرمایا: کیا تم گدھے بن گئے؟ اس کے بعد آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر چہرے کا مسح کیا، پھر ہاتھوں کو زمین پر مار کر کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا، اور فرمایا: تیمّم اس طرح ہے۔

جس نے کہا: آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، تو اس نے جھوٹ کہا

(۳۲)......عن عائشة رضي الله عنها قالت : من حدّثك ان محمدا صلى الله عليه

وسلم رأى ربه فقد كذب،الخ۔

(بخاری، باب قول الله تعالى : علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا ، كتاب التوحيد ، رقم الحديث:۷۳۸۰)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جو تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، پس اس نے جھوٹ کہا۔

تشریح:......"بخاری شریف" کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"من زعم انّ محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربه فقد اعظم "۔

(بخاری، باب اذا قال احدكم : آمين والملائكة فى السماء فوافقت احداهما الاخرى غفر له ما تقدم من ذنبه ، كتاب بدء الخلق ، رقم الحديث:۳۲۳۴)

"مسلم شریف" میں ان الفاظ سے یہ روایت منقول ہے:

"من زعم انّ محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربه فقد اعظم على الله الفرية "

(مسلم،باب قول الله عز وجل ﴿ولقد راٰه نزلة اخرى﴾ و هل راى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الاسراء ، كتاب الايمان ، رقم الحديث:۱۷۷)

اور"ترمذی شریف" کے الفاظ ہیں:

"ثلاث من تكلّم بواحدة منهنّ فقد اعظم الفِرية على اللّه ، من زعم انّ محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربّه فقد اعظم الفِرية على اللّه "

(ترمذی، ومن سورة الانعام ، ابواب تفسير القرآن ، رقم الحديث:۳۰۶۸)

ترجمہ:......تین باتیں ہیں جو ان میں ایک بھی کہے وہ اللہ تعالی پر بہت بڑا الزام لگاتا ہے: جو یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا' اس نے یقیناً اللہ تعالی پر بہت بڑا الزام لگایا۔

کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟

(۳۳۳)......حدثنا مُحارب بن دِثار قال : سمعت جابر بن عبد الله الانصارى قال : أقبل رجل بناضِحين وقد جنح اللّيل، فوافق معاذا يصلّى ، فبرّك ناضحه واقبل الى معاذٍ ، فقرأ بسورة البقرة أو النّساء فانطلق الرّجل ، وبلغه انّ معاذا نال منه ، فأتى النبى صلى الله عليه وسلم فشكا اليه معاذا فقال النبى صلى الله عليه وسلم : يا معاذ أفتّانٌ انت ؟ أو أفاتن انت ؟- ثلاث مرات - فلولا صليت ب: سبح اسم ربك الاعلى ' والشمس وضحاها ، والليل اذا يغشى ، فانه يصلّى وراءك الكبير والضعيف و ذو الحاجة۔

(بخاری ص۹۸ ج ا، باب من شكى امامه اذا طوّل، كتاب الاذان ، رقم الحديث:۷۰۵)

ترجمہ......حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص دو اونٹ (جو کھیت وغیرہ میں پانی دینے کے لئے استعمال ہوتے ہیں) لئے ہوئے ہماری طرف آیا' رات تاریک ہوچکی تھی، اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا،اس لئے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے ارادے سے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی، چنانچہ اس شخص نے نماز توڑ دی' پھر اسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے ناگواری ہوئی ہے، اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ آپ نے تین مرتبہ ''فتّان'' فرمایا: ''سبح اسم ربك الاعلى ' والشمس وضحها ' والليل اذا يغشى '' تم نے کیوں نہیں پڑھی؟ تمہارے پیچھے بوڑھے' کمزور' حاجت مند سب ہی پڑھتے

ہیں۔

تشریح:......''ابن ماجہ'' کی روایت میں یہ بھی ہے کہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس الگ نماز پڑھنے والے کے متعلق فرمایا: یہ منافق ہوگیا ہے۔

(ابن ماجہ ص۶۹، باب من امّ قوما فلیخفّف ، ابواب اقامة الصلوات والسنة فیھا ، رقم الحدیث:۹۸٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے مونڈھے کو پکڑ کر زور سے ہلانا

(۳۷)......عن الازرق بن قیس قال : صلی بنا امام لنا یُکْنی ابا رِمثةَ ، فقال : صلّیتُ هذه الصلوةَ او مثلَ هذه الصلوة مع النّبی صلی الله علیه وسلم ، قال : وکان ابو بکر و عمر[رضی الله عنهما] یقومان فی الصّفّ المُقدّم عن یمینه ، وکان رجل قد شهد التکبیرةَ الاولی من الصلوة ، فصلّی نبی الله صلی الله علیه وسلم ثمّ سلّم عن یمینه وعن یساره حتی رأینا بَیاض خدَّیْه ، ثم انفَتَلَ کَانْفِتال ابی رِمثة – یعنی نفسه – فقام الرّجل الذی ادرک معه التکبیرة الاولی من الصلوة یشفعُ ، فوثَب الیه عمرُ فاخذ بمَنْکَبیه فهَزَّه ثم قال : اجلس فانه لم یَهلکْ اهلُ الکتاب الا انّهم لم یکن بین صلواتهم فَصْل ، فرفع النبی صلی الله علیه وسلم بصرَه فقال : اصاب اللّٰه بک یا ابنَ الخطّاب۔

(ابوداوًد، باب فی الرجل یتطوّع فی مکانه الذی صلّی فیه المکتوبة ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۱۰۰۷)

ترجمہ:......حضرت ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہمارے امام نے ہمیں نماز پڑھائی جن کی کنیت ''ابورمثہ'' تھی، انہوں نے کہا کہ: ایک مرتبہ میں نے یہی نماز (یا

یہ کہا: ایسی ہی نماز) نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی، انہوں نے مزید کہا کہ: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما کا معمول) پہلی صف میں آپ کے دائیں جانب کھڑے ہونے کا تھا، (تو ہوا یہ کہ) ایک شخص جس نے تکبیر اولی پائی تھی، جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا، یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے جس طرح ابورمثہ کھڑا ہوا، (یعنی جس طرح میں اس وقت تمہارے سامنے سلام پھیر کر رخ بدل کر بیٹھا ہوں اسی طرح حضور ﷺ بھی بیٹھے تھے۔الدرالمنضود ص۳۷۸ ج۲) اس کے بعد وہ شخص جس نے تکبیر اولی پائی تھی کھڑا ہو کر دو رکعت پڑھنے لگا، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس شخص کے دونوں مونڈھے پکڑ کر زور سے ہلائے اور فرمایا کہ: بیٹھ جا، کیونکہ اہل کتاب اسی لئے برباد ہوئے کہ انہوں نے ایک نماز اور دوسری نماز کے درمیان فصل نہیں کیا، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے ! اللہ نے تجھے ٹھیک بات کہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ایک جملہ پر آپ ﷺ کا ارشاد: تو برا خطیب ہے

(۳۶)......عن عدی بن حاتم رضی الله عنه : انّ رجلا خطب عند النّبی صلی الله علیه وسلم فقال : من یطع الله و رسوله فقد رشد ، ومن یعصهما فقد غوی ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بئس الخطیب انت، قل ومن یعص الله و رسوله ، قال ابن نمیر : فقد غوی۔

(مسلم، باب فصل : فی ایجاز الخطبة واطالة الصلوة ، کتاب الجمعة ، رقم الحدیث:۸۷۰)

ترجمہ:......حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک صاحب نے آپ

ﷺ کے سامنے خطبہ پڑھا اور (خطبہ میں یوں کہا: ''من یطع الله و رسوله فقد رشد ، ومن یعصهما فقد غوی ''تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو برا خطیب ہے، اس طرح کہہ: ''ومن یعص الله و رسوله [فقد غوی]''۔

تشریح: ......''ابوداؤد شریف'' کی روایت میں ہے:

'' قم – أو – اذهب بئس الخطیب انت ''۔یعنی یہاں سے اٹھ – یا فرمایا: یہاں سے چلا جا – تو برا خطیب ہے۔

(ابوداؤد، باب الرجل یخطب علی قوس ، تفریع ابواب الجمعة ، رقم الحدیث:۱۰۹۹)

اس خطیب پر آپ ﷺ نے جو نکیر فرمائی اس کے بارے میں عام شراح کی رائے یہ ہے کہ: یہ نکیر اس لئے ہے کہ اس خطیب نے اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں جمع کر دیا، اور ان دونوں کے لئے ضمیر تثنیہ کو استعمال کیا، حالانکہ ضمیر تثنیہ میں ایہام تسویہ ہے، گویا اللہ اور رسول دونوں کو العیاذ باللہ ایک ہی درجہ میں رکھا جا رہا ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول کے لئے ضمیر تثنیہ کا استعمال بہت سی روایات مرفوعہ میں ثابت ہے، مثلاً: ''من کان الله و رسوله احب الیه مما سواهما''۔

اس کا جواب (شیخ) عزالدین ابن عبدالسلام (رحمہ اللہ) نے یہ دیا کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ پھر اس پر اشکال کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ کے یہی الفاظ ضمیر تثنیہ کے ساتھ (حضرت) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی سکھائے ہیں تو پھر آپ ﷺ کی خصوصیت کہاں ہوئی؟ لہذا یہ جواب صحیح نہیں۔

اور بھی چند جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱)...... یہ نکیر خصوصیت مقام کی وجہ سے ہے، یعنی موقع و محل کے خلاف ہونے کی وجہ سے،

ممکن ہے اس موقع پر حاضرین وسامعین میں بعض ایسے ہوں جن کے بارے میں تسویہ کا وہم وگمان ہوسکتا ہو۔

(۲)...... یہ نکیر خصوصیت متکلم کی وجہ سے ہے، اس کے حال اور اسلوب بیان سے تسویہ کا وہم ہوسکتا تھا۔

(۳)...... مقصود اس نکیر سے بیان اولویت ہے نہ کہ عدم جواز۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی رائے یہاں تمام شراح سے الگ ہے۔ حضرت شیخ (الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب) نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ: مجھے اس میں امام طحاوی (رحمہ اللہ) کی رائے بہت پسند ہے، انہوں نے اپنی تصنیف ''مشکل الآثار'' (ص ۳۱۷ ج ۸) میں اس کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ: آپ ﷺ کو یہ نکیر وقف فی غیر محلّہ کی وجہ سے تھی کہ اس خطیب نے بے جگہ اپنا سانس توڑ کر وقف کر دیا جس سے فساد معنی لازم آجاتا ہے۔

دیکھئے! یہاں پر کلام میں دو شرطیں ہیں، اور ہر شرط کے بعد متصلا اس کی جزاء مذکور ہے ''من یطع اللہ و رسولہ'' شرط ہے ''فقد رشد'' اس کی جزاء ہے، اور ''و من یعصھما'' دوسری شرط ہے اور ''فقد غوی'' اس کی جزاء ہے۔ اس خطیب نے پہلی شرط کی جزاء پر وقف کرنے کے بجائے دوسری شرط پر سانس توڑا ''من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصھما'' یہاں تک ایک سانس میں پڑھ کر وقف کیا اور ''فقد غوی'' کو مستقل سانس میں پڑھا، جس کی وجہ سے ''فقد رشد'' کا تعلق ماقبل و مابعد دونوں شرطوں سے ہوگیا، اور مطلب یہ ہوگیا کہ: جو شخص اللہ ورسول کی اطاعت کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت مولانا عاقل صاحب رحمہ اللہ اس تفصیل کے بعد اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے

ہوئے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جیسے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ حاجیوں کوطواف کراتے وقت طواف کی دعائیں ان سے پڑھوا رہا تھا،اور دعا میں جب’’ لا حـول ‘‘پہنچا تو کہتا ہے’’لا حـول ولا ‘‘یعنی دوسرے’’لا ‘‘پر وقف کرتا اور پھر دوسرے سانس میں کہتا:’’ قـوة الا بالله ‘‘حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے:’’لا حـول ولا قـوة ‘‘۔ان طواف کرنے والوں میں بعض عرب بھی تھےتو وہ اس کے اس طرز سے بڑے پریشان نظر آئے کہ یہ’’لا حول ولا ‘‘کیا چیز ہے؟س پر مجھے بڑی ہنسی آئی کہ یہ بیچارے عرب اس عجمی کے ساتھ کہاں پھنس گئے۔ یہ واقعہ بھی وقف فی غیر محلّہ کی ایک نظیر ہے۔

(الدر المنضود علی سنن ابی داوَدص۴۳۴ ج ۲۔بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد ص۱۲۶ ج ۵،

باب الرجل يخطب على قوس ، باب تفريع ابواب الجمعة ، رقم الحديث:۱۰۹۹)

خطبہ کی دعا میں ہاتھ اٹھانے والے امام پر بددعا کہ:اللہ اس کے ہاتھوں کو کاٹ دیں

(۳۷)......عـن مسـروق قال : رَفَع الامام يوم الجمعة يديه على المنبر ، فرفع النّاس ايديهم ، فقال مسروق : ما لهم ؟ قطع الله ايديهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۸ ج ۴، فی رفع الايدی فی الدعاء يوم الجمعة ،كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۵۵۳۷ (وفی نسخۃ:۵۴۹۵)

ترجمہ:......حضرت مسروق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:منبر پر(خطبہ کے وقت دعا کرتے ہوئے)امام نے ہاتھوں کو اٹھایا،تو لوگوں نے بھی ہاتھوں کو اٹھایا،حضرت مسروق رحمہ اللہ نے فرمایا:ان کو کیا ہو گیا؟(دوران خطبہ دعا میں ہاتھوں کو کیوں اٹھا رہے ہیں؟)اللہ تعالی

ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیں۔

امام شعبی رحمہ اللہ کا عید سے پہلے نفل پڑھنے والے کو کھینچ کر روکنا

(۳۸)......عن اسماعيل قال : رأى الشعبى انسانا يصلى بعد ما انصرف الامام فجَبَذه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶ ج ۴، من كان لا يصلّى قبل العيد ولا بعده ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۵۷۹۴،(وفی نسخۃ :۵۷۴۵)

ترجمہ:......حضرت اسماعیل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: امام شعبی رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا (عید کے دن) امام کے نماز (فجر) کے بعد (نفل) نماز پڑھنے لگا، تو آپ نے اسے کھینچ لیا۔

جمعہ کا خطبہ نہ پڑھنے والے امام پر حضرت مکحول رحمہ اللہ کی بددعا

(۳۹)......عن مكحول : انه انطلق حاجا فقدم تبوک فی یوم الجمعة ، فصلى امامهم ركعتين ولم يخطب ، فقال مكحول : قاتل الله هذا نقص صلوة القوم ولم يخطب ، وانما قصرت صلوة الجمعة من اجل الخطبة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹۸ ج ۴، الامام اذا لم يخطب يوم الجمعة ، كم يصلى ؟ كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۵۳۱۹)

ترجمہ:......حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: وہ حج کے لئے چلے تو جمعہ کے دن مقام تبوک پہنچے، (کیا دیکھا کہ) وہاں کے امام نے (جمعہ کی) دو رکعتیں پڑھائی اور خطبہ نہیں دیا، حضرت مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالی اس امام کو قتل (تباہ و برباد) کرے اس نے قوم کی نماز میں کمی کردی اور خطبہ نہیں دیا، حالانکہ (ظہر کی چار رکعات میں سے دو کم

کر کے) جمعہ کی نماز میں دو رکعت کی کمی خطبہ کی وجہ سے ہوئی۔

دوران خطبہ بات کرنے والا تو گدھا ہے

(۴۰)......عن علقمة بن عبد الله قال : قدمنا المدينة يوم الجمعة ، فأمرت اصحابى أن يرتحلوا ، ثم أتيت المسجد فجلست قريبا من ابن عمر ، فجاء رجل من اصحابى فجعل يحدثني والامام يخطب : فعلنا كذا و كذا ، فلما اكثر قلت له : اسكت ، فلما قضينا الصلوة ذكرت ذلک لابن عمر ، فقال : أما انت فلا جمعة لک، وأما صاحبک فحمار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۴ ج۴، فی الکلام اذا صعد الامام المنبر وخطب ، کتاب الصلوة ، رقم الحديث:۵۳۴۶)

ترجمہ:......حضرت علقمہ بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم جمعہ کے دن مدینہ منورہ آئے، میں نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ سفر جاری رکھیں، پھر میں مسجد (نبوی ﷺ) میں آیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھ گیا، دوران خطبہ میرا ایک ساتھی آیا اور مجھ سے بات کرنے لگا کہ: ہم نے ایسا کیا اور ایسا کیا، جب اس نے زیادہ بات کی تو میں نے اس سے کہا: چپ رہ، جب ہم نے نماز ختم کی تو میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: بہر حال آپ کا تو جمعہ نہیں ہوا، اور تمہارا ساتھی تو (اس نے تو دوران خطبہ بات کر کے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے وہ تو) گدھا ہے۔

دوران خطبہ بات کرنے والا ایسا گدھا ہے جس نے کتاب کا بوجھ اٹھایا ہو

(۴۱)......عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تكلم يوم الجمعة والامام يخطب فهو كالحمار يحمل اسفارا ، والذى يقول له : انصت ،

لیست له جمعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۵ ج۴، فی الکلام اذا صعد الامام المنبر وخطب ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۵۳۴۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کے دن دوران خطبہ بات کرے وہ ایسا ہے کہ جیسا کہ گدھا جس نے (کتاب کا) بوجھ اٹھایا ہو، اور جو اسے کہے: چپ ہو جا، اس کی (بھی) نماز نہیں ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتّا ہمیں سنت سکھاتا ہے

(۴۲)......عن زیاد بن عبد الله النخعی ، قال : کنا جلوسا مع علی رضی الله عنه فی المسجد الأعظم ، والکوفة یومئذ اخصاص ، فجاء ہ المؤذن فقال : الصلوۃ یا أمیر المؤمنین للعصر ، فقال : اجلس ، فجلس ، ثم عاد فقال ذلک ، فقال علی رضی الله عنه : هذا الکلب یعلمنا بالسنّة ، الخّ۔

(سنن دار قطنی ص۲۶۰ ج۱، باب ذکر بیان المواقیت واختلاف الروایات فی ذلک ،کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۹۷۷)

ترجمہ:...... زیاد بن عبداللہ نخعی سے مروی ہے کہ: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ کی بڑی جامع) مسجد اعظم میں بیٹھے ہوئے تھے -اور کوفہ کی اس وقت ایک خاص شان تھی - پس مؤذن آیا اور اس نے کہا کہ: اے امیر المؤمنین نماز عصر (کا وقت ہو چکا ہے، نماز پڑھا دیجئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جا، (ہمیں معلوم ہے کہ وقت کب ہوتا ہے اور کب نماز پڑھانی ہے) تو وہ بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد پھر اس نے یہی کہا :(اے امیر المؤمنین نماز عصر (کا وقت ہو چکا ہے، نماز پڑھا دیجئے) تو حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے (بیٹھے ہوئے مجمع سے مخاطب ہوکر) فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے (کیا ہمیں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت مسنون کیا ہے؟)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس بدعتی کو میرا اسلام نہ پہنچاؤ

(۴۳)......نافع ان ابن عمر رضی الله عنهما جاءه رجل، فقال : ان فلانا يقرئ عليک السلام ، فقال : انه بلغني انه قد احدث ، فان كان قد احدث فلا تقرئه منّى السلام ، فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : في هذه الامة او في امتي – الشک منه – خسف أو مسخ أو قذف في اهل القدر ۔

(ترمذی، [باب ماجاء فی المکذبین بالقدر من الوعید] ابواب القدر ، رقم الحدیث:۲۱۵۲)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ: فلاں شخص نے آپ کو سلام پہنچایا، آپ نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، اگر یہ سچ ہے تو میری طرف سے اس کو سلام پہنچانے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اس امت میں – یا میری امت میں – (تقدیر کا انکار کرنے والوں پر) دھنسنا یا شکل بگڑنا یا پتھر برسایا جانا ہوگا۔

تشریح:......وہ شخص جس نے سلام بھیجا تھا وہ بصرہ کا باشندہ تھا، اور منکرین تقدیر میں سے تھا۔ یہ فرقہ سب سے پہلے بصرہ میں وجود میں آیا تھا، اس لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا سلام قبول نہیں کیا، سلام قبول کرتے تو جواب دیتے۔ پس اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلا کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ سلام ودعا کا رابطہ نہیں ہونا چاہئے۔

(تحفۃ الالمعی ص ۵۱۵ ج ۵)

غور کا مقام ہے کہ بدعت کے ایجاد کرنے کا یقین نہیں ہے، پھر بھی فرمایا: اگر اس نے ایسا کیا ہے تو میرا اسلام اسے نہ پہنچایا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شطرنج کھیلنے والوں کو قید کرنا اور سلام نہ کرنا

(۴۴)......عن الفضيل بن مسلم عن ابيه قال : كان على رضى الله عنه اذا خرج من باب القصر، فرأى اصحاب النرد انطلق بهم ، فعقلهم من غدوة الى الليل، فمنهم من يعقل الى نصف النهار، قال : وكان الّذى يعقل الى الليل هُمُ الذين يعاملون بالورق، وكان الّذى يعقل الى نصف النهار الذين يَلْهُون بها، وكان يأمر ان لا يسلِّموا عليهم۔(الادب المفرد، باب من لم يُسلِّم على اصحاب النرد ، رقم الحديث:۱۲۶۸)

ترجمہ:......حضرت فضیل بن مسلم رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قصر کے دروازہ سے نکلے (جو کوفہ میں ایک محل تھا) تو شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھا، ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو صبح سے رات تک قید کر دیا، ان میں سے بعض کو آدھے دن تک قید کیا، (یہ وہ لوگ ہیں جو) آپس میں چاندی کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، (یعنی جوا کھیلتے تھے) اور جن کو آدھے دن تک قید کیا وہ لوگ یونہی اس کے ساتھ کھیل رہے تھے، اور آپ نے ان کو سلام نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

(۴۵)......عن ابن ابى اوفى رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الخوارج كِلاب النّار۔

(ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج ، كتاب السنة ، رقم الحديث:۱۷۳)

ترجمہ:......حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خوارج جہنم کے کتے ہیں۔

(۴۶)......عن عمار بن یاسر رضی الله عنه قال : قدِمتُ علی اهلی وقد تشقَّقتْ یدای ، فخَلَّقُونی بزعفران ، فغَدوتُ علی النّبی صلی الله علیه وسلم ، فسلَّمتُ علیه فلم یَرُدَّ علی ، وقال : اذهَب فاغسِل هذا عنک۔

(ابوداؤد، باب ترک السلام علی اهل الاهواء ،کتاب السُّنة ، رقم الحدیث:۴۶۰۱۔باب فی الخَلُوق للرجال ،کتاب الترجّل ، رقم الحدیث:۴۱۷۶)

ترجمہ:......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور میرے دونوں ہاتھ پھٹ گئے تھے،تو انہوں نے زعفران کا خلوق میرے ہاتھوں پر لگادیا، اگلی صبح جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا،لیکن آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا: جاؤ اس خلوق کو دھوکر اپنے سے دور کردو۔

(۴۷)......عن حذیفة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لکلِّ امّة مجوس ، ومجوس هذه الامة الذین یقولون : لا قدر ومن مات منهم فلا تشهدوا جنازتَه ، ومن مرِض منهم فلا تعودوهم ، وهم شِیعة الدّجال ، و حقٌّ علی الله ان یُلحِقهم بالدّجال۔(ابوداؤد، باب فی القدر ،کتاب السُّنة ، رقم الحدیث:۴۶۹۲)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں مجوس ہیں، اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: تقدیر نہیں ہے،ایسے (منکر تقدیر میں سے کوئی)جب مرجائے تو تم اس کے جنازہ میں شریک مت ہونا، اور جو ان میں سے بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت نہ کرو، اور وہ دجال کے گروہ کے ہیں،اور اللہ تعالی کا حق ہے کہ انہیں دجال سے ملادے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک مخصوص طریقہ پر اجتماعی ذکر کرنے والوں کو مسجد سے نکال دینا

(۴۸)......نماز صبح میں لوگ جمع ہو کر خاص طریقہ سے سو مرتبہ ’’ الله اکبر ‘‘سو مرتبہ’’ لا اله الا الله ‘‘سو مرتبہ’’ سبحان الله ‘‘پڑھتے تھے،اس کی خبر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ وہاں تشریف لے گئے ،اور فرمایا: اے امت محمد! (ﷺ) تم پر افسوس، تمہاری ہلاکت کی گھڑی کتنی قریب آ گئی ہے،ابھی تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) موجود ہیں،تمہارے نبی ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے ،ان کے برتن سلامت ہیں،اورتم ابھی سے بدعتوں میں مشغول ہو گئے؟قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایک ایسے دین پر ہو جو حضرت محمد ﷺ کے دین سے (نعوذ باللہ) زیادہ راست اور صحیح ہے، یا تو تم گمراہی کے دروازے پر پہنچ گئے ہو، جو عنقریب کھلنے والا ہے۔

(ازالۃ الخفاء،مقصد اول،فصل پنجم: ۵،ص۲۷۹/۲۸۰۔فتاوی رحیمیہ ص۳۰۶ ج۱،مع تصرف)

(۴۹)......ایک اور روایت میں ہے کہ:ایک جماعت بعد مغرب بیٹھا کرتی تھی اوران میں سے ایک شخص کہتا کہ:اتنے مرتبہ’’الله اکبر ‘‘کہو،اوراتنی بار’’ سبحان الله ‘‘کہو،اوراتنی بار’’ الحمد لله ‘‘کہو،اورلوگ کہتے جاتے تھے،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ان لوگوں کے پاس (تشریف لے) گئے اور وہ جو کچھ کہتے تھے جب آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: میں (حضرت) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ہوں،قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بے شک یا تو تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے ، یا حضرت محمد ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ

گئے ، اور پھر ان کو مسجد سے نکال دیا۔ (الاعتصام ص ۱۶۵ ج ۲۔ فتاوی رحیمیہ ص ۳۰۷ ج ۱، مع تصرف)

(۵۱/۵۰)......و قد صح انہ قیل لابن مسعود رضی اللہ عنہ : ان قوما اجتمعوا فی مسجد یھللون و یصلّون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یرفعون اصواتھم ، فذھب الیھم ابن مسعود و قال : ما عھدنا ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما أراکم الا مبتدعین ، فما زال یذکر ذلک حتی اخرجھم من المسجد۔

(المحیط البرھانی ص۳۱۴ ج ۷، الفصل الرابع ، کتاب الکراھیۃ ، رقم :۹۴۵۱)

(۵۱/۵۰)......وعن عمر و بن سلمۃ ، قال : کنا قعودا علی باب ابن مسعود بین المغرب والعشاء ، فأتی ابو موسی ، فقال : اخرج الینا ابو عبد الرحمن ، فخرج ابن مسعود ، فقال ابو موسی : ما جاء بک ھذہ الساعۃ ؟ قال : لا واللہ ، اِلا انی رأیت امراً ذعرنی ، وانہ لخیر ، ولقد ذعرنی ، واِنہ لخیر ، قوم جلوس فی المسجد ، ورجل یقول : سبحوا کذا و کذا ، احمدوا کذا وکذا ، قال : فانطلق عبد اللہ وانطلقنا معہ ، حتی أتاھم ، فقال : ما اسرع ما ضللتم وأصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیاء ، وازواجہ شواب ، و ثیابہ و آنیتہ لم تغیر ، احصوا سیئاتکم ، فأنا أضمن علی اللہ أن یحصی حسناتکم۔

(مجمع الزوائد ص۲۴۵ ج ۱، باب الاقتداء بالسّلف ، کتاب العلم ، رقم الحدیث :۸۵۴۔
طبرانی کبیر ص۲۴۵ ج ۱، رقم الحدیث :۸۶۳۶)

(۵۱/۵۰)......وعن أبی البختری ، قال : بلغ عبد اللہ بن مسعود أن قوما یقعدون بین المغرب والعشاء یقولون : قولوا کذا ، قولوا کذا ، قال : عبد اللہ : ان فعلوا

فآذنونی ، فلما جلسوا أتوه ، فانطلق معهم فجلس و علیه برنس ، فأخذوا فی تسبیحهم ، فحسر عبد الله عن رأسه البرنس، و قال : أنا عبد الله بن مسعود ، فسکت القوم ، فقال : لقد جئتم بدعة ظلما ، والا فضللنا أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ، فقال عمرو بن عتبة بن فرقد ، استغفر الله یا ابن مسعود واتوب الیه ، فأمرهم ان یتفرقوا ، قال : ورأی ابن مسعود حلقتین فی مسجد الکوفة ، فقام بینهما فقال : أیتکما کانت قبل صاحبتها ؟ قالت احداهما : نحن ، فقال للأخری : قوموا الیها ، فجعلهم واحدة۔

(مجمع الزوائدص۲۴۶ج۱، باب الاقتداء بالسّلف ، کتاب العلم ، رقم الحدیث :۸۵۵۔ طبرانی کبیرص۲۴۵ج۱، رقم الحدیث :۸۶۳۰)

مسجد میں نماز چاشت پڑھنے کوحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بدعت فرمانا

(۵۲)......عن مجاهد قال : دخلت انا و عروة بن الزبیر المسجد ، فاذا عبد الله بن عمر رضی الله عنهما جالس الی حجرة عائشة رضی الله عنها، واذا أُناس یصلون فی المسجد صلوة الضحی ، قال : فسألناه عن صلوتهم ؟ فقال :بدعة ، الخ،

(بخاری، باب کم اعتمر النبی صلی الله علیه وسلم ، کتاب العمرة ، رقم الحدیث:۱۷۷۵)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں اورحضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے ،پس اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے،،اوراس وقت لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے،پس ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی نماز کے متعلق سوال کیا، توانہوں نے فرمایا: یہ بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نرد کھیلنے پر مارنا، اور نرد کو توڑ دینا

(۵۰)......عن نافع : عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما انه کان اذا وجد احدا من اهله یلعب بالنّرد ضربه ، و کسرها۔

(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی النّرد ، کتاب الجامع ، رقم الحدیث:۲۹۸۴۔مؤطا امام مالک اردو ترجمہ مع شرح ص۶۸۹ ج ۲)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اہل وعیال میں سے کسی کو نرد کھیلتے ہوئے دیکھ لیتے تو اس کو مارتے، اور نرد کو توڑ دیتے۔

تشریح:......نرد: شطرنج سے ملتا جلتا کھیل ہے، اسے فارس کے ایک بادشاہ اردشیر بن بابک نے ایجاد کیا تھا، اسی لئے اسے نردشیر بھی کہتے ہیں۔ نیز چھوٹا سا ڈھول یعنی طبلہ بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے، جیسا کہ صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ان سب چیزوں سے کھیلنا ممنوع ہے، اور اگر ان کے ذریعہ جوا کھیلا جائے تو حرمت شدید ہو جاتی ہے۔

(ادب المفرد (اردو مترجم) ص۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نرد کھیلنے پر گھر سے نکال دینے کی دھمکی دینا

(۵۱)......عن عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم : انّه بلغها : انّ اهل بیتٍ فی دارها کانوا سکّانا فیها ، وعندهم نرد ، فأرسلتُ الیهم لئن لم تُخرِجوها لاخرِجنّکم من داری ، وا نکرت ذلک علیهم۔

(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی النّرد ، کتاب الجامع ، رقم الحدیث:۲۹۸۳۔مؤطا امام مالک اردو ترجمہ مع شرح ص۶۸۹ ج ۲)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ ایک اہل خانہ جو ان کے گھر میں رہتے

تھے، ان کے پاس نرد ہے، تو ان کو پیغام بھیجا کہ: اگر تم اس کو باہر نہ نکالو گے تو میں تم کو اپنے گھر سے نکال دوں گی، اور اس بات پر ان لوگوں سے ناخوشی کا اظہار کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نرد کھیلنے والوں پر سختی فرمانا

(۵۲)......ربیعة بن کلثوم ، حدّثنی ابی قال : خطبنا ابن الزّبیر رضی الله عنهما بمکة فقال : یا اهل مکة : بلغنی ان رجالا من قریش یلعبون لُعبة یقال لها : النرد شیر ، و انّ الله عزّ و جل یقول فی کتابه : ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ وانی اقسم بالله عزّ وجل ، لاؤتی برجل لعب بهذه الا عاقبته فی شعره و بشره ، واعطیتُ سلبه من اتانی به۔

(سنن کبری بیہقی ص ۱۱۷ ج ۲۱، باب کراهیة اللعب بالنرد اکثر من کراهیة اللعب بشیء من الملاهی ، الخ ، کتاب الشهادات ، رقم الحدیث: ۲۱۰۰۳)

ترجمہ:......حضرت ربیعہ بن کلثوم بن جبیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ہمیں مکہ میں خطبہ دیا، اور فرمایا: اے مکہ والو! مجھے قریش کے بعض لوگوں کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں جس کو نردشیر کہا جاتا ہے (اور وہ بائیں ہاتھ سے کھیلتے ہیں) اللہ تعالی نے فرمایا: ’’اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو‘‘، (سورۂ مائدہ، آیت نمبر: ۹۰) اور میں اللہ تعالی کی قسم کھاتا ہوں کہ: اگر ایسا آدمی میرے پاس لایا گیا جس نے نرد سے کھیلا ہو تو اس کو میں سزا دوں گا، اس کے بالوں میں اور اس کی کھال میں (یعنی اس کے بال بھی کھینچوں گا اور چمڑی بھی اتاروں گا) اور اس کا مال چھین کر اس کو دے دوں گا جو اس کو پکڑ کر میرے پاس لائے گا۔

نردکھیلنا گویا خنزیر کا گوشت کھانا ہے

(۵۳)......عن یعلی بن مرة قال : سمعت ابا هريرة رضی الله عنه فی الذی یلعب بالنرد قمارا : کالّذی یأکل لحم الخنزیر ، والّذی یلعب به غیر القمار : کالذی یغمس یده فی دم خنزیر ، والّذی یجلس عندها ینظر الیها کالّذی ینظر الی لحم الخنزیر۔

(الادب المفرد، باب الادب واخراج الذین یلعبون بالنرد واهل الباطل ، رقم الحدیث:۱۲۷۶)

ترجمہ:......حضرت یعلی بن مرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کواس شخص کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جونرد سے کھیلتا ہو کہ یہ کام قمار یعنی جوا ہے، یہ شخص ایسا ہے گویا وہ سور کا گوشت کھاتا ہے،اور جو بغیر جوا کے کھیلتا ہے گویا وہ اپنے ہاتھ کوسور کے خون میں ڈبوتا ہے،اور جو وہاں بیٹھ کراس کی طرف دیکھتا رہتا ہے گویا وہ سور کے گوشت کی طرف دیکھتا ہے۔

نمازیوں کوتشویش میں ڈالنے والے کوحضرت عمر رضی اللہ عنہ سزا دینا

(۵۴)......ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں تھے،ایک شخص آیا، جو کچھ لئے ہوئے تھا، اس کوصف میں آگے ڈال دیا اور نماز میں شریک ہوگیا (جیسا کہ آجکل عموما کیا جاتا ہے)فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کوسزا دی کہ تو نے نمازیوں کوتشویش میں ڈالا۔(الاعتصام)

(۵۵)......رأی ابن عمر رضی الله عنهما قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر' فأرسل الیهم فنهاهم' فقالوا : نرید بذلک السنة ، فقال ابن عمر : ارجع الیهم' فاخبرُهم انّها بدعة۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۸۸ ج۴، من کرهه ، رقم الحدیث:۶۴۵۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک قوم (اور جماعت) کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنت پڑھ کر لیٹتی ہے تو آپ نے (ایک صاحب کو) ان کے پاس بھیجا اور منع فرمایا، انہوں نے کہا: ہم تو اس عمل سے سنت کا ارادہ کرتے ہیں (اور سنت سمجھ کر لیٹتے ہیں، انہوں نے حدیث کو سنت سمجھا) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (قاصد سے) فرمایا: (واپس) جاؤ، اور ان کو بتلاؤ کہ: یہ تو بدعت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عصر کے بعد نماز پڑھنے پر سزا دینا

(۵۶)......قد كان عمر رضى الله عنه يعزر على الصلوة بعد العصر مع ان جماعة فعلوه، لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه فعله وداوم عليه ، لكن لما كان من خصائصه وكان النبى صلى الله عليه وسلم قد نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس و بعد الفجر حتى تطلع الشمس ، كان عمر رضى الله عنه يضرب من فعل هذه الصلوة ۔(فتاوی ابن تیمیہ ص۱٦۸ج۲۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر بعد نماز پڑھنے پر سزا دیتے تھے، حالانکہ ایک جماعت کا اس پر عمل رہا، ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے بعد عصر (دو رکعت) نماز پر مداومت کی ہے، لیکن چونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی، اور آپ نے فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر بعد نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نفل پڑھنے پر ہاتھوں پر مارتے تھے

(۵۷)......عن مختار بن فلفل قال : سألت انس بن مالك رضى الله عنه عن التطوع بعد العصر؟ فقال : كان عمر يضرب الايدى على صلاة بعد العصر ، الخ۔

(مسلم، باب استحباب ركعتين قبل صلوة المغرب ، رقم الحديث :۸۳٦)

ترجمہ:......حضرت مختار بن فلفل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد نفلوں کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے پر ہاتھوں پر مارتے تھے....۔

اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے، یہ چیخ کر بدعت کا طریقہ تعلیم دے رہا ہے

(۵۸)......عن ابی البختری قال : ان عبیدة لآخذ بیدی اذ سمع صوت المصعب بن الزبیر وھو یقول :" لا الہ الا اللہ واللہ اکبر " مستقبل القبلة بعد ما سلّم من الصلوة ، فقال عبیدة : ما له ، قاتله الله نعّارٌ بالبدع۔

ترجمہ:......حضرت ابوبختری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عبیدہ رحمہ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا - یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے حضرت مصعب بن زبیر رحمہ اللہ کو یہ کلمات پڑھتے ہوئے سنا:"لا الہ الا اللہ واللہ اکبر "انہوں نے نماز کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف رخ رکھتے ہوئے ہی یہ کلمات پڑھے تھے،تو حضرت عبیدہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اسے کیا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے، یہ چیخ کر بدعت (کا طریقہ تعلیم دے رہا ہے)۔

(مصنف عبدالرزاق، باب مُکثِ الامام بعد ما یُسلِّم ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۳۲۲۶)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا غلطی پر قمیص سے پکڑ کر نیچے کھینچ لینا

(۵۹)......عن ھَمَّام : ان حُذیفة امَّ النّاسَ بِالمدائن علی دُکَّان ، فاخذ ابو مسعودٍ بقمیصه فجَبذهُ ، فلمّا فرغ من صلوته قال : أَلَمْ تعلم انّھم کانوا یُنھون عن ذلک ؟ قال : بلی ، قد ذکرتُ حین مَدَدتَنِی۔

(ابوداوٗد، باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم ،کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۵۹۷)

ترجمہ:......حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں چبوترہ پر کھڑے ہوکر لوگوں کونماز پڑھائی، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے ان کوقمیص سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اس سے منع کیا جاتا تھا، انہوں نے کہا: ہاں! جب تم نے مجھے کھینچا تو مجھے یاد آ گیا۔

لہسن اور پیاز کی کھانے والوں کوآپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے

(٦٠)......عن معدان بن ابی طلحة الیعمری رحمه الله : انّ عمر بن الخطاب رضی الله عنه.... قال : اِنَّکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ ! تَأْکُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَیْنِ لا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ هٰذَا الثُّوْمُ وَالْبَصَلُ ، وَایْمُ اللّٰهِ لَقَدْ کُنْتُ اَرٰی نَبِیَّ اللّٰهِ اِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ یَأْمُرُ بِهٖ فَیُؤْخَذُ بِیَدِهٖ فَیَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یُؤْتٰی بِهِ الْبَقِیْعَ، فَمَنْ اَکَلَهُمَا لا بُدَّ فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخًا"۔

(کنز العمال ، خلا فة امیرالمؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه تعالی عنه ، الخلافة مع الامارة، رقم الحدیث:۱۴۲۳۹)

ترجمہ:......معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے.....فرمایا: اے لوگو! تم یہ چیزیں جو کھاتے ہوان کوخبیث سمجھتا ہوں: لہسن اور پیاز۔اللہ تعالی کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی میں سے ان کی بومحسوس فرماتے تو اس کے متعلق حکم دیتے' اوراس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر لایا جاتا حتی کہ بقیع تک اس کو مسجد سے دور کر دیا جاتا تھا،لہذا جوان دو چیزوں کو کھائے تو اس پرلازم ہے کہ وہ پکا کران کی بو ماردے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوفہ سے احرام باندھنے والے پر سختی کرنا

(۶۱)......ان عمر رضی الله عنه رأی رجلا قد احرم من قَطُرٍ سَیِّءَ الهَیُئة ، فقال : انظروا الی ما صنع هذا بنفسه وقد یسّر الله علیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۱ ج۸، من کره تعجیل الاحرام ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۲۸۴۱)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ''قطر سی ءالھیئہ'' سے احرام باندھا تھا، تو آپ نے فرمایا: اس کو دیکھو اس نے اپنی طرف سے کیا بنایا ہوا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالی نے اس پر آسانی فرمائی تھی۔

تشریح:...... قَطُرٍ سَیِّءَ الهَیُئة: واسط اور بصرہ کا درمیانی علاقہ ہے۔

(معجم البلدان ص۴۲۳ ج۴۔حاشیہ مصنف)

ایک اور روایت میں ذرا تفصیل ہے کہ: ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خستہ حالات میں دیکھا، تو اس کو بازو سے پکڑا اور لوگوں کی مجلسوں میں گھمایا، اور آپ فرما رہے تھے: اس کو دیکھو اس نے اپنی طرف سے کیا بنایا ہوا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالی نے اس پر وسعت فرمائی تھی۔

''ان رجلا قد احرم من الکوفة ، فرآه عمر رضی الله عنه سیء الهیئة ، فأخذ بیده وجعل یدور به فی الحِلَق ، ویقول : انظروا الی ما صنع هذا بنفسه وقد وسّع الله علیه''۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۲ ج۸، من کره تعجیل الاحرام ، رقم الحدیث:۱۲۸۴۳)

بغیر اجازت کوئی گھر میں دیکھے تو آنکھ پھوڑ دینا حلال ہے

(۶۲)......عن سهل بن سعد : ان رجلا اِطَّلع من جُحرٍ فی دار النبی صلی الله علیه و سلم والنبی صلی الله علیه وسلم یحُکُّ رأسه بالمِدرَی ، فقال : لو علمتُ انّک

تنظِر لطعنتُ بها فی عینک ، انما جُعل الاذن من قِبَل الابصار۔

(بخاری، باب الامتشاط ، کتاب اللباس ، رقم الحدیث:۵۹۲۴)

ترجمہ:......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :ایک مرد سوراخ سے نبی ﷺ کے گھر میں جھانک رہا تھا،اور نبی ﷺ کنگھی سے اپنا سر کھجا رہے تھے،آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں یہ کنگھی تیری آنکھ میں مار دیتا، اجازت طلبی نظر ہی کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے۔

(۶۳)......عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : لو ان احدا اطلع علی ناس بغير اذنهم حلّ لهم ان يفقؤوا عينه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۸ ج۱۳، ما کرہ من اطلاع علی الرجل ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۲۶۷۵۹)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص بغیر اجازت کچھ لوگوں پر جھانکے تو ان کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

سر داخل کر ہی لیا تو اپنی سرین بھی داخل کر لے

(۶۴)......استأذن رجل علی حذيفة فأدخل رأسه ' فقال له حذيفة : قد ادخلت رأسک فادخِل اِستک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۷۹ ج۱۳، ما کرہ من اطلاع علی الرجل ، کتاب الادب ، رقم الحدیث :۲۶۷۶۱)

ترجمہ:......ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اپنا سر داخل کر کے گھر میں آنے

کی اجازت طلب کی ، اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو نے اپنا سر داخل کر ہی لیا تو اپنی سرین بھی داخل کر لے۔

بغیر حج کئے مرگیا تو میں تیرا جنازہ نہ پڑھوں گا

(٦٥)......قال الاسود لرجل منهم موسر : لو متَّ ولم تحُج ، لم اصلِّ علیک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۵۸ ج ۸، فی الرجل یموت ولم یحج وھو موسر ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۴٦٦٦)

ترجمہ:......حضرت اسود رحمہ اللہ نے ایک مالدار شخص سے فرمایا کہ: اگر تو بغیر حج کئے مرگیا تو میں تیرا جنازہ نہ پڑھوں گا۔

(٦٦)......عن سعید بن جبیر قال :لو کان لی جار موسر ثم مات ولم یحُجّ ، لم اصلِّ علیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۵۹ ج ۸، فی الرجل یموت ولم یحج وھو موسر ، کتاب الحج ، رقم الحدیث:۱۴٦٦۸)

ترجمہ:......حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر میرا مالدار پڑوسی حج کئے بغیر مر جائے تو میں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھوں گا۔

نوٹ:......رسالہ کے آخر میں ''بخاری شریف'' کی وہ تین احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں جن میں آپ ﷺ کے غصہ کا بیان ہے، ان سے معلوم ہوا کہ وقت پر شدت اور غصہ بھی معیوب نہیں۔

اے لوگوں! تم (جماعت سے نمازیوں کو) متنفر کرتے ہو

(٦٧)......عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنه قال : قال رجل: یا رسول اللہ !

لا اکاد اُدرِک الصلوۃ ممّا یطوِّل بنا فلانٌ ، فما رأیتُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مَوعِظۃٍ اشدَّ غضبا من یومئذ ، فقال : یا ایّہَا الناس ! انّکم مُنفِّرون ، فمن صلّی بالنّاس فلیُخفِّف ، فانّ فیھمُ المریضَ والضّعیفَ و ذا الحاجۃ۔

(بخاری، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۹۰)

ترجمہ:......حضرت ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:ایک شخص نے عرض کیا:یا رسول اللہ! میں فلاں صاحب کی لمبی نماز پڑھانے کی وجہ سے (جماعت سے) نماز کونہیں پاسکتا (حضرت ابومسعودانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:) میں نے نبی کریم ﷺ کو وعظ ونصیحت میں اس دن سے زیادہ غضبناک کبھی نہیں دیکھا،آپ ﷺ نے فرمایا:اے لوگوں!تم (جماعت سے نمازیوں کو) تنفر کرتے ہو، پس جوشخص لوگوں کونماز پڑھائے وہ تخفیف کے ساتھ (یعنی ہلکی) نماز پڑھائے ،اس لئے کہ ان میں بیمار' کمزوراورضرورت مندبھی ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کےدونوں رخسارسرخ ہوگئے-یا-آپ کاچہرہ سرخ ہوگیا

(۶۸)......عن زید بن خالد الجُھنیِّ رضی اللہ عنہ ، انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم سألہ رجل عن اللُّقطۃ ، فقال : اعرِف وِکَاءَ ھَا– او قال: وِعَاءَ ھَا– وعِفاصَھا ، ثمّ عرِّفھُا سنۃً ، ثم استَمْتِعْ بھا ، فان جاء ربُّھا فأَدِّھا الیہ ، قال : فضالّۃُ الابل ؟ فغضب حتّٰی احمَرَّت وَجُنَتاہ – أو قال : احمرَّ وجھہ – فقال : ما لک ولھا ؟ معھا سِقاؤھا وحذاؤھا، ترِد الماءَ و ترعی الشّجر، فذرھا حتّی یلقاھا ربُّھا ، قال : فضالّۃُ الغنم؟ قال : لک أو لاخیک أو للذِّئب۔

(بخاری، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ ،کتاب العلم ، رقم الحدیث:۹۱)

ترجمہ:......حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر بند (تسمہ، جس دوڑی سے تھیلی کو باندھا جاتا ہے) یا فرمایا: اس کا برتن اور اس کی تھیلی محفوظ رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان (تشہیر) کرو، پھر تم خود اس سے فائدہ حاصل کرو، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو وہ چیز ادا کرو، اس شخص نے پوچھا: گم شدہ اونٹ (کا کیا حکم ہے) آپ غضب ناک ہوگئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے، یا راوی نے کہا: آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے، اس کے ساتھ اس کے پانی کا مشکیزہ ہے اور اس کا جوتا ہے (یعنی نہ دھوپ میں اس کے پیر جلتے ہیں اور نہ پیاس اس کو ستاتی ہے) وہ پانی (کے چشمہ) پر جا کر پانی پی لے گا، اور درختوں کو چرتا رہے گا، اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا۔ اس سائل نے پوچھا: گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے۔

آپ ﷺ کثرت سوال سے غضبناک ہوگئے

(۶۹)......عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال : سُئل النّبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاءَ کرِھَھا ، فلمّا اُکثِر علیہ غضبَ ، ثمُ قال :للنّاس : سلُونی عمّا شئتم ، قال رجل: مَن اَبِی ؟ قال : ابوک حُذافۃ ، فقام آخر فقال : مَن ابِی یا رسول اللہ ! فقال : ابوک سالمٌ مولٰی شیبۃَ ، فلمَّا رأی عمر ما فی وجھہ قال : یا رسول اللہ ! انا نتوب الی اللہ عزّ و جلّ۔

(بخاری، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۹۲)

ترجمہ:......حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے چند اشیاء کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا، جب آپ سے زیادہ سوال کئے گئے تو آپ ﷺ غضبناک ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: تم مجھ سے جو چاہو سوال کرو، ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر دوسرے نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے، شیبہ کا آزاد کردہ غلام، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے میں (غصہ کے) کیا آثار ہیں تو انہوں نے فرمایا: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی طرف (ایسے سوالات سے) توبہ کرتے ہیں۔

رزق حرام کی اجازت طلب کرنے پر آپ ﷺ کا غصہ و ناراضگی

(۷۰)......صفوان بن امية رضی الله عنه قال : كنّا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء عمرُو بن مرّة ، فقال : یا رسول الله ! انّ الله كتب علَيَّ الشِّقوة فما اُرانی اُرزقُ الا من دُفِّی بكَفِّی ، فأذَنُ لی فِی الغِناء ، فی غیر فاحشة ، فقال رسول الله صلی الله علیه : لا آذنُ لک ' ولا كرامة ' ولا نُعمة عینٍ ، كذبتَ ، أی عدوَّ الله لقد رزقک الله طِیّبا حلالا ، فاخترت ما حرَّم الله علیک من رزقِه مكان ما احلّ الله عز وجل لک من حلاله ، ولو كنتُ تقدّمتُ الیک لفعلتُ بک و فعلتُ ، قُم عنّی ' وتُب الی الله ، أما انّک ان فعلتَ بعد التَّقدمةِ الیک ، ضربتُک ضربا و جیعا ' و حلقتُ رأسک مُثلةً ' و نفیتک من اهلک واحللتُ سلبک نُهبةً لفِتْیان اهل المدینة ، فقام عمرو ، وبه من الشَّر والخِزی مالا یعلمه الا الله ، فلمّا ولّٰی قال النبی صلی الله علیه : هؤلاء العُصاة مَن مات منهم بغیر توبة حشره الله عزّ وجل یوم

القيامة كما كان فى الدُّنيا مُخنّثا عُريانا لا يَستتِر مِن النّاس بِهُدبة ، كلّما قام صُرِع۔

(ابن ماجہ ص۱۹۲، باب المخنثين ، كتاب الحدود ، رقم الحديث:۲۶۱۳)

ترجمہ:......حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ عمرو بن مرہ آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالی نے میرے لئے بدبختی لکھ دی تو میرا خیال نہیں کہ مجھے روزی ملے الا یہ کہ اپنے ہاتھ سے دف بجاؤں (اور روٹی حاصل کروں) لہذا آپ مجھے بغیر فسق و فجور (یعنی ناچنا اور لواطت وغیرہ) کے گانے کی اجازت دیجئے! تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اس کی اجازت نہیں دوں گا اور تیری کوئی عزت نہیں اور نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں (کہ تجھے گانے کا موقع ملے) اے اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے پاکیزہ اور حلال روزی دی، پھر جو روزی اللہ نے تیرے لئے حلال فرمائی اس کی جگہ تو نے اس روزی کو اختیار کیا جو اللہ نے تجھ پر حرام فرمائی، اور اگر میں تجھے اس سے قبل منع کر چکا ہوتا تو تجھے سخت سزا دیتا اور تیرا برا حشر کرتا۔ میرے پاس سے اٹھ کھڑا ہو اور اللہ کی طرف رجوع و توبہ کر اور غور سے سن! اب منع کرنے کے بعد اگر تو نے پھر ایسا کیا تو میں تیری سخت پٹائی کروں گا، دردناک سزا دوں گا، اور تیری صورت بگاڑنے کے لئے تیرا سر منڈوا دوں گا، اور تجھے گھر والوں سے جدا کردوں گا، اور تیرا لباس وسامان لوٹنا مدینہ کے نوجوانوں کے لئے حلال کردوں گا۔ تو عمرو کھڑا ہوا اور اس پر ایسی ذلت ورسوائی چھائی ہوئی تھی جس کا علم اللہ ہی کو ہے، جب وہ جا چکا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہی خدا کے نافرمان ہیں جو ان میں سے بغیر توبہ کے مر جائے اللہ تعالی اس کا قیامت کے دن اسی طرح حشر فرمائیں گے جس طرح دنیا میں تھا، ہیجڑا ہوگا اور ننگا لوگوں سے اس کا ستر پوشیدہ نہ ہوگا جب کھڑا ہوگا گر جائے گا۔ (مترجم ص۲۹۰ ج۲)

خاتمہ......وعظ میں غضب کی گنجائش ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’کتاب العلم ‘‘ میں ایک باب قائم فرمایا ہے: باب : الغضب فی الموعظة والتعلیم ، اذا رأی ما یکرہ ‘‘اس کے تحت حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ: ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! مجھے جماعت کی نماز ملنی مشکل ہوگئی ہے، کیونکہ فلاں صاحب ہمیں لمبی نماز پڑھاتے ہیں، (اس پر راوی فرماتے ہیں کہ:) میں نے آپ ﷺ کو کسی وعظ میں اس دن سے زیادہ غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم لوگ تنفر پھیلاتے ہو، جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ تخفیف کرے، اس لئے کہ ان نمازیوں میں بیمار، کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہی ہے کہ جن نصوص میں آپ کی رفق و شفقت کا بیان ہے ان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ غضب کی گنجائش نہیں بلکہ بعض مواقع میں غضب اور شدت نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

ہر جگہ شدت تیسیر کے منافی نہیں ہے، بعض اوقات اظہار ناراضگی و شدت بہت مفید ہوتی ہے۔

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ وعظ میں اظہار غضب جائز بلکہ واعظ کے لئے اظہار غضب مقصود ہوتا ہے تاکہ لوگوں میں بیداری پیدا ہو۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ ہر موقع پر اظہار غضب مناسب نہیں، بلکہ جہاں واقعی موقع ہو وہاں اظہار ہونا چاہئے۔ (کشف الباری ص ۵۳۵، ج ۳، کتاب العلم)